سیّارہ ڈائجسٹ

توبہ نمبر

التوّاب

بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا

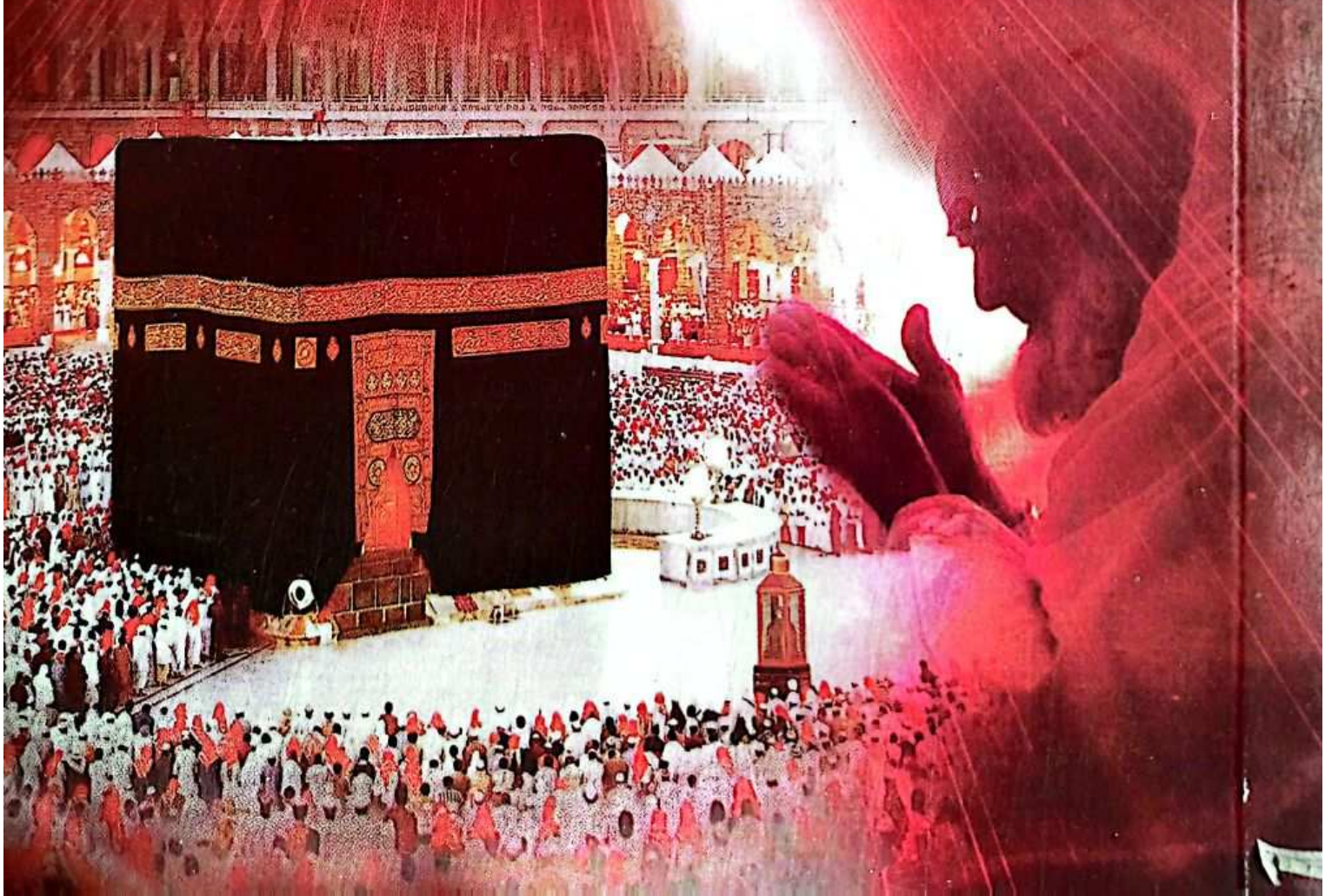

Scanning Date; 01-03-2024

بسم الله الرحمن الرحيم

”اللہ! میری توبہ“

میں ہوں خطا کا پتلا! تقصیر ہوں سراپا!
دنیا میں پھنس گیا ہوں! تُو بخش مجھ کو مولا!
اللہ! میری توبہ!
اللہ! میری توبہ!

میں ہوں ذلیل واحقر! تُو ہی ہے میرا یاور!
صدقے میں مصطفیٰؐ کے! ہر لحظہ تُو کرم کر!
اللہ میری توبہ!
اللہ میری توبہ!

ستّار نام تیرا! غفّار نام تیرا!
ہر شے پہ تُو ہے غالب! جبّار نام تیرا!
اللہ میری توبہ!
اللہ میری توبہ!

دشمن ہوئی خُدائی! دیتا ہوں میں دُہائی!
دنیا میں آخرت میں! تُو کر عطا بھلائی!
اللہ میری توبہ!
اللہ میری توبہ!

رحمت نشان والے! رحمت کی شان دکھا دے!
اس پھولؔ بے نوا کو دوزخ سے تُو بچا لے!
اللہ میری توبہ!
اللہ میری توبہ!

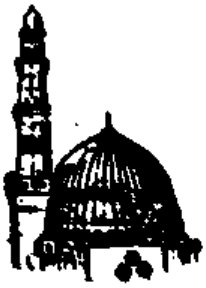

نعت شریف

بھیجے دُرود جو شہِ دیںؐ کی جناب میں
ممکن نہیں رہے وہ غم و اضطراب میں

دونوں جہاں کی نعمتیں قدموں میں آئیں گی
آ جاؤ ، بارگاہِ رسالتمآب میں

سرکارؐ کے پسینے کی تھی بات ہی کچھ اور
خوشبو کہاں وہ عنبر و مُشک و گلاب میں

انوارِ مصطفٰےؐ کی ملی کچھ اسے زکات
ورنہ یہ روشنی تھی کہاں آفتاب میں

مدّت سے ہوں بس ایک تمنّا لیے ہوئے
اِک بار پھر حضورؐ کو دیکھوں میں خواب میں

اِک عشقِ مُصطفٰےؐ تھا جو جوش آگیا مجھے
ورنہ دھرا ہی کیا تھا جہانِ خراب میں!

بھیجی تھیں کچھ دُرود کی عابدؔ نے ڈالیاں
آئیں ہزار رحمتیں اُس کے جواب میں!

خواجہ عابدؔ نظامی

سیّارہ ڈائجسٹ

توبہ نمبر

تیسرا ایڈیشن۔ نومبر 2003ء

مُدیرِ اعلیٰ : امجد رؤف خان

خصُوصی ادارت : نصرت علی اثیر

مُدیر : شاہ جہاں

نائب مدیر: محمد ثاقب، کامران امجد

کتابت : علی احمد

کمپوزنگ : انیس احمد

نگران پرنٹنگ : خالد محمود۔ محمد توفیق (لاہور)

سرکولیشن : محمد بشیر

ناظم اشتہارات: طارق محمود۔ خرم احمد خان لاہور :

قیمت =/100 روپے

ذخیرۂ کتب
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق سلطان قادری (1955-2016) رح
جھنگ۔ پنجاب

خط و کتابت و رابطہ کیلئے: 244۔ مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور۔ فون: 7245412

امجد رؤف خان پبلشر نے اللہ والا پرنٹرز سے چھپوا کر

244- مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور سے شائع کیا

Email:sayyaradigest@brain.com.pk

سکون آج کے دور کا نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ہر انسان بے اطمینانی، پریشانی اور کسی نہ کسی اُلجھن کی وجہ سے پژمردہ اور خوفزدہ نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

وجہ صرف یہ ہے کہ روح کو پاکیزگی، نیک نیتی اور خلوص سے جلا ملتی ہے۔ جبکہ ہر انسان کی روح آج کسی نہ کسی طور سے معصیت اور گناہ کی آلائش سے آلودہ ہے۔ اور یہ آلودگی روح کو بیمار اور اُلجھاؤ کا شکار کر دیتی ہے۔ خالق کائنات نے سکون کی راہ پر واپس آنے کیلئے انسان کو ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ سے نوازا ہے جو صرف اور صرف انسان سے اس کے مصمم ارادہ اور نیک نیتی کا تقاضا کرتی ہے۔ اور اس کے بدلے انسان کو اس کی جنت گم گشتہ واپس مل جاتی ہے۔ اس کی زندگی میں سکون اور راحت گھر کر لیتی ہے۔ ہیجان، خوف اور بے سکونی کی جگہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسکنت، نجات اور کامیابی کی نوید ملتی ہے۔ یہ نعمت غیر مترقبہ **توبہ** کے نام سے موسوم ہے۔

سیارہ ڈائجسٹ نے حسب روایت اپنے قارئین کے لئے اس اہم موضوع پر خصوصی نمبر پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ جس میں اللہ کے فضل و کرم سے انتہائی مصدقہ، علم افروز، اطمینان بخش اور ایمان افروز مواد شامل کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اسے پسند فرمائیں گے اور اس سے کماحقہ فیض یاب ہوں گے۔

''انسان خطا کار ہے'' اور یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ اگر اس سلسلہ ھائے مضامین میں قارئین کرام کوئی کوتاہی محسوس کریں تو اس سے ہمیں ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ کی اشاعت میں اُسکی اصلاح کی جاسکے۔ کیونکہ قارئین ہی ہماری تمام کوشش اور محنت کے صحیح منصف اور پاسبان ہیں۔

نصرت علی اثیر
(مدیر خاص)
سینئر لائبریرین
پنجاب پبلک لائبریری۔ لاہور

SCANNED BY:
ATA-UL-MUSTAFA

فہرست

لغوی واصطلاحی مفہوم 17

توبہ بمعنی ندامت کے ساتھ طلب مغفرت 18

توبہ بمعنی نفرت، حیرت، تاسف واظہار ناپسندیدگی 19

توبہ بمعنی استجابت 19

توبہ بمعنی استحیاء 19

توبہ بمعنی استغفار 19

توبہ بمعنی انابت 20

توبہ بمعنی ڈھال 20

توبہ بمعنی عہد 20

توبہ بمعنی پناہ 20

توبہ بمعنی دعائے بچاؤ اور خدا دور رکھے 21

توبہ بمعنی باز آنے کی جگہ 21

استغفار 21

توبہ کے لوازمات 22

ندامت 22

خلوص 22

پختہ ارادہ 23

واضح تبدیلی 23

کثرت رقت 23

اپنے حال پر غور وخوض 23

تعلیم قرآن 24

مجالس بزرگان 24

شب بیداری 24

قبولیت توبہ کی پہچان 25

آئینہ دل کی صفائی 25

صحبت صالح کی تڑپ 25

تقویٰ میں زیادتی 26

دنیاوی حیثیت کم ہو جاتی ہے 26

گناہوں کی تلخی بڑھ جاتی ہے 26

لذتِ حسنات 26

سنجیدگی ومتانت 27

موت کی یاد 27

گناہوں سے کنارہ کشی 27

ممانعات توبہ 28

عقیدہ آخرت کا فقدان 28

شہوات کا غلبہ 28

دنیاوی زندگانی میں محویت 29

عمر خضر کا گمان 29

رحمت خداوندی پر بے جا بھروسہ 29

حب جاہ وعداوت 30

عیب جوئی 30

دینی تعلیم سے غفلت 31

توبہ کی اقسام 31

توبہ گناہ سے نیکی کی طرف 31

توبہ نیکی سے زیادہ نیکی کی طرف 31

بلند تر مقام پر ٹھہرنے سے توبہ 32

نفس امارہ والا گروہ 34

نفس مسوّلہ والا گروہ 35

نفس لوامہ والا گروہ 35

نفس مطمئنہ والا گروہ 36

مقامات توبہ 37

طریق توبہ 44

فضیلت توبہ 47

رضائے الٰہی 47
رزق میں کشادگی اور اولاد میں ترقی 48
مابعد زندگی کی بہتری کی یقین دھانی 49
نیکیوں میں اضافہ 50
آخرت کی کامیابی 52

توبہ پر استقامت 53

تذکار ایمان 54
محاسبہ نفس 55
مجاہدہ نفس 56
شب بیداری 57
خلوت نشینی 59

کثرت تلاوت قرآن 62

قرآن اور توبہ 66
توبہ کا مقصد 67
اللہ کی طرف پلٹنا 67
نیک عمل کا اختیار 67
گناہوں کو نیکیوں میں بدلنا 67
فلاح آخرت 68
رحمت خداوندی 68
غلطیوں کے ازالہ کا موقع 70

توبہ کے انعامات 71

رضائے الٰہی 72
برائیوں سے نجات 72
نجات آخرت 74
رزق اور اولاد میں برکت 74

توبہ کے احکام 75

شرک اور کافر کیلئے توبہ کا حکم 76
توبہ قبول کرنا خداوند تعالیٰ کا حق ہے 77
تائب کی سرکشی اور بغاوت کے احکام 81
سماجی برائیاں اور توبہ کے احکام 83
بندوں کے ساتھ کی گئی زیادتیوں پر توبہ کے احکام 87
ادائیگی میں کی گئی کوتاہی کی تلافی کے احکام 89

توبہ کی اقسام 92

اللہ کے عام بندوں کیلئے توبہ کا حق 92
اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں کی توبہ 93
اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی توبہ 95
گناہگاروں کی توبہ کے احکام 97
منافقین کی توبہ کے احکام 98
مشرکین کی توبہ کے احکام 100
توبہ کا عمل مسلسل ہے 102

قرآن مجید کی آیات توبہ اور ان کا پس منظر 104

حالت اضطرار میں کوئی گناہ نہیں 111
وراثت میں منصفانہ تقسیم کی وصیت 113
دعا و مناجات کا حکم 115
جہاد فی سبیل اللہ اور صلح کے احکام 118
حج اور توبہ کے مواقع 119
اللہ کی رحمت کے امیدوار 121
ناجائز قسمیں کھانے کی ممانعت 123
بیوہ عورت سے شادی کے احکام 124
سود کی ممانعت اور توبہ 126
امانت اور شہادت کے احکام 128
دُعائے استغفار 130
متشابہات سے دور رہنے اور بچنے کی دُعا 132
اللہ کے کامیاب بندے اور ان کے وظائف توبہ 134
حسابِ آخرت اور دنیا کا ماحصل 135

اللہ اور اس کے رسول کی محبت	136
ایمان پالینے کے بعد کفر کرنے والے کیلئے توبہ کے احکام	138
معافی کا اختیار صرف اللہ کو ہے	140
معافی چاہنے والے بندے اور ان کا انعام	142
سابقہ نبیوں کے ماننے والے نیک لوگوں کی دُعا	143
کمزور ایمان لوگوں کیلئے اللہ کی معافی	145
اللہ کی راہ میں موت اور اللہ کے بندوں کا ایمان	146
آیات الٰہیہ اور توبہ کی ترغیب	148
ارتکاب بدکاری اور توبہ	150
نادانی اور سرکشی کی توبہ	152
رحمت خداوندی اور کمزور انسان	157
شرک کا گناہ	159
نافرمانی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور توبہ	161
قتل کا گناہ اور توبہ	163
جہاد میں تساہل اور اس کے احکام	165
اللہ کی راہ میں ہجرت	167
کتاب حق کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم	168
بُرائی یا ظلم پر توبہ	170
دو بیویوں کے درمیان انصاف	171
منافقین اور توبہ	172
بدگوئی اور توبہ کا عمل	173
انبیائے کرام میں تفریق کا گناہ	174
اہل فساد اور توبہ	177
چوری اور احکام توبہ	178
عقیدہ تثلیث کا بطلان	179
حق شناس لوگوں کا اقرار نامہ	180
غیر ضروری سوالات کی ممانعت	181
شکر گزار بندے اور ان کا انعام	183
دنیا کی زندگی سراپا آزمائش	184
حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ	185
اللہ کے نام پر بہتان	188
دعا و مناجات	190
انبیائے سابقہ کی اقوام پر عذاب	191
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کی توبہ	192
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ	193
قوم موسیٰ کی گمراہی اور توبہ	194
بنی اسرائیل کو خدا کی تنبیہہ	197
قرب الٰہی کیونکر ممکن ہے؟	199
اہل ایمان لوگوں کے اوصاف	200
اللہ کی مدد و نصرت	201
امانت میں خیانت کی ممانعت	202
سورۃ التوبہ	203
یوم حج اکبر پر مشرکین کو توبہ کی دعوت	204
مشرکین کے جرائم	205
توبہ کے لوازمات	206
اللہ کے انعامات	207
منافقین کا گروہ	207
گناہگار مسلمانوں کیلئے توبہ کا حق	209
اللہ کے نیک بندے اور انکی کامیابی کا اعلان	210
جہاد سے رہ جانے والے نیک دل مسلمانوں کی معافی	212
لوگوں کی مشکل وقت میں عاجزیاں اور بعد کی سرکشیاں	214
اسلامی دعوت میں توبہ کی دعوت	216
حضرت نوح علیہ السلام کی مغفرت طلبی	219
حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو تلقین	221
حضرت صالح کی قوم ثمود کو توبہ کی دعوت	222

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو تلقین 224
حضرت یوسف کی دُعا 227
معافی میں تاخیر کیوں؟ 229
ناخلف لوگوں کا انجام اور توبہ کی برکات 230
توبہ کی زندگی 231
حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ 231
حضرت ایوب علیہ السلام اور
حضرت زکریا علیہ السلام کی پکار 232
اہل جہنم کا اعتراف جرم 234
پاک دامن عورتوں پر تہمت 236
کبائر گناہ سے توبہ 238
بے قرار کی دعائیں سننے والی ذات کون ہے؟ 240
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ 240
انسان اور خلافت ارضی 244
روز محشر اور کامیاب لوگ 245
حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ 246
حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا و مناجات 247
رحمت کی نوید 248
اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا ہے 250
عدم دعا سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے 252
بدگمانی، غیبت اور جاسوسی سے توبہ کا حکم 254
توبۃ النصوح کا حکم 257
احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور توبہ 259
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر بار استغفار کرنا 259
اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب 260
سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ 261
گناہگاروں کو بخشنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے 262
اللہ تعالیٰ رات دن توبہ کیلئے دست
رحمت پھیلائے رکھتا ہے 262
اللہ تعالیٰ کی بندہ کی توبہ پر خوشی کا حال 263
سید الاستغفار کلمات 264
گناہ بخشش دیئے جائیں گے چاہے
آسمان کے اوپر تک پہنچ جائیں 265
استغفار تنگی سے نکلنے کا ذریعہ ہے 265
گناہ پر اصرار قابل مذمت ہے 266
بہتر خطا کار توبہ کرنے والے ہیں 266
توبہ و استغفار دل کو صاف کر دیتی ہے 266
توبہ جان گلے تک پہنچنے سے پہلے تک قبول
ہوتی ہے 267
اللہ تعالیٰ معافی مانگنے پر بندے کو ضرور بخشے گا 267
توبہ کا دروازہ 267
توبہ قیامت تک منقطع نہ ہوگی 268
عبادت و ریاضت پر گھمنڈ سب کچھ برباد
کر دیتا ہے 268
اللہ تعالیٰ کو بخشنے میں کسی کی پرواہ نہیں ہے 269
اللہ تعالیٰ سب کچھ پر قادر ہے جبکہ کسی
انسان کا عمل اس کا کچھ بھلا یا بُرا نہیں کر سکتا 269
اللہ تعالیٰ ہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے 270
توبہ کی دعا 271
اولاد کی والدین کیلئے استغفار قبول ہوتی ہے 271
مردہ قبر میں دعا و استغفار کا محتاج ہوتا ہے 271
استغفار کی زیادتی مبارک ہے 272
مومن کیلئے گناہ پہاڑ ہوتے ہیں 272
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
محبوب آیت قرآن 273
اللہ تعالیٰ شرک کرنے سے پہلے اپنے
بندے کو بخش دیتا ہے 273
اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر

سبقت رکھتی ہے 274
اللہ تعالیٰ کی ننانوے رحمتیں قیامت کے
دن کیلئے خاص رکھی ہیں 274
کافر جان لے تو اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو 275
جنت کی قربت 275
اللہ کے عذاب کے زیادہ ڈر رکھنے پر بخشش 275
اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت 276
نجات صرف اللہ کی رحمت پر ہے 276
اسلام لانے پر ہر برائی مٹ جاتی ہے 277
نیکی دس گنا اور گناہ لکھنے میں تامل رہتا ہے 277
نیکی فرحت بخشتی ہے 277
اللہ سے جوڑ را اس کیلئے دو جنتیں ہیں 278
اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے ماں کی مامتا سے
بھی زیادہ محبوب ہیں 278

صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم اور توبہ 280

اسد بن سعید کا قبول اسلام 280
شاہ حبشہ نجاشی کیلئے رسول اللہ کی بخشش کی دعا 282
حضرت عمرو بن عاص کی کفر سے توبہ 287
ضماد ازدی کی کفر سے توبہ 288
حصین بن عبید کی کفر سے توبہ 294
حکم بن کیسان کا قبول اسلام 298
ایاس بن معاذ نور ایمان کی تلاش میں 301
عمرو بن مرہ نور حق کی تلاش میں 303
حضرت کعب بن مالک انصاری کی توبہ 308
واقعہ افک اور مسطح بن اثاثہ کی توبہ 313
حضرت سلمان فارسیؓ اور ان کے آخری اوقات 314
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبول حق 328
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خوف خداوندی 333
عیاض بن غنم کی توبہ 341
خشوع وخضوع عمر رضی اللہ عنہ 342
ایک گلوکار کی توبہ 344
حضرت عثمان بن عفان اور خشیت الٰہی 346
حضرت علی علیہ السلام اور ان کا خوف الٰہی 349
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور خشیت الٰہی 353
حضرت عمرو بن العاصؓ کی توبہ 356
اسامہؓ بن زید کی توبہ 362
جابر بن زید کی فرقہ اباضیہ سے برأت 365
حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ اور استغفار 366
حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور توبہ 368
سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج 371
حضرت خویلہ بنت ثعلبہؓ کی پکار 377
مولانا محمد الیاسؒ کا دم آخر 379
مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی توجہ
سے رافضی کی توبہ 381
مولانا عبیداللہ سندھی کی سکھ مذہب سے توبہ 383
مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی الحاد سے رجعت 384
مکہ کی جانب 385
ابو محجن ثقفی کی توبہ 389
ابن اوہمؒ کا فقر جامہ 390
ظہیر الدین بابر کی توبہ 392
غازی علم الدین شہید 395
محمد علی باکر کی عزیمت 397

توبہ کی دعائیں 401

تنبیہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

جب میری امت میں یہ برائیاں پیدا ہو جائیں تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔

☆ جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے گا۔

☆ امانت کو مال غنیمت سمجھا جانے لگے گا۔

☆ زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔

☆ نشہ آور چیزوں کا استعمال عام ہو جائے گا۔

☆ بزرگوں پر لعن طعن اور زبان درازی کی جائے گی۔

☆ خاوند بیوی کا فرمانبردار ہو گا لیکن ماں کا نافرمان

☆ آدمی دوستوں سے بھلائی کرے گا لیکن والدین پر ظلم و ستم

☆ مساجد میں شور و غل برپا کیا جانے لگے گا۔

☆ نااہل رہنما بن جائیں گے۔

☆ مرد ریشمی لباس پہننے لگیں گے۔

☆ آدمی کی عزت اس کی شہرت کی وجہ سے کی جائے گی

☆ گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کا دور دورہ ہو گا

جب یہ سب کچھ ہونے لگے تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ ہر وقت قہر الٰہی کے منتظر رہیں۔ خواہ وہ سرخ آندھی کی شکل میں ہو یا زلزلے کی صورت میں یا صورتیں مسخ ہو جانے کی صورت میں۔

ذخیرۂ کتب
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق سلطان قادری رح (1955-2016)
جھنگ۔ پنجاب

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک منفرد
تحقیقی اور عظیم پیشکش

قرآنی وظائف نمبر

- یہ وظائف ہماری آپ کی اور ہر گھر کی پریشانیوں، الجھنوں اور مشکلات کا حل ہیں۔
- قرآن مجید کی چھوٹی چھوٹی آیات پر مشتمل یہ وظائف آسان، سادہ اور عام فہم زبان میں اس طور سے پیش کیے جا رہے ہیں کہ ہر قاری بھی ان پر بغیر کسی دشواری کے عمل پیرا ہو کر ان قرآنی وظائف سے اپنی بگڑی بنا سکے۔
- اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے مصدقہ آزمودہ اور پُر اثر قرآنی وظائف۔
- انشاء اللہ یہ نمبر بھی ماضی کی طرح آپ کی امنگوں پر پورا اُترے گا۔

شائع ہو گیا ہے

سیارہ ڈائجسٹ 16-B سانده روڈ، لاہور فون: 7245412

سیارہ ڈائجسٹ

شائع ہو گیا ہے

کی ایک اور عظیم ایمان افروز پیش کش

سرورِ کونین کی 63 سالہ زندگی کے دوران وقوع پذیر ہونے والے سینکڑوں معجزات پر مشتمل

معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

ان معجزات کے ذریعے

- لاتعداد انسانوں کے لیے راہِ ہدایت روشن ہوئی ——— اور
- دُنیائے انسانیت پر چھائی ہوئی کفر و جہالت کی تاریکیاں سمٹتی چلی گئیں۔

ایک ایک لفظ عقیدت و محبت، ادب و احترام اور علم و عرفان کی خوشبوؤں سے جانفزا سے معطر

500 صفحات پر مشتمل نفیس کاغذ، عمدہ کمپیوٹر کمپوزنگ اور دیدہ زیب سرورق

عاشقانِ رسولؐ کی خدمت میں

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور ایمان افروز، دلکشا اور روح پرور پیش کش

فرمانِ رسولؐ نمبر

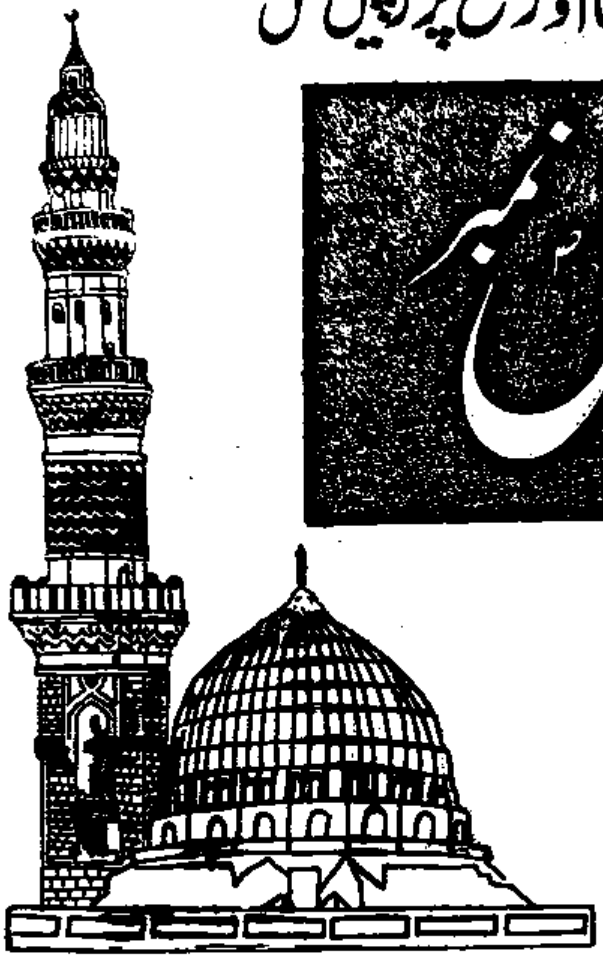

شائع ہو گیا ہے

اللہ کے آخری پیغمبرؐ کے ارشاداتِ گرامی کا ایک ایک زریں، نور افشاں اور مقدس لفظ جو عالمِ انسانیت کی ظاہری اور باطنی زندگیوں کی مکمل فلاح کا باعث ہے

سیارہ ڈائجسٹ ۱۶۔ بی سانده روڈ۔ لاہور فون: ۷۲۴۵۴۲

● دائمی اہمیت اور افادیت کا حامل ● ایک متاعِ بے بہا ● ایک دستاویز

سیارہ ڈائجسٹ

کا

قرآن نمبر

ایمان افروز

عقل پرور

عمل آفرین

قارئین کرام

کے اصرار اور مانگ کے تحت تیسرا ایڈیشن محدود تعداد میں شائع کیا گیا ہے

اعلیٰ رنگین طباعت ○ ضخامت ۱۵۰۰ صفحات سے زائد ○ تین جلدوں میں

مہنگائی کے باوجود خلقِ خدا اور قارئین کے استفادے کیلئے قیمت صرف -/300 روپے

قارئین کرام براہ راست بذریعہ منی آرڈر یا وی پی قرآن نمبر منگوا سکتے ہیں

آرڈر کوپن

نام _____

پتہ _____

سیارہ ڈائجسٹ

۱۶۔ بی سانده روڈ۔ لاہور فون: ۶۲۲۵۹۱۲

سیارہ ڈائجسٹ
کے عظیم الشان اسلامی نمبرز

قرآن نمبر
قیمت-/300

ایمان افروز، عقل پرور اور عمل آفرین پیشکش
(تین جلدوں میں)

رسولؐ نمبر
قیمت-/200

سیرت پاک پر ایک جامع دستاویز
(دو جلدوں میں)

انبیائے کرام نمبر
قیمت-/100

پیغمبرانِ خدا کی حیاتِ طیبہ جاوداں کے
روح پرور تذکرے

اولیائے کرام نمبر
قیمت-/400

اللہ کے برگزیدہ بندوں کی ایمان افروز
داستانیں (چار جلدوں میں)

عکس سیرت نمبر
قیمت-/125

سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰؐ کی حیات
طیبہ پر مبنی مقدس اور نایاب کتاب

اخلاق رسولؐ نمبر
قیمت-/100

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی
کے پاکیزہ واقعات پر مشتمل دستاویز

فرمانِ رسولؐ نمبر
قیمت-/100

عاشقانِ رسول کی خدمت میں
ایک بے مثال تحفہ

خلفائے راشدین نمبر
قیمت-/100

اسلام کی سربلندی کیلئے خلفائے راشدین
کی بے مثال قربانیوں کا ذکر

صحابہ کرام نمبر
قیمت-/100

ان عظیم ہستیوں کی کہانی جنہوں نے رحمت
العالمین کی معیت میں زندگی بسر کی

ازواج مطہرات نمبر
قیمت-/100

امہات المومنین کی پاک زندگی کے واقعات،
جو آج تک ایک جگہ اکٹھے نہ کیے جا سکے

جہاد نمبر
قیمت-/100

اس کتاب کے مطالعے سے آپ کا دل بھی
جہاد کے جذبے سے منور ہو جائیگا

فہم دین نمبر
قیمت-/100

سماجی زندگی اور عبادات کے بنیادی
مسائل کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآنی وظائف نمبر
قیمت-/100

ہماری، آپ کی اور ہر گھر کی پریشانیوں
الجھنوں اور مشکلات کے حل کیلئے وظائف

معجزات رسولؐ نمبر
قیمت-/100

سرورِ کونینؐ کی زندگی کے دوران وقوع پذیر
ہونیوالے سینکڑوں معجزات پر مشتمل دستاویز

دعا نمبر
قیمت-/100

دُعا تقدیر بدل دیتی ہے
حدیث رسول

اسلامی حکایات نمبر
قیمت-/100

دلچسپ اور پراثر طرز تحریر میں قوت ایمانی سے سرشار
سبق آموز اور تحیر خیز حکایات کا مجموعہ

نقوش اسلام نمبر
قیمت-/100

اسلام کی روشن تاریخ سے ایمان افروز اور
روح پرور واقعات کا مجموعہ

قصص القرآن نمبر
قیمت-/100

ان واقعات کا مجموعہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے
آخری نبیؐ اور اسکی امت کو بتانا ضروری سمجھے

سیارہ ڈائجسٹ۔ 244 مین مارکیٹ، ریواز گارڈن لاہور۔ فون: 042-7245412

Scanned By:
ATA-UL-MUSTAFA
0333-4585215

ذخیرۂ کتب
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق سلطان قادری الازہری
(1955-2016)
جھنگ۔ پنجاب

لغوی واصطلاحی مفہوم

توبہ کے لفظی معانی لوٹنا یا رجوع کرنا کے ہیں۔ تاب یوب مصدر ہے۔ مثلاً تاب فلان من کذا یعنی فلاں شخص اس بات سے لوٹ گیا۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔ اہل تصوف کا کہنا ہے کہ توبہ سے مراد خطائے سابق پر آتش ندامت سے باطن کا پگھلنا ہے اور جفا کا لباس اتار کر بساط وفا بچھانے کا نام ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ توبہ ایک آگ ہے جو دل میں بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جدا نہیں ہوتا۔ توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ کو نہ بھولے تاکہ ہمیشہ اس کی پریشانی میں رہے اور اچھے عمل کرنے پر مغرور نہ ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ اس بات کا یقین ہے کہ گناہ اور نافرمانیاں ہلاکت آفرین ہیں۔ اللہ اور جنت سے دور کرنے والی ہیں۔ گناہوں کا ترک کرنا اللہ اور جنت سے قریب کرنے والا ہے۔ گویا توبہ اللہ کے حکم سے اپنی خواہشوں کے ساتھ نہ رہنا اور نفسانی ہوا و ہوس کو چھوڑ کر اسی کی رضا کی طرف لوٹ جانا ہے۔

ابن عربی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔ توبہ سے مراد حق تعالیٰ کی طرف لوٹ جانا

یعنی سارے کا سارا لوٹ جانا اور پھر واپس نہ پھرنا ہے۔ یعنی اپنی اصل کی طرف لوٹنا اپنی حقیقت کی طرف واپس جانا ہے۔ اور حق تعالیٰ میں گم ہو جانا اور مستغرق ہو جانا ہے۔ اس میں فنا ہو جانا ہے۔ پس توبہ فنا فی اللہ ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔ توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں کو بھول جائے اس لئے کہ توبہ کرنے والا محب الٰہی ہوتا ہے' اور محب الٰہی مشاہدہ میں ہوتا ہے اور مشاہدہ میں گناہ کا یاد کرنا ظلم ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ توبہ اللہ تعالیٰ کے ممنوعہ امر سے محض اس کے خوف کی وجہ سے باز آ جانا ہے۔ سابکان راہ حق کا یہ پہلا مقام ہے جبکہ طالبان عمل کا پہلا درجہ طہارت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے دو امانتیں ہیں ایک نے پردہ کر لیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دوسری قیامت تک ہمارے ساتھ ہے یعنی توبہ اگر یہ بھی نہ رہے تو ہم ہلاک ہو جائیں۔

اصطلاح شریعت اسلامی میں توبہ سے مراد بُرے کاموں سے باز آ کر نیک کاموں کی طرف توجہ دینا اور یہ جان لینا ہے کہ گناہ ہلاکت میں ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور جنت سے دُور کر دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھ لینا کہ معاصی کا چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا بہت بڑا موجب ہے۔

اہل لغت نے توبہ کے معانی ومفاہیم کو اپنے استعمالات کے حوالہ سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے جس کی رو سے اس کے مندرجہ ذیل معانی اہل ادب نے بیان کئے ہیں۔

ا۔ توبہ بمعنی ندامت کے ساتھ طلب مغفرت

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ عبادت بغیر توبہ کے صحیح نہیں ہے کیونکہ خدائے

تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔

۲۔ توبہ بمعنی نفرت' حیرت' تاسف واظہار ناپسندیدگی۔

ایک شاعر کا شعر ہے۔

فصل گل میں بہ فراوانی وحشت توبہ
دامن گل کو بھی میں اپنا گریبان سمجھا (نوائے دل ص۔40)

۳۔توبہ بمعنی استجابت

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ توبہ استجابت وہ ہے کہ خدا کی شرم سے توبہ کرے۔خدا کو بزرگ و برتر مانتے ہوئے اور اپنی عبادت کو اس کی بزرگی کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہوئے توبہ کرے۔

۴۔توبہ بمعنی استحیاء

کشف المحجوب میں شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔

توبہ استحیاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرم سے توبہ کرے اور اس کے کرم کی امید رکھے۔

۵۔توبہ بمعنی استغفار

تذکرہ غوثیہ میں ہے کہ ہم نے توبہ استغفار کی اور عفو تصور کرایا۔تجزیہ نفس میں رقم ہے کہ ہمارے دشمنوں کیلئے نہیں جب تک وہ توبہ استغفار سے کام نہ لیں۔نامور شاعر ذوق کا شعر ہے۔

مرے حسن عمل سے معصیت بھی عار کرتی ہے۔
مری توبہ پہ توبہ' توبہ استغفار کرتی ہے۔

۶۔توبہ بمعنی انابت

شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ بندے کا حق تعالیٰ کے خوف سے توبہ کرنا ہے۔توبہ دو طرح پر ہے ایک توبہ انابت دوسری توبہ توبہ استحیاء۔

۷۔توبہ بمعنی ڈھال

جامع اللغات میں توبہ کو گناہ گار کیلئے ڈھال قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ توبہ کرنے سے گناہ گار سزا سے بچ جاتا ہے۔

۸۔توبہ بمعنی عہد

اہل لغت نے توبہ کو عہد کے معنی میں لیا ہے مثلاً توبہ شکن سے مراد عہد شکن ہے۔نامور شاعر مہتاب داغ کا شعر اس حوالہ سے بڑا معروف ہے۔

ہیں ترے عہد عدالت میں شکستہ احوال
دل شکن عہد شکن توبہ شکن روزہ شکن

۹۔توبہ بمعنی پناہ

کلیات اختر میں اس معنی کی تصویر اس شعر میں بخوب کھینچی گئی ہے۔

یوں تو معشوقوں کا ہوتا ہے بہت تند مزاج
توبہ لاحول نہ اتنا بھی نہیں جس کا علاج

کرزن نامہ میں اس معنی کا استعمال اس فقرہ سے واضح ہوتا ہے۔

''اس قسم کے واقعیتوں سے ہم توبہ مانگتے ہیں مگر ان سے بے علم نہیں رہ سکتے''۔

۱۰۔توبہ بمعنی دعائے بچاؤ اور خدا دور رکھے

مہتاب داغ نے اپنے ایک شعر میں اس معنی کو یوں واضح کیا ہے۔

سُن سُن کے میری شوخی تقریر یوں کہا
توبہ ہے یہ زبان رہے گی دہن میں کیا

11-توبہ بمعنی باز آنے کی جگہ

سنگ وخشت کے مجموعہ کلام میں ایک شعر اس معنی کو یوں واضح کرتا ہے۔

توبہ ہے اب نہ خلا مجھے چاہیئے نہ حور
اے اہل خانقاہ بہت خوار ہو چکا

استغفار

توبہ و استغفار کی اصطلاح باہم یکہ گر پیوست ہے اور اس کے معانی و مفاہیم بھی ایک دوسرے کی تشریح و توضیح میں یکہ گر داخل ہیں۔ استغفار کے معنی مغفرت چاہنے کے ہیں یہ مصدر غَفَرَ یَغْفِرُ کے باب استغفال سے ہے۔جس سے اس کے معنی ڈھانپ لینے اور چھپا لینے کی استدعا کرنا کے ہیں۔مغفرت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بندہ کے گناہوں کو ڈھانپ لینے یا چھپا دینے یا بخش دینے کے ہیں۔اور اس طرح استغفار سے مراد گذشتہ گناہوں سے معافی مانگنا یعنی گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرنا زبان سے گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا اور دل سے دعا کرنا ہے کہ اللہ کی رحمت اسے گناہوں کی نحوست سے ڈھانپ لے یا چھپا لے۔

توبہ' مغفرت اور عفو و درگزر کے الفاظ اس حوالہ سے عموماً مستعمل ہیں۔ بندوں کا اپنے رؤف الرحیم کے حضور توبہ کرنا یہ ہے' کہ وہ گناہوں کی معافی چاہیں۔

اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کریں۔ یہ سب سے پہلا مرحلہ ہے۔ اور پھر اللہ جل شانہٗ کی رحمت جب کسی بندہ کے گذشتہ گناہوں کو ڈھانپ لے اور اس کو اپنی رحمت کی چادر میں چھپا لے تو یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خصوصی رحم و کرم کرتے ہوئے تمام گناہوں کو نامہء اعمال سے مٹا دے اور بندے کو بالکل معاف کر دے تو یہ تیسرا مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ عفوودرگزر کا ہے۔ اصل معنی کے لحاظ سے ترتیب یہی ہے لیکن تینوں مراحل کا سرچشمہ کیونکہ رحمت خداوندی ہے اس لئے توبہ، استغفار اور عفوودرگزر کا عمل ایک بندہ مومن کیلئے یکساں اور برابر طور پر فائدہ مند ہیں۔

توبہ کے لوازمات

توبہ رحمت خداوندی کی استدعا کا بہت بڑا موجب ہے اور اے بندہ مومن کیلئے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت بڑی امانت الٰہی ہے جو قربت خدواندی کا ذریعہ ہے اس کے لیے اس کے لوازمات کا جاننا اور انہیں پورا کرنا بہت ہی ضروری ہے تاکہ اس کی برکات سے کما حقہ، مستفید ہوا جا سکے۔

- **ندامت:**

توبہ کیلئے ضروری ہے کہ بندہ اپنے گذشتہ گناہوں کا اعتراف کرے اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ اس عمل پر اپنی افسردگی و پشیمانی کا اظہار کرے۔ اور آئندہ کیلئے اس عمل کے قریب تو کجا اس کا خیال تک نہ کرنے کا عہد کرے۔

- **خلوص:**

توبہ خالصتاً اللہ کے خوف اور اس کی طاعت کی بنیاد پر ہو۔ کسی قسم کا دوسرا

خوف یا طمع اس کا محرک نہ ہو۔

● پختہ ارادہ:

توبہ کرتے وقت پختہ ارادہ ہو کہ گناہ ہمیشہ کیلئے ترک کر دیا ہے اور آئندہ کبھی اس کا خیال تک بھی دل میں نہ لائے گا۔

● واضح تبدیلی:

توبہ کرنے کے بعد انسانی قول وفعل میں ایک واضح تبدیلی نظر آنا ضروری ہے جس سے اس کی روزمرہ زندگی میں واضح تقویٰ' طہارت اور عبودیت کی رغبت کا شوق مرشح ہونا چاہیے۔ توبہ کے بعد آدمی کی سوچ مثبت اور راست ہو جانا چاہیے۔ ارادے اور خواہشات واضح طور پر نیکی اور اچھائی کے کاموں کی طرف رغبت کے مظہر ہونا چاہیں۔

● کثرت رقت:

توبہ کرنے والوں کو اپنی غلطیوں کو دل میں لا کر اپنے مالک کے سامنے رو رو کر گریہ وزاری کے ساتھ مغفرت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے دل میں خوف خدا بڑھتا ہے اور نیکی کی طرف میلان طبع میں زیادتی ہوتی ہے۔

● اپنے حال پر غور وخوض:

اپنے احوال کا آدمی بخوبی واقف ہوتا ہے۔ وہ اپنا بہترین جج ہوتا ہے۔ ضمیر اگر زندہ ہے تو اسے اپنے نیک و بد کا پورے طور پر احساس دلاتا رہتا ہے۔ اس لئے اگر آدمی اپنے احوال پر پوری ارتکاز توجہ کے ساتھ غور وخوض کیلئے وقت نکالتا رہے تو

اسے نیکی کی طرف بڑھنے میں استقامت ملتی ہے۔ اور بُرائی سے بچنے اور دور رہنے کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ گناہ کی کامل ہلاکت کا یقین ہوتا ہے اور طاعتِ خداوندی میں اپنی بقا و سلامتی اور دینی و دنیوی سعادت کے حصول میں تگ و دو کرنے کا شوق افروز ہوتا ہے۔

- **تعلیم قرآن:**

قرآن مجید کی تلاوت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایک توبہ کرنے والے کیلئے قرآن مجید بہترین اور موثر راہنمائی کا اہتمام کرتا ہے۔ قرآن مجید کے ایک ایک لفظ سے ہدایت نصیب ہوتی ہے اس لئے کثرت تلاوت توبہ کی برکات سے کامل مستفید ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔

- **مجالس بزرگان:**

بزرگ اور عالم باعمل کی مجالس کا اہتمام تذکیر نفس کیلئے بہت بڑا ذریعہ ہے۔ بزرگ اپنے گزران حال اور تجربات سے جب آگاہی دیتے ہیں تو اس سے انسان کے اپنے احوال کی درستگی میں دلچسپی زور پکڑتی ہے۔ عبرت ناک واقعات اور موثر فصیح و بلیغ بیان دل کی سختی کو نرم کرتا ہے۔ آدمی میں تقویٰ اور پرہیز گاری کی کیفیات کو فروغ ملتا ہے۔

- **شب بیداری:**

رات کے خفیہ گوشوں میں اللہ کی یاد میں بیٹھنا اور اس سے اپنے احوال کی درستگی کی دعا و مناجات کرنا بڑا مفید ہے۔

ذخیرۂ کتب
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق سلطان قادری (1955-2016)
جھنگ۔ پنجاب

قبولیت توبہ کی پہچان

کوئی شخص جب پورے خلوص اور نیک نیت کے ساتھ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے (کوئی بعید نہیں کہ) اس کی توبہ۔فوراً قبول ہوجاتی ہے کیونکہ انسان کے گناہ اسے اللہ تعالیٰ سے دور لے جاتے ہیں اور اسے حق کی قبولیت میں حجاب بن جاتے ہیں لیکن توبہ ان تمام حجابات کو اٹھادیتی ہے اور قبولیت دعا کے بعد مندرجہ ذیل آثار واضح طور پر محسوس کئے جاسکتے ہیں۔

- **آئینہ دل کی صفائی:**

توبہ کی قبولیت سے انسان کے دل کا آئینہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر سایہ فگن ہو جاتی ہے۔اسے نیکی میں سکون اور مسرت محسوس ہوتی ہے۔جبکہ برے کاموں سے یک گونہ دور رہنے اور بچے رہنے کی خواہش زور پکڑ جاتی ہے۔

- **صحبت صالح کی تڑپ:**

قبولیت دعا کے بعد انسان نیک لوگوں کی مجالس میں حاضری کا طلب گار بن جاتا ہے۔انہیں ان کی باتوں سے سکون اور اطمینان ملتا ہے۔جبکہ اس کے مقابلہ میں

فاسق اور فاجر لوگوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور حتیٰ المقدور ان سے گریز پا ہو جاتا ہے۔

● تقویٰ میں زیادتی:

انسان میں قبولیت دعا کے بعد تقویٰ و پرہیزگاری زور پکڑ جاتی ہے۔ انسان چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی خدا خوفی اور اطاعت و بندگی کے جذبے سے مصروفِ فرما ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی مصیبت بھی اس کی نظر میں بڑا گناہ بن جاتا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اس کیلئے ایک بہت بڑا فائدہ مند عمل بن جاتا ہے۔

● دنیاوی حیثیت کم ہو جاتی ہے:

دنیا داری اور یہاں کے فخر و اعزاز قبولیت دُعا کے بعد انسان کی نظر میں پرِکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس لئے دنیاوی خوشیاں انسانی زندگی میں بے کار ہو جاتی ہیں۔ جبکہ آخرت کی زندگی کی خوشیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ سعی و جدوجہد کا جذبہ زور پکڑ جاتا ہے۔

● گناہوں کی تلخی بڑھ جاتی ہے:

قبولیت دعا کے بعد انسانی زندگی میں گناہوں کی بُرائی اور خرابی کا یقین بڑھ جاتا ہے اس لئے انسان کے دل میں ان سے نفرت زور پکڑ جاتی ہے۔ خاص طور پر اپنے کئے ہوئے گناہوں پر ندامت اور پشیمانی تلخی کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔

● لذتِ حسنات:

بقول امام غزالی رحمتہ اللہ قبولیت توبہ کا یہ ایک بدیہی ثمر ملتا ہے کہ انسان کیلئے نیکی کے کاموں میں اسے شہد کی سی لذت ملتی ہے اور اسے گناہوں سے بچ رہنے کا

جذبہ کسی طور بھی ان کے قریب جانے نہیں دیتا۔

● سنجیدگی و متانت:

قبولیت دعا کے بعد انسانی زندگی میں فوری تبدیلی یہ آتی ہے کہ اس کی زندگی میں گزشتہ گناہوں کی تلخی کی وجہ سے شرمساری و انکساری زور پکڑ جاتی ہے اور اب توبہ کے بعد اس کی زندگی میں متانت اور سنجیدگی چھا جاتی ہے' اس کی زبان کسی قسم کی بیہودہ اور لچر پن سے بالکل پاک ہو جاتی ہے۔ ذکر الٰہی اور حمد باری تعالیٰ اس کا وظیفہ بن جاتا ہے۔

● موت کی یاد:

قبولیت دُعا کے بعد انسانی دل موت کی یاد میں زیادہ مشغول ہو جاتا ہے۔ کیونکہ توبہ اپنے گناہوں کی تلخی کا احساس بڑھا دیتی ہے اور آخرت میں اپنے نیک انجام کی فکر اور اس کیلئے تیاری کا جذبہ چھا جاتا ہے۔ اس سے لازماً انسان کی زندگی میں ندامت' خوف' انکساری' حیا اور نفسانی خواہشات سے دوری کا جذبہ بہت زور پکڑ جاتا ہے۔

● گناہوں سے کنارہ کشی:

حدیث شریف میں وارد ہے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے گناہوں کو نیکیوں میں بدل لیا اور نیکیوں میں آگے نکل گئے۔ ان کا بوجھ اتر گیا اور وہ قیامت میں ہلکے پھلکے پہنچیں گے ان لوگوں کی توبہ سے غرض صرف اللہ جل جلالہ کی رضا حاصل کرنا ہوتی ہے۔ وہ گناہوں کی قدرت پا کر بھی ان سے محفوظ رہتے ہیں' کیونکہ وہ کلی طور پر گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ وہ صرف نیکیوں میں مشغول ہوتے ہیں اور نافرمانی اور مصیبت کا خیال تک دل میں نہیں لاتے' اسی گروہ کے لوگ سب سے اعلیٰ

اور افضل ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے جائیں گے کہ یہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی ہوگا۔

ممانعات توبہ

توبہ سے روکنے والے عوامل ممانعات توبہ کہلاتے ہیں۔ توبہ خالصتاً رضائے الٰہی اور توفیق الٰہی کے انعامات میں سے ایک انعام ہے۔ جو کہ معصیت کی زندگی میں انسان کی بدبختی کو بڑھاوے دینے والے عوامل کی وجہ سے انسان کو محروم رکھتا ہے۔ جو لوگ توبہ نہیں کرتے وہ روحانی طور پر بانجھ ہو جاتے ہیں۔ ان کی روح مردہ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کو نیکی سے نفرت اور بدی کے کاموں میں لذت ملتی ہے۔ روح کمالِ آدمیت ہے اور عصیان و طغیانِ بشری انسانی گراوٹ کا سامان ہے۔ علمائے کرام نے ممانعات توبہ میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کو سدِ راہ ہدایت گردانا ہے۔

- **عقیدہ آخرت کا فقدان:**

آخرت پر ایمان کا نہ ہونا انسان کیلئے توبہ و استغفار کے دروازے بند کرنے کا بہت بڑا سبب ہے۔ کیونکہ انسان کو اپنے گناہوں پر کسی باز پرس کا خوف نہیں ہوتا اور نیکی کے کاموں پر کسی قسم کے انعام و اکرام کا یقین نہیں ہوتا۔

- **شہوات کا غلبہ:**

دنیا کی رنگ رلیاں اور لہو ولعب کی لذت جب انسانی اعمال میں غلبہ حاصل کر جاتی ہے تو اس کی روح مر جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا ضمیر اسے ملامت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور اس طرح ہوا و ہوس اور دنیاوی نشاط و افتخار کے کاموں میں اس کی

مصروفیت غالب ہو جاتی ہے۔ اس کا نفع ونقصان کا پیمانہ انہی امور میں اسے مست رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کا اپنی حقیقی کامیابی وکامرانی پر سوچنے کی فکر ختم ہو جاتی ہے' اور اس کی وجہ سے توبہ کا دروازہ کھلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

● دنیاوی زندگانی میں محویت:

جب انسان اس دنیا کی زندگی کو ہی حقیقت سمجھتا ہے اور اس کے بعد کسی قسم کی زندگی کا یقین نہیں رکھتا تو اس کے لئے اس کا نفع ونقصان اس دنیا کے اسباب وعوامل تک محدود ہو جاتا ہے۔ آخرت کی زندگی پر اس کا ایمان نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے اسے آخرت کی فکر نہیں ہوتی اور اسے اپنی زیادتیوں کے حوالہ سے کسی محاسبہ کا خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی آخرت کی نعمتوں کا کوئی لالچ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسے کبھی توبہ کرنے کا خیال تک نہیں آتا۔

● عمر خضر کا گمان:

انسان جب اپنی اس عارضی زندگی کے ایام کو لمبی اور طویل عمر سمجھنے لگ جاتا ہے تو اس کی منصوبہ بندی اسی نام نہاد طویل زندگی کے گرد گھومتی ہے یہیں کے مال و اسباب بنانے کی اسے فکر لگی رہتی ہے اور اس کیلئے وہ حق و ناحق کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اس کی زندگی میں حیلہ جوئی' جھوٹ' بے وفائی اور دھوکہ دہی کے عناصر بڑھ جاتے ہیں۔ وہ معافی اور توبہ کے کاموں کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے مؤخر کرتا رہتا ہے اور اپنی عارضی کامیابیوں میں مگن رہتا ہے۔

● رحمت خداوندی پر بے جا بھروسہ:

اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے۔ اس کی رحمت ومغفرت کو کسی طور پر پابند نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اللہ کی فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ اعمال خیر اور اعمال شر میں مبتلا

لوگوں میں لازمی فرق کرنا انصاف خداوندی کا بدیہی فیصلہ ہے۔ اس لئے رحمت خداوندی کے نشہ میں گناہوں پر دلیر رہنا کسی طور پر بھی مناسب نہیں ہے' یہ انتہائی حماقت اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ کیونکہ موت کا وقت کسی طور پر بھی انسان کی قدرت میں نہیں ہے۔ اور اس وقت سے کوئی بھی واقف نہیں۔ اس لئے توبہ ومغفرت کی دُعا کو آخری اوقات تک ٹالتے رہنا انسان کو توبہ کی نعمت سے محروم کر کے موت کی آغوش میں ڈال سکتا ہے۔

- **حب جاہ وعداوت:**

دنیاداری کے ماحول میں جاہ پسندی اور دشمنی انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ اس میں حق و باطل کی پہچان ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اسی پہلو کو کچھ اور طرح سے یوں بیان کیا گیا ہے کہ تمہیں کسی کی دوستی اور دشمنی اس بات پر نہ اکسائے کہ تم ناانصافی کرنے لگو۔ غرض انسان اقتدار کی چکا چوند میں اپنے آپ کو فرعون بنا لیتا ہے۔ اور اس طرح اسے اپنی زیادتیوں پر کسی قسم کے احتساب کا خوف نہیں آتا۔ اور یوں اس کے مظالم کا سلسلہ بڑھتا رہتا ہے۔ اسے کسی طور توبہ کرنے کی توفیق نہیں ملتی جو اس کی آخرت میں اس کی نجات کا باعث بن سکے۔

- **عیب جوئی:**

عیب جوئی انسانی کردار کی ایک ایسی خرابی ہے جو کہ اسے معاشرہ میں ایک سڑیل اور ناک بھوں چڑھانے والی شخصیت میں بدل دیتی ہے۔ اسے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی بُرائی نظر آتی ہے لیکن اپنے بڑے بڑے عیب اور گناہ بھی اسے نظر نہیں آتے اور اس صورتحال میں انسان کی نفسیات بالکل لاپرواہی اور منافقت کی زندگی میں ڈھل جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے دوسروں کی زندگی میں ٹانگ اڑانے کی

عادت سی پڑ جاتی ہے دوسروں کو بُرا بھلا کہنے میں سکون ملتا ہے۔ اور اس طرح دوسری طرف سے اس پر تنقید اسے اپنی غلطیوں کی طرف دیکھنے پر مائل نہیں کر سکتی وہ ان کی دشمنی میں اپنی ذات پر کسی قسم کا حرف نہیں سنتا اور یہی چیز اُسے ندامت' پشیمانی اور افسوس کی راہ سے توبہ کرنے نہیں دیتی۔ وہ معاشرے میں اس پہلو کو اپنے لئے ناکامی سمجھتے ہوئے اختیار نہیں کر پاتا۔ اور اس طرح ہدایت کی راہ بند رہتی ہے۔

- **دینی تعلیم سے غفلت:**

دینی تعلیم روح کو بالیدگی دیتی ہے۔ لیکن جو انسان اس نعمت سے مستفیض نہیں ہوتا اس کی روح دینی حجاب کا شکار ہو جاتی ہے۔ انسان خود اپنے طور پر کبھی حق کی راہ تلاش نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کو کجر دی اور سرکشی کی زندگی زیادہ لذت دیتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے انسان اپنی دینی تعلیم کا کوئی نہ کوئی موقع ضرور نکالتا رہے کہ اسے خدا خوفی اپنے گناہوں پر تاسف اور نیکی کی طرف شوق ورغبت پیدا ہو سکے جس سے توبہ کی نعمت بہ بطریق احسن نصیب ہوتی ہے۔

توبہ کی اقسام

حضرت شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے توبہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

- **توبہ گناہ سے نیکی کی طرف:**

یعنی جن لوگوں نے کوئی برا فعل کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی۔

- **توبہ نیکی سے زیادہ نیکی کی طرف:**

یہ توبہ اہل ہمت خصوصاً اولیاء اللہ کیلئے خاص ہے۔ کیونکہ وہ تو معصیت کی

زندگی سے دور ہی رہتے ہیں۔ ان کی زندگی میں معمولی نیکی پر قرار پکڑنے اور راستہ میں ٹھہر جانے کو حجاب خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ نیکی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے اس واقعہ سے ملتی ہے کہ سارا عالم تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کی حسرت میں ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ اسلام نے دیدار الٰہی سے توبہ کی کیونکہ یہ دیدار الٰہی کی آرزو خود اپنے اختیار سے طلب کی تھی اور پھر خودی کو ترک کر کے حق تعالیٰ کی طرف راجع ہو گئے جو کہ درجہء محبت میں ہے۔

● بلند تر مقام پر ٹھہرنے سے توبہ:

علمائے کرام کا کہنا ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات ہمیشہ ترقی پر تھے اس لئے آپ جب کسی بلند مقام پر پہنچتے تھے تو اس کے نیچے کے مقام سے استغفار کرتے اور اس مقام کے دیکھنے سے بھی توبہ فرماتے تھے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے ابوعلی وفاق کا ایک قول نقل کیا ہے کہ توبہ کی تین قسمیں ہیں۔

(1) سادہ توبہ (2) انابت (3) اوبت

اول درجہ سادہ توبہ کا ابتدائی درجہ کی توبہ ہے۔ جبکہ انابت متوسط درجہ کی توبہ ہے۔ جبکہ اوبت انتہائی درجہ توبہ ہے۔ جس کسی نے اللہ کے عذاب کے ڈر سے توبہ کی تو وہ صاحب توبہ ہے۔ اور جس کسی نے ثواب کے طمع میں توبہ کی یا سزا کے اندیشہ سے توبہ ں وہ صاحب انابت ہے اور جس کسی نے محض حکم کی تعمیل میں توبہ کی اور کسی قسم کے ثواب کا طمع یا لالچ نہ کیا اور نہ ہی کسی عذاب کے اندیشہ کو ملحوظ رکھا وہ صاحب اوبت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ توبہ (عام) ایمان کی صفت ہے اللہ نے فرمایا اے

اہل ایمان فلاح کی امید کے ساتھ اللہ کے حضور توبہ کرو۔ انابت اولیاء مقربین کی صفت ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے وجاء بقلب منیب یعنی وہ اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے دل کے ساتھ آیا ہے۔ اوبت انبیاء مرسلین کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ اچھا بندہ تھا بلاشبہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں توبہ تین معانی پر حاوی ہے۔

(1) گناہ پر پشیمان ہونا۔ (2) جس چیز کی اللہ نے ممانعت کر دی اس کو دوبارہ کبھی نہ کرنے کا پختہ عہد کرنا۔ (3) حقوق (انسانی) کو پورا کرنے کی مکمل کوشش کرنا۔

حضرت عبداللہ بن محمد بن علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ لغزشوں سے توبہ کرنا ہے جبکہ ایک توبہ غفلت سے توبہ کرنا ہے اور ایک توبہ نیکیوں کو دیکھ کر توبہ کرنا ہے ان تینوں میں بڑا فرق ہے۔

ابن عطاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں توبہ دو طرح کی ہے۔ (1) توبہ انابت (2) توبہ استجابت۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر توبہ کرنے اور توبہ استجابت یہ کہ انسان اللہ کے کرم سے شرما کر توبہ کرے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ گناہ کو بالکل ترک کئے بغیر استغفار کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے جبکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین باوجود اپنی تمام وسعتوں کے جب انسان پر ندامت کی وجہ سے تنگ ہو جائے اور کسی طور پر قرار نہ آئے اور انسان اپنی ہی جان سے تنگ آ جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اور ان کی جانیں خود ان پر وبال ہو گئیں اور ان کو یقین ہو گیا
کہ سوائے اللہ کی طرف توجہ کرنے کے اور کوئی ذریعہ اللہ سے
بچاؤ کا نہیں ہے اور پھر اللہ نے ان کی طرف توجہ فرمائی تا کہ وہ

لوٹ آئیں"۔

حضرت ابوبکر واسطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خالص توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والے پر گناہ کا کوئی نشان تک باقی نہ رہے۔ جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ توبہ کے بعد پرواہ نہیں کرتا اس کی صبح شام کیسے گذرتی ہے۔ حضرت یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں فرمایا:

"اے الٰہی میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں نے توبہ کر لی نہ یہ کہتا ہوں کہ پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں اپنی عادت سے واقف ہوں اور نہ گناہوں کو ترک کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں کیونکہ اپنی کمزوری کو پہچانتا ہوں پھر بھی میں یہ کہتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ شاید میں دوبارہ ایسا کرنے سے پہلے میں مرجاؤں۔"

توبہ کرنے والوں کو مندرجہ ذیل مختلف گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ نفس امارہ والا گروہ:

یہ لوگ اپنی توبہ پر صرف تھوڑے عرصہ قائم رہتے ہیں اور پھر دوبارہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اپنی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے اعمال بد پر بضد رہتے ہیں۔ معصیت کی زندگی ان پر حاوی رہتی ہے لیکن پھر بھی بخشش کی امید رکھتے ہیں۔ یہ لوگ بے عقل اور شدید غلط فہمی کے شکار لوگ ہیں۔ ان کا نفس انہیں بدی پر ابھارتا ہے۔ اور بھلائی سے روکتا ہے۔ اندیشہ ہے یہ لوگ بد بخت انجام سے دو چار نہ ہو جائیں۔ ہاں اگر یہ لوگ توحید پر مریں اور ایمان کی حالت درست ہو تو توقع کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں دوزخ کے عذاب سے کچھ مدت کے بعد چھٹکارا نصیب فرما دیتے۔

۲۔ نفس مسئولہ والا گروہ:

نفس مسئولہ کے گروہ میں شامل لوگ اپنی گناہ کی زندگی پر جلد ہی ندامت کا اظہار کرتے ہیں اور گناہ کی خواہش بہت کم ان پر غالب آتی ہے انہیں اپنی جوابدہی اور احتسابی کا بہت خیال رہتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ نیکی کے کاموں میں گہری دلچسپی لیں گے تو ان کی فلاح ہوگی۔ ان کی توبہ کے بعد دوبارہ گناہ میں جانے کی نوبت بہت کم آتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ ستر برس تک عمل اہل جنت کے سے کرتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کو جنتی کہتے ہیں اور اس میں اور جنت میں ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ لیکن پھر نوشتہ و تقدیر غالب آتا ہے اور وہ شخص دوزخوں کے سے کام کرنے لگ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا انجام کار دوزخ میں ٹھکانہ بنتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو مسلسل اپنے اعمال کی حفاظت کرنا ہوتی ہے تاکہ کبھی معصیت میں جا کر اپنی آخرت خراب نہ کر بیٹھیں۔

۳۔ نفس لوامہ والا گروہ:

یہ اگر وہ ان لوگوں کا ہے جن کی زندگی گناہ سے بالکل دور رہتی ہے اور جب کبھی انہیں گناہ یا لغزش کا واسطہ پڑتا ہے تو فوراً ان کا نفس انہیں ملامت کرنے لگ جاتا ہے۔ فوراً توبہ واستغفار کر کے اپنی جانوں کو گناہوں سے بچا لیتے ہیں۔ یہ لوگ نفس لوامہ کے لوگ کہلاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور وہ لوگ جب کوئی ظاہر گناہ یا برائی کر بیٹھتے ہیں۔ اپنے حق میں فوراً بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور اللہ کو یاد کریں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

''جو بچتے ہیں کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے سوائے چھوٹے

گناہوں کے"۔ یہ لوگ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے اور فوراً توبہ و استغفار کر لیتے ہیں۔ اسے ہی لوگ درجہ سعادت میں ہیں۔

4- نفس مطمئنہ والا گروہ:

یہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جن کی توبہ کامل ہے یہ لوگ گناہوں سے توبہ کر کے زندگی کے آخری دم تک اپنی توبہ پر قائم رہتے ہیں۔ گذشتہ زندگی میں ان سے جو کوتاہیاں اور گناہ سرزد ہو گئے ہیں ان کی تلافی کی مکمل سعی کرتے ہیں۔ اس کے بعد اب انکی زندگی میں ایسے کسی گناہ کے دوبارہ ارتکاب کی طرف بالکل میلان نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کی توبہ کو ہی توبتہ النصوح کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

توبوا الی اللّٰہ توبتہ النصوصا

یعنی توبہ کرو اللہ سے توبتہ النصوح یعنی خاص توبہ

حدیث شریف میں ہے کہ جو لوگ اپنے گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتے ہیں اور پھر نیکیوں میں اور آگے نکل جاتے ہیں ایسے لوگوں کا ہی بوجھ اتر جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے پہنچیں گے۔ ان لوگوں کی توبہ سے غرض صرف اللہ جل جلالہ کی رضاجوئی ہوتی ہے۔ گناہوں کی قدرت پاکر بھی ان سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کی لذت وسرور ان کی نیکی کی زندگی سے وابستہ ہوتی ہے۔ نافرمانی اور گناہ کرنے کا وہ خیال تک نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ نفس مطمئنہ کے حامل لوگ ہیں اور ایسے لوگوں کو ہی اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی نوید دی ہے۔ یہ لوگ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبتہ النصوح سے مراد خالص سچی توبہ ہے۔ جو صرف اور صرف توجہ اللہ ہو۔ اور تمام تر گناہ کی آمیزش سے خالی ہو۔

لفظ نصوح نصاح ..... ماخوذ ہے۔ نصاح دھاگہ کو کہتے ہیں۔ بس توبۃ النصوح وہ خاص توبہ ہے کہ وہ کسی دوسری چیز سے وابستہ نہ رہے اور نہ ہی کوئی دوسری چیز اس سے متعلق رہے۔ بندہ طاعت پر قائم رہے گناہ کی طرف مائل نہ ہو بلکہ دل میں کبھی نافرمانی اور گناہ کی طرف لوٹنے کا خیال تک نہ آئے۔

مقامات توبہ

اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں کی سرزدگی پر فوراً توبہ کرنے کی تلقین ہے ان میں بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی۔ علمائے کرام کی رائے میں گناہ کبیرہ کی تعداد مبہم ہے جیسے شب قدر اور ساعت جمعہ کو نامعلوم رکھا گیا ہے۔ تاکہ لوگ ان کی جستجو کی زیادہ سے زیادہ سعی کریں۔ ہر وہ گناہ جس کی سزا میں اللہ نے دوزخ کی وعید فرمائی ہے وہ کبیرہ گناہ ہے۔ بعض علمائے کرام کی رائے کے مطابق کبائر گناہ سترہ ہیں۔ جن میں چار کا تعلق دل سے ہے۔

(1) شرک (2) گناہ پر ڈٹے رہنا (3) رحمت خداوندی سے مایوسی (4) اور اللہ کی ڈھیل سے بے خوف ہو جانا۔

چار کا تعلق زبان سے ہے۔

(1) جھوٹی گواہی دینا (2) پاکدامن پر زنا کی تہمت لگانا (3) دانستہ جھوٹی قسم اٹھانا (4) کسی مسلمان بھائی کا ناحق مال مارنا

تین کا تعلق پیٹ سے ہے۔

(1) شراب اور نشہ آور اشیاء کا کھانا پینا (2) یتیم کا مال ناجائز طریقوں سے کھانا۔ (3) دانستہ سود کھانا

دو کا تعلق شرمگاہ سے ہے۔

(1) زنا کاری (2) لواطت
دو کا تعلق ہاتھوں سے ہے۔
(1) قتل کرنا (2) چوری کرنا
ایک کا تعلق پاؤں سے ہے۔
(1) جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا۔
ایک گناہ کا تعلق تمام بدن سے ہے۔

یعنی ماں باپ کی نافرمانی۔ حقوق والدین یہ ہے کہ جب وہ اپنی اولاد کے اعتماد پر کوئی قسم اٹھالیں تو اولاد ان کی قسم کو اپنے عمل سے سچا کر دکھائے۔ اگر وہ گالی دیں تو سرخم کر دے اگر کوئی چیز مانگیں تو فوراً انہیں پیش کر دو۔

صغائر اور چھوٹے گناہ بے شمار ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے میدان میں فردکش ہوئے کہ جہاں لکڑیاں نہ تھیں۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ فداک ابی وامی ہمیں تو یہاں کوئی لکڑی نظر نہیں آتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چیز تم کو مل جائے اسے حقیر نہ سمجھو چنانچہ صحابہ کرام تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور جو کچھ ملا اسے اٹھا کر لے آئے اور یوں ایک بڑا ڈھیر جمع ہو گیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہی حال خیر وشر کا ہے۔ جس کو حقیر سمجھتے ہو وہی چھوٹے سے چھوٹل مل کر بڑا ہو جاتا ہے اور اسی طرح کا انبار لگ جاتا ہے۔ گناہ بندہ کی نگاہ میں کبھی چھوٹا ہوتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ اور کبھی بندہ کی نگاہ میں عمل بہت چھوٹا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ بہت چھوٹا عمل ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنے گناہ کو اپنے اوپر پہاڑ کی طرح جانتا ہے اس کو ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس پر گر نہ پڑے اور منافق اپنے گناہ کو ناک پر اڑنے والی مکھی کی طرح جانتا ہے کہ اس کو ہاتھ سے اڑا دے گا لیکن وہی گناہ اس کی ساری نیکیوں کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ کہ وہ اعمال جنہیں ہم بال سے بھی زیادہ باریک اور حقیر جانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ہلاک انگیز سمجھتے تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہیں گہرا قرب حاصل تھا اور یہی وجہ ہے کہ ایک عالم کی بعض باتیں بہت بڑی محسوس ہوتی ہیں جبکہ کسی جاہل سے وہ صادر ہوں تو انہیں انتہائی حقیر تصور کیا جاتا ہے۔ عارف اور عام کے علم معرفت اور مرتبہ میں جتنا تفاوت ہوتا ہے اسی کے لحاظ سے اعمال کی نوعیت بھی کرنے والے کی حیثیت سے بدل جاتی ہے۔

گذشتہ عمر کے ہر سال' ہر ماہ' ہر دن' ہر ساعت اور اپنے ہر دم پر انسان گہری تفتیشی نظر کرے اور سوچے کہ کس وقت کونسی کوتاہی سرزد ہوئی۔ کن کن گناہوں کا ارتکاب کیا' ہر کوتاہی اور ہر گناہ کو اپنے تصور میں لا کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دلی ندامت کا اظہار کرے اور گڑگڑا کر کے معافی مانگے اور آئندہ ایسا بالکل نہ کرنے کا عزم صمیم دہرائے۔ آئندہ گناہ کو اپنے لئے زہر قاتل' آتش سوزان اور شمشیر براں سے زیادہ اپنے لئے ضرر رساں ہونے کا یقین کر لے۔ گناہوں سے ایسے ہی بھاگے جیسے کوئی کامل ہلاکت آفریں چیزوں سے بھاگتا ہے۔

عبادات میں سے نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ سے متعلق اپنی کوتاہیوں کو یاد کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر کوتاہی' شرائط کی عدم تکمیل' واجبات کی چھوٹ اور فرائض میں غفلت کا مقام توبہ کرنے کا تقاضہ کرتا ہے۔ جب کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

''اور کچھ لوگ ایسے جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کے نیک اعمال برائیوں اور کوتاہیوں سے مخلوط ہوئے ہیں امید ہے کہ اللہ ان پر رحم کرتے ہوئے ان کی توبہ کو قبول کر لے''۔

معاملات میں بھی انسان کو اسی طرح اللہ کے بندوں سے کی گئی اپنی زیادتیوں اور حق تلفیوں کو یاد کرنا چاہیے۔ اللہ کی نافرمانی کا کفارہ تو پشیمانی اور توبہ سے ہوجاتا ہے لیکن بندوں اور مخلوق خدا کی حق تلفی کا کفارہ یہ ہوگا کہ فوری طور پر حق تلفی کا ازالہ کرے۔ اگر ایذا یافتہ آدمی مرگیا ہو تو اس کے لئے دعائے رحمت کرے اور اس کی اولاد اور وارثوں سے بھلائی کرے۔ ان کیلئے دعا کرے۔ اگر کسی کو زبان سے ایذا دی ہو یا کسی کا مال چھینا ہو تو اس کا اتار یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اپنا حلال مال خیرات کرے۔ کسی کی غیبت کی ہو چغلی کھائی ہو عیب جوئی کی ہو تو متعلقہ فرد سے فرداً معافی مانگے اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کے ساتھیوں اور رفقاء کے سامنے مجالس اور محافل میں اس کی تعریف کرے۔ اس کی اچھی باتوں کو بیان کرے۔ کسی کا قتل کیا ہے تو دیت ادا کرے اور مقتولین کے ورثا سے معافی مانگے اور ان کی بھلائی اور خوشی کا پورا پورا اہتمام کرے۔ دیت اور قصاص کی ادائیگی لازم ہے اور حقوق انسانی کی تلافی کیلئے توبہ واستغفار کرنی ہوگی۔ صحیح توبہ کر کے اپنے کردار کو درست کرے اللہ کی قائم کردہ سزا اپنی جان پر خود لگائے۔ نفسانی جہاد کرے جو شخص اس پر ظلم کرے تو اس کو معاف کردے۔ راہ خدا میں کثرت سے خیرات کرے۔ نوافل بکثرت پڑھے تاکہ ان تمام نیک اعمال میں اس کی رقت اور پشیمانی سے اس کے نامہء اعمال کی سیاہی دُھل سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ اعمال کے تین دفتر ہیں ایک دفتر کا لکھا اللہ معاف کر دے گا جب کہ ایک دفتر کا لکھا معاف نہیں فرمائے گا اور ایک دفتر کا لکھا کچھ بھی بغیر معاوضہ لئے دیئے نہیں رہے گا۔ یہ بندوں کی حق تلفیاں ہوں گی۔ جس دفتر کا لکھا اللہ معاف نہیں کرے گا وہ شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ شرک کرنے والے کیلئے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور جس دفتر کو اللہ معاف کر دے گا وہ اللہ کی حق تلفی ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو قیامت کے دن میری امت میں سے مفلس کون ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ فداک ابی وامی۔ ہم میں تو مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس روپیہ اور سامان نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نماز' روزوں اور نوافل کے گراں قدر اجر لے کر آئے گا۔ لیکن کسی کو گالی دینے' تہمت لگانے' ناجائز مال کھانے' خون بہا ادا نہ کرنے اور کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے کی وجہ سے اس کی تمام نیکیاں مظلوموں کو دے دی جائیں گی اور مظلموں کے گناہ اس کے ذمہ ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائیگا پس گناہ گار کیلئے لازم ہے کہ وہ فوراً اپنے گناہ سے توبہ کرے اور کفارہ ادا کر کے اپنی زیادتی کی تلافی کرے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ میں تاخیر کرنے والے تباہ ہو گئے۔ جو کہتے ہیں کہ کچھ مدت کے بعد ہم توبہ کر لیں گے یہاں تک کہ انہیں موت آ جاتی ہے۔ اور بدترین حالت میں آتی ہے حضرت لقمان حکیم رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ کہ پیارے بیٹا توبہ کو کل پر نہ ٹالنا کیونکہ موت ناگہاں آ جاتی ہے۔ پس ہر شخص پر صبح شام توبہ کرنا لازم

ہے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص صبح و شام توبہ نہ کرے وہ ظالموں میں سے ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ اگر ایک وقت میں سب گناہوں سے توبہ کرنی ممکن نہ ہو تو بعض گناہوں سے فوراً توبہ کرنی اور بعض سے نہ کرنی جائز ہے۔ مثلاً یہ سمجھ کر کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور صغیرہ سے نہ کرے کیونکہ کبیرہ اللہ کے نزدیک بڑے گناہ ہیں اور اللہ کے غضب اور ناراضگی کے موجب ہوتے ہیں۔ جبکہ صغیرہ گناہ چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کی معافی کا راستہ قریبی ہوتا ہے جب ایمان اور قلبی یقین میں قوت آ جائے اور ہدایت کا نور نمایاں ہو جائے گا تو پھر از خود اللہ کی طرف رجوع کرنے سے سینہ میں انشراح پیدا ہونے لگے گا۔ اور پھر اس وقت صغائر اور چھوٹی لغزشوں کو بھی چھوڑ دے گا۔ اس کے بعد ہر مقام اور ہر حالت پر گناہ کی کی ہر صورت سے توبہ کو لازم بنا لے۔ جب کسی بندہ کو کسی مقام عبدیت کا عرفان ہو جاتا ہے تو اسے از خود اپنی لغزش یا کوتاہی کا ادراک ہونے لگتا ہے۔ اور اس مقام پر اس کیلئے اس کی فوری تلافی اور ندامت کا انتظام کرنا ضروری ہوگا۔

کبائر گناہوں سے توبہ کر لینے کے بعد انسان کی صفائی میں آلودگی عارضی ثابت ہو جاتی ہے جب کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک صحابیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میں بڑا گناہگار ہوں شراب بے حساب پیتا ہوں، زنا کاری کے گناہ کا بھی ارتکاب ہو جاتا ہے اور جھوٹ کی بیماری بھی ہے۔ آپ مجھے کسی ایسے گناہ کے چھوڑنے کا حکم بخشیں جس سے میری زندگی سے از خود تمام گناہ ختم ہو جائیں تو آپؐ نے فرمایا کہ آپ جھوٹ بولنا چھوڑ دیں۔ تو انشاء اللہ باقی سارے گناہ از خود ختم ہو جائیں گے۔ دوسرے روز جب دن کا آغاز ہوا تو صحابی نے غور کیا کہ اگر شراب پیوں گا تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اس کے بارے میں پوچھا تو جھوٹ بولنا ناممکن ہو گا اور حقیقت حال سے شرمساری آئیگی۔ اس طرح صحابی نے اپنی ہر کوتاہی اور غلطی کے کرنے کو یاد کیا اور جھوٹ نہ بولنے کی قید کی وجہ سے اپنے جرم کے بیان کی خفت سے ڈر کر باز آ گیا اور سارا دن پورے تقویٰ اور پاکیزگی کے ساتھ گزر گیا۔ اور پھر صحابی نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور اس دن کی طرح باقی ساری زندگی گناہ سے پاک ہو کر گزارنے کا عزم صحیح کر لیا۔ اس درجہ پر پہنچنے کے بعد نفسانی خواہشات پر خدا خوفی کا پہلو غالب آ جاتا ہے۔ اور انسان گناہ کی زندگی سے نکل آتا ہے لیکن نکل آنے کے بعد بھی انسان کو اپنی سابقہ کوتاہیوں اور گناہوں پر برابر توبہ کرتے رہنا ہو گا۔ اور اپنے ہاتھوں سے مخلوقِ خدا کو پہنچائی گئی ازیتوں کی تلافی کا سامان کرنا ہو گا۔ بے شک جب انسان پورے خلوص سے توبہ کر لیتا ہے اور نیکی کی راہ پر چلنے کا عزم کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اللہ اس پر رحم فرماتا ہے اور اس کی نئی زندگی کو گناہ سے محفوظ اور نیکی کی راہ میں پرعیش اور آسان بنا دیتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور جب گناہ پر ضد کی جائے تو کوئی چھوٹا گناہ چھوٹا نہیں رہتا۔''

حضرت نعمان بن بشیر رحمتہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے توبہ النصوح کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

انسان بڑے گناہوں سے توبہ کرے اور پھر دوبارہ ان کے پاس کبھی نہ جائے

سورۃ البقرہ میں ارشاد خداوندی ہے:

''مگر وہ جو توبہ کریں اور اصلاح کریں اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا اور میں ہی سب سے بڑا توبہ قبول کرنے والا ہوں۔'' (البقرہ: 160)

ذخیرۂ کتب
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق سلطان قادری (الازہری)
(1955-2016)
جھنگ۔ پنجاب

Scanned By:
ATA-UL-MUSTAFA
0333-4585215

طریق توبہ

جب بھی گناہ سرزد ہو جائے تو انسان کیلئے واجب ہے کہ وہ فوراً ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرے اور پھر اس گناہ کی تلافی کیلئے حسنات کر سیئات کا ازالہ ہو سکے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کوئی بُرائی کر بیٹھو تو فوراً بھلائی کرو تا کہ اس کا بدل ہو جائے اور اس کیلئے اللہ کے حضور کمال ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرو۔

بزرگوں کا قول ہے کہ حسب ذیل آٹھ عمل گناہوں کی تلافی کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ چار کا عمل دل سے ہے۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

(1) توبہ و استغفار کا ارادہ (2) آئندہ گناہ کبھی نہ کرنے کا عزم صمیم

(3) عذاب الٰہی کا خوف (4) رحمت خداوندی سے مغفرت کی امید

چار کا عمل ظاہری اعضاء کے عمل سے ہے۔

(1) دو رکعت نماز توبہ

(2) ستر بار استغفار، سو بار تسبیح

(سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)

(3) صدقہ و خیرات (4) ایک روزہ

بعض روایات میں ہے کہ آدمی وضو کامل آداب کے ساتھ کر کے مسجد میں جائے اور دوگانہ نہ یعنی دو رکعت نماز توبہ کی نیت کرے۔ بعض اقوال میں چار رکعت نماز کا بھی ذکر ملتا ہے۔ بعض احادیث میں گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ کچھ علماء اس عمل کفارہ کو چھپ کر کرنے کو اولیٰ قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علماء کے نزدیک گناہ چونکہ اعلانیہ ہوتا ہے اس لئے اس کی توبہ کا عمل بھی ظاہر اور اعلانیہ ہونا چاہیے۔

ایک روایت میں غسل توبہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ بہرحال حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی گناہ کا ارتکاب کر لے تو وہ فوراً غسل باوضو کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر نماز توبہ کی نیت کرتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دُعا کرے۔

اللھم انی اتوب الیک و منھالا ارجع الیھا ابدا	یعنی اے اللہ میں تیرے سامنے اس (خطا یا گناہ) سے توبہ کرتا ہوں اور (عہد کرتا ہوں) پھر کبھی یہ (گناہ یا خطا) ہرگز نہیں کروں گا۔

پھر دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔ تین مرتبہ یہ الفاظ بڑھے۔

اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی .	یعنی اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل کی بہ نسبت تیری رحمت پر بہت زیادہ بھروسہ ہے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روتا پیٹتا "ہائے میرے گناہ" "ہائے میرے گناہ" کہتا آیا آپ نے اس شخص کو مذکورہ دعا کی تعلیم دی اس نے اسی طرح دعا کی آپ نے فرمایا کہ دوبارہ اسی طرح دعا کرو اس نے دوبارہ یہی کلمات کہے۔ آپ نے فرمایا سہ بارہ کہو اس نے

تیسری مرتبہ وہی کلمات کہے اس پر آپ نے فرمایا اب اٹھو جاؤ اللہ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔ (حصن حصین)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو ایک مجلس میں سو بار شمار کر لیتے تھے فرمایا کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِی وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ — یارب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما یقیناً تو توبہ قبول فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

حضرت بلال بن یسار بن زیدؓ سے مروی کہ ان کے دادا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے اس کی بخشش کر دی جائیگی اگرچہ وہ میدان جہاد سے ہی بھاگا ہو۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ. (ترمذی) — یعنی میں معافی مانگتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ زندہ ہے' قائم رہنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص مندرجہ بالا کلمات رات کو سوتے وقت تین دفعہ کہہ کر سوئے گا' اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی شمار میں کیوں نہ ہوں۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ استغفار کے سردار یہ کلمات ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ — یعنی الٰہی تو میرا رب ہے میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرے عہد پر ہوں اور تیرے وعدے پر باسطاعت قائم

مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ.

ہوں۔ میں تجھ سے اپنے کئے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں تیری ان نعمتوں کا جو تو نے مجھ پر نازل کیں۔ اپنے گناہوں کا تیرے سامنے اعتراف کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں پس تو میرے گناہ بخش دے اس لئے کہ تیرے سوا کوئی گناہ بخش نہیں سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے یقین کامل کے ساتھ دن میں یہ کلمات کہے اور پھر اسی شام کو وہ مر گیا تو وہ جنتی ہوگا اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ کلمات پڑھ لے گا اور پھر صبح سے پہلے مر جائے گا تو وہ جنتی ہوگا۔ (بخاری شریف)

فضیلت توبہ

گناہوں کو مہلک یقین کرنا نفس ایمان میں داخل ہے۔ توبہ گناہوں کی ہلاکت سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ انسان کا اپنے قصور پر ندامت سراسر توفیق الٰہی ہے اور یہی امر توبہ کی اساس ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ توبہ کے امر سے انسان کو کئی قسم کے فضائل، برکات اور فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کا مندرجہ ذیل عنوانات سے احاطہ کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

ا۔ رضائے الٰہی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ توبہ کا امر اللہ تعالیٰ کی رضا کو دعوت دیتا ہے اور توبہ کرنے

سے مالک کائنات کو اپنے بندہ پر بڑا ہی پیار آتا ہے۔ اس کی رحمت وعفو کی چادر اسے لپیٹ لیتی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کی شان ربوبیت کا تقاضا ہے۔ کہ وہ اپنے بندے جس کو شکم مادرے لیکر دامن لحد تک اپنی حفظ و امان میں رکھتا ہے' اس کی آخرت کی بھلائی کیلئے بھی اس کو ہر موقع نجات مہیا کرتا ہے۔ اللہ جل شان کا ارشاد ہے۔ کہ ایک انسان کا قتل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سارے کے سارے انسانوں کا قتل کرنا اور ایک انسان کو زندگی دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سارے کے سارے انسانوں کو زندگی دینا۔ اس فرمان الٰہی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک انسان کے استحصال پر اللہ تعالیٰ کو کتنا دکھ اور اس کی حیات یا ہدایت پر اللہ تعالیٰ کو کتنی خوشی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اے بندے تم مجھے یاد کرو تو میں تجھے یاد کروں گا۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔ کہ میرا بندہ مجھے ایک بار یاد کرتا ہے تو میں اسے دس بار یاد کرتا ہوں۔ وہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دس بالشت بڑھتا ہوں۔ ان تمام احکام سے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندہ سے محبت اور رحمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی آدمی گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جیسی ایک ماں کو اپنی کھوئی ہوئی اولاد پا لینے سے ہوتی ہے۔

۲۔ رزق میں کشادگی اور اولاد میں ترقی:

جب انسان توبہ و استغفار کو اپناتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف اس پر رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جس کا اظہار حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ آپ نے قوم سے کہا۔

اے میری قوم تم اپنے گناہوں کی اپنے رب سے معافی مانگ پھر (ایمان لا کر) پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ تو وہ پھر یقیناً تم پر خوب بارش برساوے گا

اور (ایمان وعمل کی برکت) تم کو اور قوت دے کر تمہاری موجودہ قوت میں اضافہ کر دے گا"۔ (سورۃ ہود:52)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا۔

"تم اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا۔ اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا۔"

(سورۃ نوح:10-12)

مابعد زندگی کی بہتری کی یقین دھانی:

گناہوں کی پاداش میں انسان رحمت خداوندی سے محروم رہتا ہے لیکن جب وہ توبہ کر لیتا ہے تو اس کی زندگی بھی خیر و برکت سے مالا مال ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔ تا کہ اللہ ان کے اعمال بد کا مزہ انہیں چکھا دے اور پھر وہ ان سے باز آ جائیں۔

(الروم:40)

یہ آیت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ گناہوں س زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زندگی آسودہ حال ہو جاتی ہے۔ سورۃ ابراہیم میں ارشاد خداوندی ہے۔

"ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے شک ہے جو کہ آسمانوں" زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تا کہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور موت کے مقررہ وقت

تک تمہاری زندگی بے عذاب کاٹ دے۔

(سورۃ ابراہیم: 10)

نیکیوں میں اضافہ:

توبہ کرنے سے انسان کی برائیاں نہ صرف مٹ جاتی ہیں بلکہ آدمی کے نامہ اعمال میں اللہ تعالیٰ اتنی ہی نیکیوں کا اضافہ فرما دیتا ہے۔ سورۃ الفرقان میں ارشاد خداوندی ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وعَمِلَ صَالِحاً فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِم حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُورًا رَّحِیْمًا ہ

"یعنی مگر جو (شرک و معاصی) سے توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گذشتہ گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرما دیتا ہے بے شک اللہ بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔" الفرقان

سورۃ آل عمران میں جنت کی واضح بشارت دی گئی ہے۔

اے پیغمبر آپ فرما دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو خدا تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا معاف کرنے والا اور بڑی رحمت فرمانے والا ہے۔

(آیت۔31)

حدیث شریف میں وارد ہے:۔

جو بھی مسلمان گناہ کرتا ہے تو اس کے گناہ لکھنے پر مقررہ فرشتہ

تین گھڑی توقف کرتا ہے۔ اگر اس نے تین ساعت کے وقفہ کے کسی بھی حصہ میں اللہ سے اپنے گناہ کی مغفرت مانگ لی تو وہ فرشتہ اس گناہ کو نہیں لکھتا اور قیامت کے دن اس کو اس گناہ پر کوئی واقف نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی عذاب دیا جائے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

''جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے کہ دنیا میں کسی چیز کو اس کے برابر نہ جانتا ہو۔ پھر اس پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا''۔ (بیہقی۔ کتاب البعث)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

اے اولاد آدم جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا۔ میں بے پرواہ ہوں اے ابن آدم اگر تیرے گناہ کنارہ ''آسماں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ کچھ پرواہ نہ کروں گا اے ابن آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین پر بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے کہ مولےٰ میں نے گناہ

کر لیا مجھے معافی دیدے رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس کو پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے کہتا ہے یا رب میں نے گناہ کر لیا تو بخش دے رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے۔ کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو عرض کرتا ہے یا رب میں نے گناہ کر لیا تو مجھے معاف کر دے۔ تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے جس نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے۔ (بخاری مسلم)

آخرت کی کامیابی

توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے کرم کا سامان ہو جاتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا۔

(آیت نمبر:160)

سورۃ آل عمران میں ارشاد الٰہی ہے۔

ہاں جو لوگ توبہ کر لیں اس کے بعد اپنی اصلاح کر لیں سو بے

شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔
(آیت نمبر:89)

سورۃ النساء میں ارشاد الٰہی ہے۔
لیکن جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اپنے دین کو خالص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کر لیں تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے۔ (آیت:146)

سورۃ التوبہ میں ارشاد خداوندی ہے۔
کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے ان کا عمل مخلوط ہے کچھ نیک ہے اور کچھ بد' بعید نہیں کہ ان ان پر (اللہ) پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے نبی تم ان کے احوال میں سے صدقہ لیکر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کیلئے وجہِ تسکین ہو گی۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ البدی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خیرات کو قبولیت عطا کرتا ہے اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

(آیت:102-104)

توبہ پر استقامت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں زبان دراز ہوں اور اپنے

اہل وعیال پر زبان درازی کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم استغفار کیوں نہیں کرتے میں خود دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے قلب پر ایک گھٹا سی چھا جاتی ہے اس لئے میں روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

"اے مومنو تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔"

اس طرح دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

کہ "یقیناً اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اے ایمان والو!
اللہ سے سچی خیر خواہی کے ساتھ توبہ کرو"۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ اور آیات قرآنی اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کو توبہ واستغفار پر استقامت پکڑنی چاہئے۔ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا مستجاب عمل ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی لئے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کے کرنے کا حکم دیا۔

توبہ پر استقامت پکڑنے کیلئے صلحائے کرام نے مندرجہ ذیل اعمال کی تلقین کی ہے۔

ا۔ تذکار ایمان

مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کو مستحکم کرے اور اس کے فرائض و شروط کو پوری صحت و درستی کے ساتھ پورا کرے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور اہل اللہ کی مجالس کو کثرت سے اختیار کرے شیخ ابویزید کا قول ہے کہ انتباہ کی پانچ علامتیں ہیں۔

1- جب اپنے نفس کو یاد کرے تو اپنے آپ کو فقیر سمجھے۔
2- جب اپنے گناہ کو یاد کرے تو استغفار کرے۔
3- جب دنیا کو یاد کرے تو عبرت حاصل کرے۔
4- جب آخرت کو یاد کرے تو خوش رہے۔
5- جب مولیٰ کو یاد کرے تو لرزہ براندام ہو جائے۔

ایمان کے بعد سب سے پہلی نعمت توبہ ہے۔ اس پر استقامت حاصل کرنے سے ہی ایمان کو تقویت مل سکتی ہے۔

۲۔ محاسبہ نفس

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اس سے پہلے کہ تمہارا احتساب کیا جائے تم اپنا محاسبہ کر لو اور اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے تم اپنے اعمال کو تول لیا کرو تم اللہ تعالیٰ کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو آراستہ کرو۔ جب تم اس دن پیش ہو گے تو کوئی پوشیدہ بات تم سے چھپی ہوئی نہیں رہے گی''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مومن کیلئے عبادات کا ایسا مقام قائم کیا ہے کہ اس میں اس کو اپنے نفس کے محاسبہ کا پورا پورا موقع ملتا رہتا ہے' دن رات میں پانچ نمازیں انسان کیلئے اس کی نفسانی خواہشات اور دنیا کی غلامی سے بچانے کیلئے بہترین سامان ہیں۔ ایک نماز سے دوسری نماز تک مومن اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ عمدہ محاسبہ سے شیطان کے دروازوں کا انسداد کرتا ہے۔ استغفار اور ذکر و فکر سے دل کی گرہیں کھولتا ہے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''جس مومن کی نگرانی درست ہو گی اس کی ولایت باقی رہتی ہے''۔

حضرت شیخ واسطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''کہ سب سے افضل کام باطن کا محاسبہ ہے۔ نگہداشت ظاہر کا محاسبہ اور مراقبہ باطن کا محاسبہ ہے۔ ہر ایک دوسرے کی تکمیل کیلئے ضروری ہے اور ان دونوں سے توبہ قائم رہتی ہے۔''

مجاہدہ نفس

محاسبہ نفس کے بعد توبہ کی استقامت کیلئے مجاہد نفس بھی بہت ضروری ہے۔ مجاہدہ نفس سے مراد صبر و برداشت ہے جو کوئی اپنے محاسن و عیوب کو صدق و اخلاص کے ترازو میں نہ تولے' وہ کامل مردوں کے درجے تک نہیں لے جا سکتا' اعمال کی خامیوں کو ملاحظہ کرنا صحیح توبہ کیلئے ضروری ہے' اور توبہ اس وقت تک اپنی روح کو نہیں پہنچ سکتی جب تک سچے دل سے نفس کو صبر و برداشت کا عادی نہ کیا جائے۔ دنیا کی تکلیفوں اور پریشانیوں پر حل گرفتہ ہونا ناشکری ہے۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے''

مجاہدہ نفس اسی وقت مکمل ہو سکتا ہے۔ جب انسان اپنی زندگی صبر و برداشت کو اختیار کرے۔ قناعت کو اپنا طریق زندگی بنا لے۔ خواہشات نفس کو ترک کر دے اور عزیمت کی راہ کو صبر شکر کے ساتھ اختیار کرے۔

حضرت ابوبکر حیاش بیمار ہوئے تو ان کے پاس نصرانی طبیب لایا گیا۔ آپ سے اسے ہاتھ لگانے سے روک دیا۔ وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر خالق حقیقی سے دعا کرتے ہوئے کہا۔

اے اللہ جیسے تو نے مجھے کفر کی تکلیف سے نجات دی ہے ایسے

ہی تو اپنی رضا سے جیسے چاہے کرے"

حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے اوقات کار کن مشاغل میں گزرتے ہیں تو آپ فرمانے لگے' میرے پاس چار سواریاں ہیں جب نعمت حاصل ہوتی ہے تو شکر کی سواری پر اس کے سامنے جاتا ہوں اور جب فرمانبردار ی کرتا ہوں تو خلوص کی سواری پر سامنے جاتا ہوں اور جب معصیت کا مرتکب ہوتا ہوں تو ندامت اور توبہ کی سواری پر حاضر ہوتا ہوں' جب مصائب میں مبتلا ہوتا ہوں تو صبر کی سواری سے کام لیتا ہوں۔

آپ نے تخت شاہی چھوڑنے کے بعد کچھ عرصہ انگوروں کے باغ میں مالی کا کام کرنا شروع کیا۔ ایک مرتبہ ایک سپاہی نے انگور مانگے تو آپ نے فرمایا کہ مالک نے مجھے اجازت نہیں دی۔ سپاہی نے کوڑے مارنا شروع کر دیے آپ نے اپنا سر جھکا دیا اور کہا اس سر کو خوب مارو اس نے کافی عرصہ تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے"۔

شب بیداری

توبہ میں استقامت کیلئے شب بیداری بہت بڑا معاون ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیام لیل کا حکم دیا۔

سورۃ الفرقان میں ارشاد خداوندی ہے۔

"وہی ہے جس نے بنایا ہے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے آنے والا۔ اس کیلئے جو چاہتا ہے نصیحت قبول کرے یا شکر کرنے کا ارادہ کرے۔" (آیت نمبر:62)

سورۃ المزمل میں ارشاد ہے۔

"بے شک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں اور اپنے رب کا

نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو جاؤ۔"

(آیت نمبر:877)

سورۃ الفرقان میں اللہ کے بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

"اور جو رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر"۔ (آیت:64)

سورۃ السجدہ میں فرمایا گیا:۔

"دور رہتے ہیں ان کے پہلو (اپنے) بستروں سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے"

سورۃ الذریت میں ارشاد ہے۔

یہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے اور سحری کے وقت (اپنی خطاؤں) بخشش طلب کرتے تھے۔ (آیت نمبر 16)

سورۃ "ق" میں ارشاد ہے۔

"اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی محمد کے ساتھ طلوع آفتاب کے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اور رات کے وقت بھی پاکی بیان کریں اور نمازوں کے بعد بھی" (آیت:39-40)

آیات قرآن کے ساتھ احادیث طیبہ میں بھی قیام اللیل کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہت بڑا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"تم پر لازم ہے کہ رات کو نماز (تہجد) پڑھو۔ یہ تمہارے رب کو راضی کرنے والی' تمہارے گناہوں کا کفارہ بننے والی اور تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا محبوب عمل تھا۔ یہ بے شک گناہوں سے روکنے والی' بوجھ ہٹانے والی' شیطان کے مکر کو دور

کرنے والی اور بدن سے بیماری کو دور کرنے والی ہے۔"

صوفیائے کرام کا قول ہے کہ شروع رات میں قیام تہجد گزاروں کیلئے ہے۔ درمیان رات میں قیام کرنا قانتین کا درجہ ہے اور آخری شب میں قیام کرنا نمازیوں کا درجہ ہے اور فجر میں ہی قیام کرنا غافلین کا درجہ ہے۔

علمائے کرام نے قیام شب کے حوالہ سے تین گروہ بیان کئے ہیں ایک گروہ جس نے رات اوراد و وظائف میں گزاری۔ رات نے انہیں تھکا دیا اور آخر رات ان پر غالب آ گئی۔ یہ گروہین کا گروہ ہے۔

دوسرا گروہ عبادت گزار عالم میں ہیں جو صبر و استقلال سے عبادت کرتے ہیں اور آخر کار رات پر غالب آ جاتے ہیں۔

تیسرا گروہ اہل انس و اہل مجلس کا ہے۔ جو راتوں کو گڑ گڑا کر گزارتے ہیں اور ان کی رات پریشان حال رہتی ہے۔ ان کیلئے نعمت شب گھٹ کر رہ جاتی ہے محبوب تعالیٰ ان سے نیند اٹھا لیتا ہے ان کیلئے قیام شب آسودگی کا باعث اور وصال یار کا ذریعہ ہے۔ ان سے ملال دور ہو جاتا ہے اور ان پر خدا کا خوف اور رحمت کی امید کا شوق غالب رہتا ہے۔

خلوت نشینی

اللہ کے ذکر اور یاد کیلئے لوگوں کی صحبت کو چھوڑ کر علیحدہ ہو بیٹھنا خلوت نشینی ہے۔ خدا کی یاد میں الگ تھلگ ہو کر بیٹھنا بعثت نبوی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا۔ اور عین بعثت نبوی سے پہلے تو اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ انبیائے کرام اور اولیائے عظام نے بھی عزلت نشینی کو اپنی عبادت و ریاضت کیلئے معمول بنایا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

از کم آمیزی تخیل زندہ تر
زندہ تر جوئندہ پائندہ تر

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خلوت نشینی کو محبوب بنادیا۔ یہ خلوت نشینی تین یا سات دنوں اور بعض اوقات تیس یا چالیس ایام تک ہوتی تھی ۔صوفیائے کرام کی چالیس دنوں کی خلوت نشینی آپؐ کے معمول سے مستنبط ہے ۔حضرت سفیان ثوری رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بندہ چالیس دن تک خلوص دل کے ساتھ عبادت کرے تو خدا اس کے قلب میں نہ صرف حکمت کی نشوونما کرتا ہے بلکہ دنیا سے بے رغبتی اور آخر تکار شوق بھی پیدا کرتا ہے اور دنیا کے امراض اور ان کے علاج سے بھی آگاہ کرتا ہے اس طرح وہ بندہ حق سال میں ایک مرتبہ اپنے اوپر قابو پالیتا ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

'' جو کوئی چالیس صبحوں تک اللہ کی طرف خلوص دل سے متوجہ رہے حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر اسکی زبان پر آتے ہیں''۔

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''میں نے خلوت سے زیادہ اخلاص پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں دیکھی لہٰذا جس نے خلوت کو اختیار کیا اس نے اخلاص کے ستون کو تھام لیا اور صدق وحقیقت کا ایک بڑا رکن حاصل کرلیا۔

خلوت نشینی کی دو صورتیں ہیں۔

(1) فرض

(2) قابل فضیلت

برائی اور بُرے لوگوں سے الگ رہنا فرض ہے اور فضول باتوں اور فضول لوگوں سے الگ رہنا قابل فضیلت ہے۔ بعض اہل تصوف کے ہاں خلوت عزلت نشینی سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک خلوت دوسروں سے الگ رہنے کو کہتے ہیں جبکہ عزلت نفس اور اس کی خواہشوں اور اللہ سے غافل کرنے والی چیزوں سے الگ رہنے کا نام ہے۔ اس طرح خلوت کے معنی وسیع اور عام اور عزلت کے معنی خاص ہیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ خلوت اصل بنیاد ہے اور میل جول عارضی ہے لہٰذا اصل بنیاد کو پکڑنا چاہیے اور صرف بقدر ضرورت لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیے۔ جب ضرورت کے موقع پر لوگوں سے ملا جائے تو خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ یہی اصل بنیاد ہے۔ اور گفتگو عارضی چیز ہے۔ اس لئے اسے صرف ضرورت کے موقع پر ہی اختیار کرنا چاہیے۔ اختلاط اور صحبت میں کثیر خطرات ہیں۔ خلوت اہل صفا کی صفت ہے۔ اور گوشہ نشینی اللہ کے ساتھ وصال کی علامت ہے۔ مرید کیلئے ابتدا میں اپنے جیسے دوسرے لوگوں سے میل ملاپ سے الگ رکھنا اس کی تربیت کیلئے انتہائی ضروری ہوتا ہے۔

عزلت درحقیقت بری خصلتوں سے کنارہ کشی کا نام ہے۔ لہٰذا عزلت کی تاثیر کی غرض و غایت اپنی جان کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کی کوشش ہے۔ توبہ کرنے کے بعد جب انسان اپنی تربیت کیلئے خلوص نشینی یا عزلت نشینی کو اختیار کر لے تو اس کی توبہ میں استقامت آتی ہے اور اس کے نفس کی تربیت بایں طور ہو جاتی ہے کہ اس پر نفسانی خواہشات کے حملوں میں بہت حد تک کمزوری آ جاتی ہے اور اس پر اپنی اصلاح اور خدا خوفی کی کیفیات کا غلبہ آ جاتا ہے۔ جس سے اس کی توبہ

کرنے کے بعد کی برکات کی وافر سطح پر فیضیاب ہونے کے زیادہ سے زیادہ مواقع ہاتھ آ جاتے ہیں۔

کثرت تلاوت قرآن

قرآن مجید کو دل کے امراض کے علاج میں کتاب انقلاب ماننا ہر مسلمان کیلئے ایمان کا حصہ ہے۔ سورۃ ''ق'' میں ارشاد خداوندی ہے۔

''بے شک اس میں اس کیلئے نصیحت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ کان لگا کر سننے اور متوجہ ہو''۔ (آیت نمبر:27)

حضرت شبلی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی نصیحت اس شخص کیلئے جس کا دل اللہ کی حضوری میں ہو اور ایک لمحے کیلئے بھی وہ اس سے غافل نہ رہے۔ تلاوت قرآن کی کثرت کی اپنی برکات ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جب بھی اور جس وقت بھی پڑھا اس کے معارف پہلے سے کہیں اور زیادہ منکشف ہوئے۔''

چنانچہ صالحین امت کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کو کامل توجہ اور دل حضوری کے ساتھ جب بھی پڑھا جائے اس کی برکات سے بلاشک وشبہ مستفیض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی صورت کو کچھ یوں فرمایا ہے۔

''اور وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے تلاوت کرتے ہیں''۔ (البقرہ:121)

حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں اگر تین کاموں میں حلاوت نہ ہو تو تم سمجھ لو کہ تمہاری قسمت کیلئے رحمت کا دروازہ بند ہے۔

1- تلاوت قرآن کے موقع پر
2- ذکر الٰہی کے موقع پر
3- سجدہ کی حالت میں

بعض بزرگوں نے ان میں صدقہ اور سحری کے اوقات کو بھی اس میں ملایا ہے۔

تلاوت کلام پاک کی برکات سے مندرجہ ذیل پہلو حجابات کا باعث بنتے ہیں۔

1- بدعت میں مشغولیت
2- گناہ پر اصرار
3- تکبر
4- دنیا سے محبت
5- علم سے بے بہرہ
6- عقل تک محدود
7- خواہشات کا پجاری

قرآن مجید نے شروع ہی میں اپنی تعریف میں یہ کہہ دیا ہے کہ یہ کتاب ہدایت صرف اہل تقویٰ کو دیتی ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت سے کماحقہٗ فیض یاب ہونے کیلئے تقویٰ کو اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"جب اللہ کے خوف سے بندہ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے جیسے سوکھے درخت سے پتے جھڑتے ہیں"۔

سورۃ الزمر میں ارشاد خداوندی ہے۔

''اے پیغمبر میرے بندوں کو خوشخبری دیدے کہ جو لوگ اس کے بہترین سلام کو سن کر اس کی پیروی کرتے ہیں وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور وہی لوگ صاحب دل ہیں''۔

(آیت نمبر:18)

اس آیت میں بہترین کلام سے مراد وہ کلام ہے جو سب سے زیادہ رشد و ہدایت پہنچانے والی آیات ہیں۔ آیات قرآن کی تلاوت کو بار بار دہرائیں اور اُن کے معانی و مفاہیم کو دل میں جگہ دیں۔ رقت قلب اور گریہ کو اختیار کریں تو انشاء اللہ دل کے حالات بدلنے میں کوئی زیادہ دقت نہیں لگے گا۔ اور اس کی برکات سے کماحقہ فیض یاب ہوسکیں گے اس طرح توبہ کرنے کے بعد تلاوت قرآن دل کو ہدایت پر مجتمع کرنے میں بہت زیادہ موثر کردار ادا کرے گی۔

قرآن مجید کی تلاوت میں مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ رکھنے سے اس کی برکات میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

(1) باوضو ہونا (2) باادب ہوکر بیٹھنا (3) ترتیل کے ساتھ پڑھنا

(4) نماز میں قرآن پڑھنا

(5) آیات کے مقام پر اُن کے حسب حال کیفیات کا اختیار کرنا

(6) آیات کے معانی و مفاہیم پر غور کرنا (7) بار بار آیات کا دہرانا

(8) خوش ذوقی اور خوش الحانی کو اختیار کرنا (9) خدا خوفی کو طاری کرنا۔

اہل دل نے تلاوت قرآن کے حوالہ سے مندرجہ ذیل کیفیات کو پیدا کرنے کی طرف زور دیا ہے۔

(1) گریہء خوف (2) گریہء شوق (3) گریہ نعمت

(4) گریہء شہود (5) گریہء سرور (6) گریہء شکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن پڑھو اور گریہ کرو اور اگر گریہ نہ کرسکو تو ویسی صورت بنا لو''۔ ایک دوسرے روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا:

''قرآن حزن کے ساتھ اترا ہے پس جب تم اس کو پڑھو تو حزن کیا کرو' اور حزن کو دل میں موجود کرنے کی صورت یہ ہے کہ قرآن کی تہدید' وعید' میثاق' اور اوامر ونواہی پر اپنی بے کسی' بے چارگی کا خیال کر کے حزن اور غم کی کیفیات پیدا کرو اور ان کیفیات میں جب آیات پر غور وفکر ہوگا تو ماشاء اللہ اُس کی برکات سے توبہ کی برکات میں کما حقہ اضافہ ہوگا۔''

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
ذخیرۂ کتب
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق سلطان قادری الازہری رح
(1955-2016)
جھنگ۔ پنجاب
رضی اللہ عنک وارضی عن صحابک یا صاحب رسول اللہ

SCANNED BY: ATA-UL-MUSTAFA

قرآن اور توبہ

قرآن پاک میں توبہ کے احکام کو مختلف تناظر میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ جن سے توبہ کی اہمیت' فضیلت' کیفیت اور اس کی برکات کا تذکرہ ملتا ہے۔ اقوام سابقہ کا جہاں تذکرہ کیا گیا ہے وہاں ان کی نافرمانیوں' سرکشی اور کفر و عصیان کے ذکر کے ساتھ ساتھ ان کیلئے توبہ کے کھلے مواقع بھی واضح کئے گئے ہیں جن سے وہ اقوام فائدہ اٹھانے میں وقتی اور عارضی تساہل کا شکار ہوئیں اور ہمیشہ کیلئے نامراد اور مردود ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان افراد قدسیہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کی توبہ کی وجہ سے ان کی گذشتہ تمام سرگوشیوں پر اللہ کی رحمت ڈھال بن گئی۔ قرآن مجید میں توبہ کر کے نیک عمل اختیار کرنے کی ترغیب صرف اس لئے دی گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں آ کر اس کی مخلوق اخروی نجات کی حق دار بن سکے۔ قرآن مجید نے توبہ کے اس پہلو کو بارہا دفعہ مختلف پیراؤں کے ساتھ بیان کیا کہ توبہ میری طرف پلٹ کر آنے کا وہ انعام ہے جس سے میری رحمت تائب کو ڈھانپ لیتی ہے اور اخروی مغفرت کا وہ حق دار بن جاتا ہے۔ ہم ذیل میں توبہ کے ان مختلف مضامین کو درج ذیل عنوانات کے تحت لا کر قرآنی آیات کو پیش کرتے ہیں۔

1- توبہ کا مقصد

2- توبہ کے انعامات
3- توبہ کے احکام
4- توبہ کی قرآنی آیات اور ان کا پس منظر

توبہ کا مقصد

ا۔ اللہ کی طرف پلٹنا

سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 71 میں توبہ کے مقاصد کا اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

''جو شخص توبہ کر کے نیک عمل اختیار کرتا ہے وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے''۔

۲۔ نیک عمل کا اختیار

سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 81-82 میں ارشاد خداوندی ہے:

''کھاؤ ہمارا دیا ہوا پاک رزق اور اسے کھا کر سرکشی اختیار نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب ٹوٹ پڑے گا اور جس پر میرا غضب ٹوٹ پڑے گا وہ پھر گر کر ہی رہا البتہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لئے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں''۔

۳۔ گناہوں کو نیکیوں میں بدلنا

سورۃ الفرقان آیت نمبر 68-70 میں ارشاد خداوندی ہے:

''جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اللہ کی حرام کی ہوئی

کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور زنا کے مرتکب نہیں ہوتے ..... یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اس کو مکرّر عذاب دیا جائے گا اور اسی میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ اِلا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور بڑا ہی مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے"۔

۴۔فلاح آخرت

ا۔ سورۃ القصص آیت نمبر 67 میں ارشاد خداوندی ہے:

"البتہ آج جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے وہی یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہو گا۔"

ب۔ "اے مومنو تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے"
(سورۃ النور۔آیت نمبر: 31)

۵۔رحمت خداوندی

ا۔ "جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے یہ اس کا رحم و کرم ہی ہو گا کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی سے کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے"۔

(سورۃ الانعام۔آیت نمبر: 54)

ب۔ ''اور جو لوگ بُرے عمل کریں پھر توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو یقیناً اس توبہ اور ایمان کے بعد تیرا رب درگزر اور رحم فرمانے والا ہے''۔

(سورۃ الاعراف۔آیت نمبر: 153)

ج۔ ''تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں''۔

د۔ ''وہ چیزیں ہم نے خاص طور پر یہودیوں کے لئے حرام کی تھیں جن کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور یہ ان پر ہمارا ظلم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا ہی ظلم تھا جو وہ اپنے اوپر کر رہے تھے البتہ جن لوگوں نے جہالت کی بنا پر بُرا عمل کیا اور پھر توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو یقیناً توبہ و اصلاح کے بعد تیرا رب ان کے لئے غفور اور رحیم ہے''۔

ح۔ اگر کوئی شخص بُرا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ کو درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا مگر جو بُرائی کمائے تو اس کی یہ کمائی اس کے لئے وبال ہو گی بے شک اللہ کو سب باتوں کی خبر ہے''۔

(سورۃ النساء۔آیت 110-111)

و۔ ''ان کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ ان کی سزا میں تخفیف ہو گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں بے شک اللہ بخشنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے''۔

(سورۃ آل عمران ۔آیت نمبر: 87-89)

ز۔ ''پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہو جائیگی بے شک اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بہت بڑا رحم کرنے والا ہے''۔

خ۔ ''کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کرلیا ہے ان کا عمل مخلوط ہے کچھ نیک ہے اور کچھ بُرا۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے نبی! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہیں) انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لے وجہ تسکین ہو گی اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی دُعا قبول کرتا ہے اور ان کی خیرات کو قبولیت عطا فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔'' (سورۃ التوبہ۔آیت نمبر 102-104)

6۔ غلطیوں کے ازالہ کا موقع

ل۔ ''پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگوں کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دو چار ہوں البتہ جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کرلیں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہو گی''۔ (سورۃ مریم آیت نمبر 59-60)

ب۔ ''اے موسیٰ ڈرو نہیں میرے حضور رسول ڈرا نہیں کرتے الا یہ کہ کسی نے قصور کیا پھر اگر برائی کے بعد اس نے بھلائی (توبہ) سے بدل لیا تو میں

معاف کرنے والا مہربان ہوں"۔ (سورۃ النمل آیت نمبر 46)

ج۔ اے نبی کہہ دو" کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو بہت بڑی مغفرت کرنے والا اور بہت بڑا رحم کرنے والا ہے"۔

(سورۃ الزمر آیت نمبر 53)

"پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع بن جاؤ اس کے قبل اس کے تم پر عذاب آئے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے۔ اور پیروی اختیار کرو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آئے اور تم کو خبر بھی نہ ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی شخص کہے افسوس میری اس تقصیر پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کرتا رہا بلکہ میں تو الٹا مذاق اڑانے والوں میں شامل تھا "یا کہے" کاش اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہوتی تو میں بھی متقیوں میں سے ہوتا" یا عذاب دیکھ کر کہے "کاش مجھے ایک موقعہ اور مل جائے اور میں بھی نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں"۔ (سورۃ الزمر آیت نمبر 54-58)

توبہ کے انعامات

توبہ بذات خود اللہ تعالیٰ کا انسان پر بہت بڑا انعام ہے اور اس انعام کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی اور انعام ملتے ہیں۔ جن کے صدقے میں انسان دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ان انعامات کی کیفیات کئی آیات قرآنی سے مترشح ہوتی ہیں۔ جن کا مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

1-رضائے الٰہی

ا۔ ''پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہو جائے گی۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (سورۃ مائدہ آیت نمبر 39)

ب۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے توبہ کرو' خالص توبہ' بعید نہیں کہ اللہ تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے اور تمہیں ایسی جنت میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی''۔ (التحریم آیت نمبر 8)

ج۔ ''البتہ جو لوگ توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کریں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہو گی۔''

(سورۃ مریم آیت نمبر 60)

''اللہ کے حضور بار بار توبہ کرنے والے' اس کی بندگی بجا لانے والے' اس کی تعریف کے گن گانے والے' اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے' اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے' نیکی کا حکم دینے والے' بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے خرید و فروخت کا یہ معاملہ طے کرتے ہیں) اور اے نبی ان مومنوں کو خوشخبری دے دو''۔

(التوبہ آیت 112)

برائیوں سے نجات

ا۔ ''وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر

کرتا ہے حالانکہ تم لوگوں کے سب افعال کا اسے علم ہے۔"

(الشورہ آیت نمبر 20)

ب۔ "الا جو کوئی توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا بے شک وہ بہت بڑا غفور الرحیم ہے"۔ (الفرقان آیت 70)

ج۔ "یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی سے کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔" (الانعام آیت 54)

د۔ "اور جو لوگ میرے عمل کریں پھر توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو وہ یقیناً توبہ اور ایمان کے بعد بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

(الاعراف آیت نمبر 153)

ہ۔ "اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے۔ اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو۔ اور وہ دیدہ دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں انہیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے کیا اچھا بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کیلئے۔" (آل عمران آیت 135-136)

و۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے توبہ کرو توبہ خالص بعید نہیں کہ اللہ تمہاری برائیاں تم سے مدد کر دے اور تمہیں ایسی جنت میں داخل فرما دے

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔" (التحریم آیت نمبر 8)

نجات آخرت

ا۔ "البتہ جو شخص توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ امید ہے کہ فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔"
(القصص: 7)

ب۔ "اور توبہ کرو تم سب اے مومنو اللہ کے حضور میں تاکہ تم فلاح پانے والوں میں سے ہو جاؤ۔" (سورۃ نور: 4)

ج۔ "اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہو۔ اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔
ان لوگوں کی جزاء بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اچھا بدلہ ہے ان کام کرنے والوں کا۔"
(آل عمران: 14)

رزق اور اولاد میں برکت

ا۔ "اور یہ کہ تم لوگ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو مقررہ وقت تک خوش عیش زندگی بخشے گا اور زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔" (سورۃ ہود: ع 1)

ب۔ "اے میری قوم مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر توبہ کرو اس کے

حضور میں وہ بھیج دے گا تمہارے اوپر خوب بارش اور بڑھا دے گا تمہاری قوت میں اور زیادہ قوت اور منہ مت پھیرو مجرم بنتے ہوئے۔"

(سورۃ ہود: ع 1)

ج۔ "پس میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغات بنا دے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری فرمائے گا۔" (سورۃ نوح: ع 1)

توبہ کے احکام

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے توبہ کو گناہ کی زندگی سے بچ نکلنے کیلئے ایک بہت بڑی آسانی رحمت فرمائی ہے۔ جس سے انسان کے پچھلے گناہوں سے معافی ہو جاتی ہے اور آئندہ کی زندگی گناہوں سے محفوظ کر لی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اس نعمت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔

"اور وہ ایسی ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتی ہے اور ان کے گناہ معاف فرما دیتی ہے۔ حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو اور ان لوگوں کی عبادت کو وہ قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کے لئے تو سخت عذاب ہے"۔

(الشوریٰ: ع 3)

ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت غیر مرقبہ کو کچھ ان الفاظ میں

ذکر کیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

آپ میری طرف سے فرما دیں'' کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے' اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرما دے گا وہ بے شک غفور الرحیم ہے۔ اور اپنے رب کی طرف پلٹ جاؤ اور اس کے حضور جھک جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس اس کا عذاب آ جائے اور پھر تمہاری کوئی مدد نہ کر سکے۔'' (الزمر: ع 6)

ا۔ شرک اور کافر کیلئے توبہ کا حکم

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی ہی رحیم و کریم ہے۔ اس نے مشرک اور کافر کے علاوہ سب کو اپنی اس رحمت کی گھاٹی سے مستفیض ہونے کی دعوت دی ہے۔ توبہ کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہے تاہم جو کفر و شرک کی زندگی کو خیر باد کہنے پر تیار نہ ہوں انہیں اس رحمت کے فیض یاب ہونے کا حق نہیں رہتا۔

توبہ کے اصل معنی رجوع کرنے اور پلٹنے کے ہیں بندہ کی طرف سے توبہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ سرکشی کی زندگی چھوڑ کر عبودیت ربی کے آگے سر جھکا دے اور بندگی کے طریقے پر چل پڑے جبکہ خداوند قدوس کے ہاں توبہ سے مراد یہ ہے کہ اس کا بندہ جب شرمسار و پشیمان ہو کر اس کے حضور معافی کی خواستگاری کیلئے جھک جائے تو وہ خالق حقیقی اپنی رحمت کے ہاتھوں اس شرمسار بندے پر مہربان ہو جائے اور اس کی نظر عنایت سے اس کے گناہ معاف ہو جائیں۔

سورۃ النساء میں ارشاد خداوندی ہے:

''جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کیلئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی بُرا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد

جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا ہے اور حکیم و دانا ہے مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو بڑے کام کئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت کا وقت آ جاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اور اسی طرح توبہ ان کیلئے بھی نہیں ہے جو مرتے دم تک کافر رہیں ایسے لوگوں کیلئے تو دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

(آیت نمبر 17-18)

آیت بالا سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ جو اپنے خدا سے بے خوف اور بے پروا ہو کر تمام عمر گناہ پر گناہ کئے چلے جائیں اور پھر عین اس وقت جب موت کا فرشتہ جان قبض کرنے پر آ جائے تو وہ معافی مانگنے لگیں۔ چونکہ دنیا کی زندگی امتحان ہے۔ اور جب امتحان کا وقت تمام ہو جاتا ہے تو پھر کتاب زندگی کا ورق الٹ جاتا ہے۔ اور یوم آخرت کیلئے ایک نئی زندگی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس میں اس کی پہلی زندگی کی جزا و سزا کا فیصلہ ہونا ہے۔ اور یہ وقت معافی مانگنے کا نہیں بلکہ ان نتائج کو بھگتنے کا ہے۔ جو اس کی دنیاوی زندگی کی خرابیوں کا صلے میں لازمی امر ہیں۔

ب۔ توبہ قبول کرنا خداوند تعالیٰ کا حق ہے

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کے تناظر میں گناہ کی زندگی سے واپس ہٹنے کیلئے توبہ کا جو فلسفہ بیان ہوا ہے اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ نظریہ غلط ہے کہ ہر آدمی کو اس کے گناہوں کی ہر حال میں سزا ملتی ہے۔ یہ ایک گمراہ کن

نظریہ ہے۔ اس طرح تو جو کوئی شخص ایک دفعہ غلطی سے باشعوری طور پر گناہ میں داخل ہو گا تو اس لئے پھر واپسی کا یا تلافی کا کوئی حق ہی نہیں رہے گا۔ یہ تو مکمل رحمت خداوندی سے مایوسی کا اعلان ہے۔ جبکہ قرآن انسان کو امید دلاتا ہے کہ اگر تجھے اپنی غلطی اور گناہگاری کا احساس ہو گیا ہے تو وہ فوراً توبہ کر لے اور آئندہ کیلئے گناہ کی طرف مائل نہ ہونے کا مصمم ارادہ کر لے تو اس کے تمام سابقہ گناہوں کی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تلافی کر دے گا۔ کیونکہ بھلائی اور بُرائی کی سزا دینا کلی طور پر خدا کا اختیار ہے۔ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت فرمائے اور جسے چاہے اپنے فضل سے محروم کر دے۔ یہ اس کی حکمت خداوندی کے ساتھ مشروط ہے۔ وہ حکیم ہے اس لئے اپنے اختیارات کو اندھا دھند استعمال نہیں کرتا جب کسی بھلائی پر انعام دیتا ہے تو یہ دیکھ کر ایسا کرتا ہے کہ بندے نے سچی نیت کے ساتھ اس کی رضا جوئی کیلئے بھلائی کی تھی اور جس بھلائی کو رد کر دیتا ہے' اسے اس بنا پر رد کرتا ہے کہ اس کی ظاہری شکل تو بھلے کام کی سی تھی مگر اس کے پردے میں باغیانہ اور مجرمانہ خواہش پنہاں تھی۔

ارتکاب جرم کے بعد جب شرمساری اور پشیمانی پوری نیک نیتی کے ساتھ ظاہر کی جاتی ہے تو وہ دلوں کے بھید جاننے والی ذات دل کے خلوص کو دیکھ کر اس کے جرائم کو معاف کر دیتی ہے' اور بندے کو کسی مایوسی اور قنوطیت کی وجہ سے دوبارہ گناہ کی زندگی میں جانے کا موقع نہیں دیتی شرط صرف اور صرف بندہ کے خلوص اور پاکیزگی نیت کی ہے۔ اگر بندہ اپنے کئے پر شرمندہ اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح پر آمادہ ہو تو پھر بڑے سے بڑے مجرم' کٹے سے کٹے کافر کیلئے بھی خدا کے ہاں مایوسی و ناامیدی نہیں ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

''جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو تم پر سلامتی ہے۔ تمہارے رب نے رحم

وکرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے یہ اس کا رحم وکرم ہی ہے
کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی بُرائی کا ارتکاب کر
بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو وہ اسے
معاف کر دیتا ہے۔ اور نرمی سے کام لیتا ہے' اور اسی طرح ہم
اپنی نشانیاں کھول کھول کر پیش کرتے ہیں تاکہ مجرموں کی راہ
بالکل نمایاں ہو جائے''۔

(سورۃ الانعام آیت 54-55)

یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو لوگ ایمان لا چکے تھے اور ان میں بکثرت ایسے بھی تھے جن سے جاہلیت میں بڑے بڑے گناہ سرزد ہو چکے تھے۔ اب اسلام قبول کر لینے کے بعد ان کی زندگیاں اسلام کیلئے خالص ہو گئی تھیں۔ لیکن مخالفین انہیں ان کی سابقہ گناہگاریوں کا طعنہ دیتے تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ آپ اہل ایمان کو تسلی دیں اور بتائیں کہ جو شخص توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو پھر اس کے پچھلے گناہوں پر گرفت کرنے کا طریقہ اللہ کے ہاں نہیں ہے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد خداوندی ہے:

''جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو
چھپاتے ہیں درآں حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی راہنمائی
کیلئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ یقین جان لو کہ اللہ بھی
ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت
بھیجتے ہیں۔ البتہ جو اس روش سے باز آ جائیں اور اپنے طرز
عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے اسے بیان

کرنے لگیں تو میں معاف کردوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں"۔ (آیت 159-160)

اہل ہود کا یہ بڑا قصور تھا کہ وہ کتاب اللہ کے احکامات کی پوری دیانتداری کے ساتھ بیان نہیں کرتے تھے۔ قرآن مجید نے ہود کے اس جُرم کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے اور اس تناظر میں امت مصطفویٰ کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ اس ہدایت کو پوری دیانتداری کے ساتھ لوگوں کو بتائے۔ قرآن مجید کی اس آیت سے یہ حکم بھی مرشح ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید اس بڑے گناہ سے خلوص کے ساتھ جو لوگ باہر نکلنے پر تیار ہوں انہیں خوشخبری بھی دی ہے کہ وہ اگر باز آ جائیں اور اپنے رویے کو ٹھیک کر لیں تو پھر خداوند قدوس ان کی سابقہ کی گئی کوتاہیوں کو معاف کر دے گا۔"

اس طرح سورۃ آل عمران میں بھی لوگوں کو گناہوں سے نہ نکلنے پر متنبہ کرتے ہوئے توبہ کا دامن تھام لینے پر تحریص کی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ہدایت بخشے جنہوں نے نعمت ایمان پا لینے کے بعد پھر کفر اختیار کیا حالانکہ وہ خود اس بات پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول حق پر ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں بھی آ چکی ہیں۔ اللہ ظالموں کو تو ہدایت نہیں کرتا ان کے ظلم کا بدلہ ہی ہے۔ کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے' اس حالت میں ہمیشہ رہیں گے' نہ ان کی سزا میں تخفیف ہو گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائیگی۔ البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی

اصلاح کر لیں گے۔ اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے تو ان کی توبہ کبھی قبول نہ ہو گی۔ ایسے لوگ تو پکے گمراہ ہیں یقین رکھو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں جان دی ان میں سے کوئی اگر اپنے آپ کو سزا سے بچانے کیلئے روئے زمین بھر کر بھی سونا فدیہ کرے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا ایسے لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے اور وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے:

(آیت نمبر 82-91)

ان آیات میں توبہ کی حد بندی کر دی گئی کہ توبہ اس وقت کبھی قبول نہ ہو گی جب کوئی پھر کفر کی زندگی میں داخل ہو کر عملاً مخالفت و مزاحمت پر اتر جائے۔ لوگوں کو خدا کے راستہ سے روکے' شبہات پیدا کرے' بدگمانیاں پھیلائے' دلوں میں وسوسے ڈالے اور بدترین سازشیں تیار کرے تاکہ حق کی آواز کو ابھرنے نہ دیا جائے تو ایسے حال میں خدا کا قہر و غضب غالب رہے گا اور وہ آدمی دردناک عذاب کا لازماً حصہ بنے گا"

تائب کی سرکشی اور بغاوت کے احکام

سورۃ المائدہ میں سرکش اور باغی کیلئے توبہ کے وقت کا موقع بیان کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے:

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے

کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کیلئے دردناک سزا ہے۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں اس سے قبل کہ تم ان پر قابو پالو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

(المائدہ۔ آیت 33-34)

ان آیات میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد جو لوگ اس کو ختم کرنے میں مصروف ہوں تو ان کیلئے ان کے جرائم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کڑی سے کڑی سزا دینے کا حکم دیا ہے۔ تاہم اگر ان تمام امور کو کرنے والا جب کوئی فرد یا گروہ باز آ جائے اور صالح نظام کو درہم برہم کرنے کی روش چھوڑ کر نظام کی تقویت کا ذریعہ بننے لگ جائے۔ اور اپنے طرز عمل سے مطیع، فرماں بردار اور نیک چلن شہری ہے۔ تو پھر اس کو معاف کر دیا جائے اور اس کو اس کے کسی سابقہ گناہ پر کوئی سزا نہ دی جائے گی۔"

اگر کسی مجرم کو سزا تو ہو جائے لیکن اس کے بعد وہ خود کو مطیع اور فرماں بردار بنا لے تو قرآن مجید اسے آخرت میں نیک انجام کی خوشخبری دیتا ہے۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد خداوندی ہے:

"اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا بینا ہے۔ پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ کی نظر

عنایت پھر اس پر مائل ہو جائیگی۔ یقیناً اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔" (آیت:38-39)

ہاتھ کٹنے وغیرہ کی سزا کے بعد انسان چوری کے جرم سے پاک ہو کر جب صالح بندہ بن جائے۔ تو پھر وہ اللہ کے غضب سے بچ جائے گا۔ اور اللہ اس کے دامن سے اس داغ کو دھو ڈالے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص ہاتھ کٹوانے کے بعد بھی اپنی نیت میں مجرم اور برائی پر تلا رہا اور وہی گندے جذبات پرورش دیتا رہا جن کی بنا پر وہ سزا یافتہ ہوا۔ تو پھر خدا کے غضب کا وہ اس طرح مستحق رہے گا جس طرح جرم کی سزا پانے سے پہلے تھا۔ قرآن مجید اس آیت کے ذریعہ حکم دیتا ہے کہ جس کسی کو اپنے جرم کی سزا دینا بھی مل بھی جائے تو وہ پھر بھی اپنے گناہ کی معافی پروردگار سے مانگتا رہے۔ اپنے نفس کی اصلاح کرے۔ کیونکہ دنیا میں سزا کا نظام ضرورت تمدن ہے۔ اس سے نفس پاک نہیں ہوتا جبکہ توبہ اللہ کی طرف رجوع کا ذریعہ ہے۔ اس سے اللہ کا قرب ملتا ہے اور آخرت کا انجام نیک ہوتا ہے۔

سماجی برائیاں اور توبہ کے احکام

غیبت' جاسوسی اور بدظنی ایسی اخلاقی برائیاں ہیں جس سے معاشرہ محبت و مودت کی بجائے نفرت وحقارت اور دشمنی سے بھر جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ان کو بڑا مذموم قرار دیا گیا ہے۔ ان برائیوں سے بھی توبہ کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو بیت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ دیکھو تم خود

اس سے گھن کھاتے ہو۔اللہ سے ڈرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والے اور رحم کرنے والا ہے"۔

دنیا معصیت کا گھر ہے۔ہر وقت کسی نہ کسی غلطی یا زیادتی کے ہو جانے کا امکان ہے۔غصہ' نفرت' لالچ' کبر اور عصیان انسان کی فطرت میں داخل ہے۔اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ باہم یکدگر ان گناہوں سے بچنے کی کوشش کیا کریں کیونکہ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ انسان کو آخرت میں دوزخ کا ایندھن بنا سکتے ہیں۔ارشاد خداوندی ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے' جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔(اس وقت کہا جائیگا) اے کافرو آج معذرتیں پیش نہ کرو تمہیں تو ویسا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے جیسا تم عمل کر رہے تھے اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے توبہ کرو "خالص توبہ" بعید نہیں کہ اللہ تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ وہ دن ہو گا جب اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے آگے آگے ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کر دے اور ہم سے درگزر فرما' تو تو ہر چیز پر قدرت رکھتا

ہے"۔ (التحریم: 6-8)

ان آیات کریمہ میں یہ واضح کیا گیا کہ بُرائی سے رُکنا صرف انفرادی عمل نہیں ہے بلکہ دوسرے اہل قرابت کو روکنا بھی فرض ہے۔ اس لئے بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت' ان کی نگرانی اور ان کی آخرت کا فکر کرنا والدین کا فرض ہے۔ سربراہِ خاندان کی طرح یہ حکم اہل حکومت کیلئے بھی ہے جو کہ اپنی رعایا کو برائیوں سے روکنے کیلئے محاسبے کا ضروری انتظام کر سکتے ہیں۔ آیات بالا میں مسلمانوں کو خالص سچی توبہ کرنے کا کہا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کو متنبہ کر دیا جائے کہ توبہ کا عمل ایک واجبی اور رسمی اعتراف کا نہیں بلکہ یہ خالص دلی شرمندگی' پشیمانی اور ندامت کے اظہار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور آئندہ اس گناہ کے قریب تک نہ جانے کا مکمل اعتراف کرنا ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ و استغفار کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ توبہ کا یہ طریقہ تو جھوٹے لوگوں کا ہے۔ بدو نے اس پر پوچھا کہ صحیح توبہ کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ صحیح توبہ کیلئے چھ باتیں ضروری ہیں۔

1- جو کچھ کر چکے ہو اس پر مکمل نادم ہوں۔
2- جن فرائض سے غفلت برتی ہے ان فرائض کو پورا کرو۔
3- جس کا حق مارا ہو اس کا حق اسے واپس کرو۔
4- جس کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگو۔
5- آئندہ کیلئے عزم کرو کہ اس گناہ کا پھر اعادہ نہ کرو گے۔
6- اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اس سے کہیں زیادہ گھلا دو جس طرح تم نے اپنے آپ کو معصیت میں ڈال رکھا تھا۔

توبہ کرنے والے آدمی کیلئے صاحب تفہیم القرآن مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے

چند امور کو ملحوظ رکھنے کا بطور خاص کہا ہے۔

''توبہ درحقیقت کسی معصیت پر اس لئے نادم ہونا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ ورنہ کسی گناہ سے اس لئے پرہیز کرنا کہ وہ صحت کیلئے نقصان دہ ہے یا کسی بدنامی یا مالی نقصان کا باعث ہے' توبہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جس وقت آدمی کو احساس ہو جائے کہ اس سے اللہ کی نافرمانی ہوئی ہے تو پھر اسی وقت توبہ کرے اور جس شکل میں بھی ممکن ہو بلاتاخیر اس کی تلافی کرے۔ اسے ٹالنا اور مؤخر کرنا کسی طور پر بھی مفید نہیں ہے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ توبہ کر کے بار بار اسے توڑے چلے جانا اور توبہ کو کھیل بنا لینا کسی طور پر جائز نہیں ہے۔ گناہ کا بار بار جانتے بوجھتے اعادہ کرنا سرکشی اور بغاوت ہے۔ اور یہ کھلم کھلا توبہ میں جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ توبہ کی اصل روح شرمساری ہے۔ چوتھی اہم بات یہ ہے کہ جب سچے دل کے ساتھ کوئی توبہ کرتا ہے تو اس کا عزم ہوتا ہے کہ وہ کبھی اس کا اعادہ نہیں کرے گا۔ لیکن اگر کسی بشری کمزوری اور مجبوری میں آ کر گناہ کا اعادہ کر بیٹھے تو پچھلا گناہ تازہ نہ ہوگا اور اسے اس نئے گناہ پر پھر پوری ندامت اور خلوص کے ساتھ توبہ کر لینی ہوگی۔ اور اس بار زیادہ سختی کے ساتھ عہد کرنا ہوگا کہ وہ آئندہ کبھی توبہ شکنی کا مرتکب نہ ہوگا۔ پانچویں اہم بات یہ ہے کہ ہر مرتبہ جب کبھی اپنا کوئی گناہ یاد آئے تو اپنے توبہ کی تجدید کرے اور اللہ تعالیٰ سے پوری اطاعت کے ساتھ مغفرت کی دعا کرے۔ تاکہ گناہ اسے ایک لذت کے طور پر نہیں بلکہ ایک شرمساری کے طور پر یاد آئے۔ خدا خوفی توبہ کی جان ہے۔ اس لئے توبہ کرتے وقت اس کو اپنے اوپر پوری طرح حاوی کریں تو دل میں رقت اور درد انگیز پشیمانی پیدا ہوتی ہے جو رحمتِ خداوندی کو آواز دینے کیلئے مومن کیلئے خدا کا بہت بڑا عطیہ ہے۔

بندوں کے ساتھ کی گئی زیادتیوں پر توبہ کے احکام

ہر انسان پر جہاں اس کی اپنی جان کا حق ہے اسی طرح اس پر اس کے خدا کا بھی حق ہے اور پھر ان لوگوں بھی کا حق ہے جو اس سے وابستہ ہیں اور جن کے مفادات کے پورا کرنے کا وہ ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ پہلے حق کو ''حق النفس'' کہا جاتا ہے۔ دوسرے حق کو ''حقوق اللہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور تیسرے حق کو ''حقوق العباد'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ انسان کیلئے یہ تینوں حق پورے کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ پہلے حق کے حوالہ سے ارشاد خداوندی ہے:۔

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اپنی جانوں اور اپنے اہل خاندان کو اس جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے''۔ (التحریم: 6)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

''اے ایمان والو اپنی جانوں کی حفاظت کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تم سب کو خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ تم کو تمہارے سب کاموں سے جو تم نے (دنیا میں) کئے تھے آگاہ کرے گا اور ان کا بدلہ دے گا۔'' (المائدہ: 105)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی جان کو جہنم کی آگ سے بچانے کیلئے حکم دیا ہے کہ وہ اس جان کو راہِ ہدایت پر لگائے۔ دوسرا حق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جس میں انسان پر اپنے خالق اور مالک کے شکر کیلئے نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی، حج اور دیگر واجبات کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

''اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی بندگی

کریں اپنے دین کو اس کیلئے خالص کر کے' بالکل یک سو ہو کر
اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی نہایت صحیح اور درست دین
ہے"۔ (البینہ: 5)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

"وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ
کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے اس
کیلئے بہترین نام ہیں ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس
کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست حکیم ہے۔"

(الحشر: 24)

تیسری قسم "حقوق العباد" کی ہے ان سے مراد وہ حقوق ہیں جو اللہ کے بندوں کے دوسرے بندوں پر ہیں۔ توبہ کے لوازم میں سے یہ ہے کہ وہ ان تمام حقوق کی ادائیگی میں اپنی کی جانے والی کوتاہیوں کو پورا کرے۔ توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک کہ نظر انداز کئے گئے حقوق کو ان کے حق دار کے حق کے مطابق پورا نہیں کیا جائے گا۔ حق کی ادائیگی میں کی گئی کوتاہی اور تاخیر کی تلافی تو توبہ سے ممکن ہوگی لیکن فرائض عبادات میں کی گئی کوتاہی' اولاد کی تربیت میں کی گئی کوتاہی' اہل خانہ کی ضروریات کو پورا کرنے میں کی گئی کوتاہی یا اس طرح کی کسی بھی کوتاہی جس سے کسی کی عزت' مال اور جان کے سلسلہ میں کوئی ہرج واقع ہوا ہوگا اس کی تلافی کرنا ضروری ہوگی۔ توبہ کی قبولیت اس تلافی سے مشروط ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مروی ہے:

"جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو' اس کی بے آبروئی کی
ہو' کوئی حق تلفی کی ہو تو وہ آج ہی اس کا حق ادا کر کے یا معافی

مانگ کر اس دن سے پہلے حلال کر والے جس دن اس کے پاس کوئی درہم و دینار بھی نہ ہوگا اور اس کے اچھے اعمال اس کے ظلم کے مطابق اس سے لے لئے جائیں گے اور اگر اس کے پاس اچھے اعمال نہ ہوں گے تو مظلوم کے گناہ اس کے ظلم کے برابر اس کے نامہء اعمال میں شامل کر دیئے جائیں گے"۔

اس حدیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حق کی تلافی کے بغیر کوئی توبہ قبول نہیں ہوگی اور موت آنے سے قبل ہر ممکن کوشش کر کے ان کی تلافی کرانا ضروری ہوگی۔ نیک اعمال کی کثرت' صدقہ و خیرات' نوافل اور استغفار کی کثرت اگر مخلوق خدا کی خدمت' والدین کی خدمت اور دلجوئی کے ساتھ شامل کر لی جائے تو پھر کسی حد تک چھٹکارا ممکن ہو سکے گا۔

ادائیگی میں کی گئی کوتاہی کی تلافی کے احکام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی پس تم اس کی بندگی کرو یہی سیدھی راہ ہے"۔ (سورۃ مریم: 36)

پھر اسی سورۃ مریم میں اللہ کے بندوں کے احوال کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دو چار ہوں البتہ جو توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کر لیں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی۔ ان کیلئے

ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے
در پردہ وعدہ کر رکھا ہے۔ اور یقیناً یہ وعدہ پورا ہو کر رہنا ہے"۔
(سورۃ مریم: 58-61)

نماز اللہ کی نعمتوں کے شکرانے کا ایک طریقہ ہے جو حقوق اللہ میں داخل ہے جب کہ اس کے علاوہ کئی اور حقوق بھی مثلاً روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ بھی انسان پر واجب ہیں۔ لیکن جب انسان ان حقوق کے پورا کرنے میں کوتاہی کا ارتکاب کرنے لگتا ہے تو دنیا میں اس کے زوال کے اسباب شروع ہو جاتے ہیں۔ نماز اللہ اور انسان کے درمیان ایک انتہائی ذاتی اور ابتدائی بندھن ہے یہ رشتہ جب کمزور ہوتا ہے تو تعلق باللہ میں کمی آ جاتی ہے۔ خواہشات نفس اس پر غالب آنے لگتی ہیں اور انسان خدا کا بندہ ہونے کی بجائے ایک حیوان محض بن جاتا ہے اس لئے ان آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو یاد دلایا ہے کہ میری عبادت میں جس خیانت کا ارتکاب تجھ سے ہوا ہے اور اگر تو اس پر شرمندہ و نادم ہے تو میرے حضور پوری انکساری کے ساتھ توبہ کرے نوافل میں کثرت کرے۔ توبہ استغفار کو معمول بنالے تو پھر میں تیرا رب تجھے ضرور اپنی رحمت سے نوازوں گا جس کے نتیجہ میں تجھے جنت نصیب کروں گا جس کے نیچے بہتی نہریں ہیں۔ اور یہ وہی رحمت ہے جس کا میں نے اپنے خاص بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے۔

سورۃ طٰہٰ میں ارشاد خداوندی ہے:

"اور میں ایسے لوگوں کیلئے بڑا ہی بخشنے والا ہوں جو توبہ کرلیں
اور ایمان لے آئیں اور پھر نیک عملی کو اختیار کرلیں اور راہ
ہدایت پر قائم ہو جائیں۔" (ع:82)

اس ارشاد خداوندی میں توبہ کرنے کے بعد نیک عملی اور راہ ہدایت پر استواری

کو بخشش سے مشروط کر دیا گیا ہے ۔اس لئے ضروری ہے کہ حقوق اللہ میں جہاں جہاں بھی کسی قسم کی سستی' کوتاہی اور بے عملی کا صدور ہوا ہے اس کے ازالہ کیلئے سعی کریں ۔ہر نماز کے ساتھ ایک قضا نماز پڑھ لیں اور نوافل کو کثرت سے پڑھنا شروع کر دے تا کہ رہ گئی نمازوں کی تلافی ہو جائے ۔مزید زکوٰۃ کی ادائیگی میں کی گئی کوتاہی کا اندازہ لگا کر خیرات کر دیں ۔اور روزوں کی قضا کیلئے روزے رکھنا معمول بنالیں ۔مزید برآں نفلی روزے بھی رکھ کر اعمال صالحہ میں اضافہ کی کوشش کی جاسکتی ہے ۔غرضیکہ ہر کوتاہی کی تلافی کا کوئی نہ کوئی راستہ موجود ہوتا ہے اس لئے خیرات و صدقات' عمر رسیدہ بزرگان کے ساتھ بھلائی اور احسان اور والدین کی خدمت وغیرہ جیسے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کی گئی کوتاہی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے ۔اور یہ امر واقعہ ہے کہ مغفرت کرنا' توبہ قبول کرنا سراسر خدواند قدوس کا اپنا حق ہے اور اسے اپنے اس حق کے استعمال سے کوئی روک سکتا ہے۔نہ ہی اسے کوئی استعمال کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔

وہ غفور الرحیم ذات ہے ۔وہ توبہ قبول کر کے خوش ہونے والی ذات ہے۔ یقیناً جب اس کا کوئی بندہ اپنی پوری شرمندگی اور ندامت کے ساتھ اسکے حضور توبہ کیلئے سربسجود ہو جاتا ہے تو وہ ضرور اس کی درخواست کو سنتا ہے ۔اپنے کھوئے ہوئے بندہ کو اطاعت میں دیکھ کر اسے کہیں زیادہ خوشی ہوتی ہے جیسے کسی ماں کو کھوئے ہوئے بیٹے کو پا کر خوشی ہوتی ہے ۔فرق صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے حضور اپنے دل میں کس خلوص کے ساتھ اور کس نیازمندی کے ساتھ التجا گزارتا ہے۔

Scanned By: ATA-UL-MUSTAFA 0333-4585215

توبہ کی اقسام

توبہ کے احکام کو اس کے کرنے والوں' اس کے اعمال کی نوعیت اور توبہ کی کیفیت کے حوالہ سے قرآن مجید نے متعدد آیات میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ان آیات کو ان اقسام کے حوالہ سے بیان کیا جائے گا۔

ا۔ اللہ کے عام بندوں کیلئے توبہ کا حق

ارشاد خداوندی ہے:

"اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے۔ اور ان لوگوں کی عبادت قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل ہوئے۔ اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کے مرتکب ہوتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے۔" (الشوریٰ: 34)

اس آیت قرآن میں اس توبہ کا ذکر ہے جو اللہ کو ماننے والے کسی عام بندے کی طرف سے کی جاتی ہے اور ان سے اعمال کے سلسلہ میں جو کوتاہیاں سرزد ہوتی رہی ہیں ان پر اگر وہ نادم و شرمسار ہوتے ہیں تو انہیں بتایا گیا ہے کہ چونکہ اللہ ان

کے حالات اور اعمال سے پوری طرح واقف ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر وہ سابقہ کوتاہیوں پر ندامت کے ساتھ توبہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی توبہ قبول کرے گا اور ان کی تمام عبادات منظور ہوں گی لیکن اس کے مقابلہ میں کفر کی راہ پر چلنے والوں کیلئے عذاب ہے۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں کی توبہ

ارشاد خداوندی ہے:

(اے اللہ کے نبیؐ) آپ فرما دیں کہ اے میرے وہ بندے جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کر دے گا بے شک وہ غفور الرحیم ہے اور اس کی طرف پلٹ جاؤ جو تمہارا رب ہے۔ اور اس کی بارگاہ میں جھک جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آ جائے اور پھر تمہاری مدد کا کوئی کچھ نہ کر سکے۔ (الزمر: 53)

یہ توبہ کرنیوالے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جنہوں نے اللہ کے دین کو پورے خلوص کے ساتھ اختیار کرلیا۔ اور اب اس کے شکر گزار بندے بن گئے لیکن ان سے جاہلیت کے دور میں جو گناہ سرزد ہوئے وہ اب ان کو اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے مسلسل ہلکان کرتے ہیں تو ایسے عالم میں ربّ کائنات ان کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے اپنے رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ میرے ان بندوں کو بتا دو کہ وہ اپنی گذشتہ زندگی کی خرابی سے مایوس نہ ہوں اس کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ اور اسے تمام گناہوں کو معاف کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی کے گناہ معاف کر دے تو پھر اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔ تم اس کے

عبادت گزار بندے بن جاؤ اس کی بارگاہ میں جھک کر اس کی مغفرت و رحمت طلب کرتے رہو۔ یقیناً وہ تمہیں معاف کر دے گا۔ لیکن اس میں کسی قسم تاخیر کا مظاہرہ نہ کرنا۔ اور اللہ کے حضور درخواست فوری کرنا ہو گی کیونکہ اللہ کے بندے کو یہ حق صرف اس کی موت کا وقت آنے سے قبل تک ملا ہوا ہے۔ اور کسی مومن کو اپنی موت کا صحیح وقت معلوم نہیں۔ کیا پتہ اب کے بعد آنیوالی سانس ہی آخری سانس ہو۔ اس لئے ابھی سے اس کے حضور مغفرت کی درخواست لیکر جھک جاؤ کیونکہ موت کے بعد یہ حق ختم ہو جائے گا اور پھر عالم حساب ہو گا اور اس وقت ان سب سے حساب لیا جائے گا جنہوں نے دنیا ہی میں اپنا حساب درست راہ پر نہیں ڈال لیا۔ بے شک جس کے اعمال میں گناہوں کا پلڑا بھاری ہو گا تو پھر اللہ کے عذاب سے اس کا بچنا اس وقت بڑا محال اور مشکل ہو گا۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو یہ تنبیہ بھی کر دی ہے کہ وہ زیادہ ہلکان ہو کر اپنی مایوسی و بد اندیشی کو زیادہ نہ بڑھائیں کیونکہ یہ کسی مومن کیلئے زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے مالک حقیقی کی رحمت کو جانتے ہوئے بھی زیادہ مایوس ہو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والا پکا کافر اور گمراہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

"اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔"

(سورۃ یوسف: 87)

سورۃ حجر میں ارشاد خداوندی ہے:

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے گفتگو فرماتے ہوئے کہا) کہ گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے۔ وہ اپنے بندوں کو ضرور معاف کرنا چاہتا ہے۔ ضروری ہے کہ وہ پورے خلوص کے ساتھ اپنی کوتاہیوں اور خرابیوں کو دل میں شمار کر کے پورے افسوس اور افسردگی کے ساتھ اپنی ندامت کا اظہار کریں۔ آئندہ گناہ سے مکمل بچنے کا ارادہ کریں اور اپنے رب کے حضور راہِ ہدایت کی راہ پر چلانے کی دعا کریں تو پھر یقیناً توبہ قبول ہو گی اور رحمت خداوندی کا سایہ اپنے نیک بندے کو ڈھانپ لے گا۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی توبہ

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے دل میں خوف ورجاء اور شوق و ورع کی زیادتی انہیں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں اور زیادہ مصروف کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بے شک ان کی کامیابی اور فلاح کی پوری پوری خوشخبری دے دیتا ہے لیکن وہ پھر بھی اس کے حضور جھکے اس سے اس کی رحمتوں کا شکر ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

> ''ان کے پہلو ان کے لیٹنے کی جگہوں سے جُدا ہوتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے رب کو خوف اور امید کی حالت میں پکار رہے ہوتے ہیں۔ اور ہم نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (سورۃ الم السجدہ:16)

> ''بے شک یہ حضرات نیک کاموں میں ڈرتے تھے اور رغبت و خوف کی حالت میں ہم کو پکارتے تھے۔'' (القصص:)

اسی طرح نیک لوگوں کی طرف سے مغفرت کی ساری سعی ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

> ''اور جو بھی کچھ تم آگے بھیج دو گے اپنی جانوں کیلئے تو اس کو

ضرور پالوگے اللہ کے پاس' وہ بہتر ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے اللہ کے ہاں وہ بہت بڑا عمل ہوگا۔ اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ غفور الرحیم ہے''۔ (سورۃ مزمل:20)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

''اور یہ کہ تم لوگ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو مقررہ وقت تک خوش کن زندگی بخشے گا اور زیادہ عمل کرنے والے اور زیادہ ثواب دے گا''۔

(سورۃ ہود:14)

سورۃ اعراف میں ارشاد خداوندی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر بندے کس طرح اس سے رحمت و مغفرت طلب کرتے ہیں:

''لوگو! اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو وہ حد سے بڑھنے والوں کو بالکل دوست نہیں رکھتا۔ اور ملک میں اصلاح کرنے کے بعد کوئی خرابی نہ کرنا اور خدا سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے دعائیں مانگتے رہنا کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں کے زیادہ قریب ہے''۔ (الاعراف:55-56)

اسی طرح اللہ کے نیک بندوں کیلئے ایک پیغام بشارت کچھ یوں ہے:

''اے اہل ایمان خدا کا بہت ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کیا کرو وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانے اور خدا مومنوں پر مہربان ہے۔ جس روز وہ ان سے ملیں

گے ان کا تحفہ (خدا کی طرف سے) سلام ہوگا اور اس نے ان کیلئے بہت بڑا ثواب واجر تیار کر کے رکھا ہے"۔

(الاضراب: 41-44)

گناہگاروں کی توبہ کے احکام

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن کے آغاز میں فرمایا:

"حٰمٓ۔ اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے گناہ معاف کرنیوالا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے اور بڑا صاحب فضل ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں اس کی طرف سب کو پلٹنا ہے"۔ (آیت 1-3)

آغاز کلام میں خبردار کیا گیا ہے کہ کلام معمولی ہستی کا کلام نہیں بلکہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوا جو کہ زبردست ہے اور بندوں کے تمام حالات کا علم رکھنے والا ہے۔ وہ عزرات کو قبول کرتا ہے اور شرمسار و نادم کی توبہ کو قبولیت بخشتا ہے لیکن سرکش اور باغی کو سخت سزا دینے پر قادر ہے وہ صاحب فضل ذات ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آخرکار اس کارگر حیات سے اعمال لیکر سب کو اسی کے حضور حساب کتاب کیلئے پلٹنا ہے۔

سورۃ الشوریٰ میں ارشاد خداوندی ہے:

"وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور انکی برائیوں سے درگزر کرتا ہے حالانکہ تم لوگوں کے سب اعمال وافعال کا وہ بخوبی علم رکھتا ہے۔ وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ

دیتا ہے' رہے انکار کرنے والے' تو ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔" (آیت: 25-26)

آیات بالا میں توبہ کی ترغیب سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت بے پایاں کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کس قدر محبوب رکھتا ہے۔اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرنے کیلئے تیار ہے۔حالانکہ ان کے اعمال کی بڑائی اور زیادتی کا اسے بخوبی علم ہے۔لیکن اگر اس کے بندے جب پورے پورے مومن بن کر اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیں تو پھر وہ گناہوں کو نہیں بلکہ اپنی رحمت کی وسعتوں کو دیکھتا ہے۔اور صرف گناہوں سے صرف نظر ہی نہیں کرتا بلکہ ان کے بعد میں کئے جانے والے چھوٹے چھوٹے نیک اعمال کو بھی کئی گنا زیادہ اجر وثواب سے بڑھا دیتا ہے۔ جب کہ سرکش اور باغی انسانوں کیلئے اگر وہ توبہ سے انکار کر دیں تو پھر ان کیلئے اس کا عذاب شدید ہے۔دوسری آیت میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ توبہ کرنے والوں کو اپنے اعمال کا مکمل اظہار کرنا ہوگا۔ بُرے گناہوں کو ترک کر کے اپنے نیک اعمال کے ذریعہ سے ان کی تلافی کرنی ہوگی۔تو پھر اللہ تعالیٰ یقیناً ان کے اعمال کے درجات بڑھا کر اپنی رحمت سے نوازے گا۔

منافقین کی توبہ کے احکام

منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ظاہری طور پر ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں خدا اور اسکے دین اور جماعت مومنین کے ساتھ انہیں کوئی خلوص یا ہمدردی نہیں ہوتی بلکہ دشمنی ہوتی ہے۔اور چھپے ہاتھوں اپنی سازشوں سے وہ انہیں نقصان پہنچانے کی ہمیشہ سعی کرتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس طبقہ کو دین کیلئے انتہائی ضرر رساں قرار دیا ہے اور ان سے مسلمانوں کو دور رہنے کی تلقین کی ہے

۔مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں سے کبھی راہ خدا میں کوئی مال قبول نہ کرو ' کبھی ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو نکال دیں اور کبھی ان کی دعائے مغفرت نہ کرو چاہے وہ کسی مسلمان کے باپ یا بھائی ہی کیوں نہ ہوں ۔اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دوزخ کا انتہائی دردناک اور نچلا ترین حصہ ٹھکانا بتایا ہے ۔

سورۃ توبہ میں ان کی توبہ کے حوالہ سے ارشاد خدواندی ہے:

''تمہارے گردو پیش جو بدوی رہتے ہیں ان میں بہت سے منافق ہیں ۔اور اسی طرح خود مدینہ کے باشندوں میں بھی منافق موجود ہیں جو نفاق میں طاق ہو گئے ہیں ۔تم انہیں نہیں جانتے' ہم ان کو جانتے ہیں' قریب ہے وہ وقت جب ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ زیادہ بری سزا کیلئے واپس کیے جائیں گے ۔''

کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے ان کا عمل مخلوط ہے کچھ نیک ہے اور کچھ بد ہے ۔بعید نہیں کہ ان پر (اللہ) پھر مہربان ہو جائے ۔کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے ۔

ان آیات میں واضح کر دیا گیا ہے' کہ مومنین سے اگر کچھ کوتاہیاں بھی ہو جائیں اور ان کے اعمال نیک وبد سے مخلوط بھی ہو جائیں تو تب بھی' جب وہ اپنے قصور کا صدق دل سے اعتراف کر لیں گے اور اپنے اللہ سے پوری ندامت کے ساتھ معافی کے خواستگار ہوں گے تو ان کا رب انہیں ضرور معاف کر دے گا ۔لیکن ان کے مقابلے میں منافقین کا کوئی عذر قابل قبول نہیں اور وہ کھلے دشمن اسلام ہیں ۔اس لئے ان کے عذارت بے معنی ہیں ۔ان کے رویوں کو دیکھ کر مسلمانوں کو بھی ان سے دور

ہو جانا ہوگا۔ان سے اسلام کے لئے کسی خدمت کا لینا' ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونا بلکہ مغفرت تک کے مانگنے سے مسلمانوں کو منع کر دیا گیا۔

مشرکین کی توبہ کے احکام

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو گناہ عظیم قرار دیا ہے۔خدا کے سوا کسی دوسرے کو اپنا معبود بنانا' اللہ کے سوا کسی کو اپنا ملجا و ماویٰ بنانا' اللہ کا اس کی قدرتوں میں ہمسر یا شریک بنانا' رازق و مختار بنانا اور لائق سجدہ سمجھنا وغیرہ تمام قسم کے امور شرک سمجھے جاتے ہیں اور جو کوئی ان افعال کا شعور رکھتے ہوئے انہیں خدا کے سوا کسی اور کیلئے روا سمجھتا ہے وہ واضح طور پر مشرک ہے۔شرک دراصل اللہ کی ذات کا انکار ہے۔اس کی قدرتوں کی نفی ہے اور اسکی نعمتوں کی کھلی ناشکری ہے۔اس لئے ان کا کوئی عمل بھی صالح قرار نہیں پاتا۔ان کی تمام تر اطاعتیں اور محبتیں اپنے دوسرے معبودوں کے ساتھ ہوتی ہیں اور وہ انہیں ہی اپنا ولی' کارساز اور مشکل کشا مانتے ہیں۔اس لئے ان کے اعمال کی بنیاد ہی خدا کی ذات کے انکار سے ہے۔اس لئے ان کے ہاں سے کسی ظاہری توبہ کا قبول کیا جانا کسی طور پر بھی ممکن نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

> ''کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریک خدا رکھتے ہیں جنہوں نے ان کیلئے دین کی نوعیت رکھنے والا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا ہے؟ اگر فیصلے کی بات پہلے سے طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کا قضیہ چکا دیا ہوتا یقیناً ان ظالموں کیلئے درد ناک عذاب ہے۔تم دیکھو گے کہ یہ ظالم اس وقت اپنے کئے پر ڈر رہے ہوں گے اور وہ (اس کا انجام) ان پر آ کر رہے گا

۔بخلاف اس کے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں ۔جو کوئی بھلائی کمائے گا اس کیلئے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کریں گے"۔

ان آیات میں اہل شرک کی ساری کارگزاری کو دین اسلام سے بالکل الگ تھلگ کر دیا ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا تمام نظام کار ہی اللہ کے دین کی ضد ہے ۔اور اگر فیصلے کی گھڑی قیامت پر نہ اٹھا رکھی ہوتی تو دنیا ہی میں ان کا حساب کتاب پورا کر دیا جاتا۔

سورۃ النساء میں ارشاد خداوندی ہے:

"بے شک اللہ بھی شرک کی مغفرت نہیں کرے گا اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا انسان باندھا"۔ (آیت:48)

تقرب الی اللہ کی نیت سے کسی کی ذات کا تقدس بنا لینا بھی شرک کے زمرے میں آتا ہے جو عام طور پر کوئی اہل ایمان غلطی سے اپنا بیٹھتا ہے ۔قرآن مجید نے اس کو بڑے سخت الفاظ میں رد کیا ہے ارشاد خداوندی ہے:

"دیکھو خالص عبادت اللہ کیلئے ہے ۔اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوست بنائے اور انکو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں خدا ان میں ان کا فیصلہ کر دے گا۔ بے شک خدا اس شخص کو جو جھوٹا 'ناشکرا ہے کبھی ہدایت نہیں دیتا"۔

(الزمر: آیت 3)

موت کے آنے سے پہلے چونکہ توبہ کا حق اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔اس لئے کوئی بھی آدمی جب اپنے کفر اور شرک سے منہ پھیر کر پوری ندامت کے ساتھ اپنے رب کے حضور پلٹ آئے گا تو پھر اس بات کی بڑی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور معاف کر دے گا۔بشرطیکہ توبہ کے بعد صالح رہے اور اپنے گناہوں پر استغفار کرنے کو کبھی ترک نہ کرے۔کیونکہ گناہوں کی یاد اللہ تعالیٰ کے خوف کو بڑھا دیتی ہے۔

توبہ کا عمل مسلسل ہے

توبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ولگاؤ کا چراغ ہے۔اسے ہر وقت روشن رہنا چاہیے۔گناہوں کو یاد کر کے اسکی رحمت بخشش کی دعائیں اور ذکر و اذکار کو معمول بنانا چاہیے۔نوافل کی کثرت بھی توبہ کی برکات کو زیادہ کرتی ہے چونکہ توبہ گناہوں سے کی جاتی ہے اور گناہوں کی سیاہی کو توبہ واستغفار کے مسلسل غسل سے دور کرتے رہنا چاہیے۔توبہ کرنے کے بعد جب کبھی بھی کوتاہی دوبارہ سہ بار یا جب کبھی بھی کوتاہی ہو جائے تو اس پر توبہ کا حق ہے۔مایوسی کفر ہے۔اللہ کی رحمت سے سوائے کفار کے کوئی مایوس نہیں ہوتا۔اللہ کی رحمت بے پایاں ہے اور اسے اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔اس لئے اسے اپنی طرف رجوع کرتے ہوئے تائب کو پا کر جو خوشی ہوتی ہے ہمارے وھم وگمان میں بھی نہیں ہے۔اور اس خوشی کے طفیل اللہ تعالیٰ کی جس قدر رحمت اس بندے پر سایہ فگن ہوتی ہے ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔اس لئے مومن کیلئے یہ جائے رحمت ہے اس سے اپنے اجر وثواب کے بڑھانے اور خدا کی رضا کے حصول کیلئے سعی جاری رکھنا چاہیے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں (میرے بارے میں جو گماں کرے گا میں ویسا ہی کروں گا) اور میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے' پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی قسم اس میں شک نہیں کہ اپنے بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ اس سے بھی کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جب تم میں سے کسی کا سامان' سواری وغیرہ جنگل میں گم ہو جائے اور وہ پھر گمشدگی کے بعد اسے پالے نیز اللہ جل شانہ' کا ارشاد ہے:

''جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اسکی طرف ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اسکی طرف چار ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف متوجہ ہو کر پاؤں سے (معمولی سے چال) چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے متوجہ ہو جاتا ہوں''۔ (بخاری ومسلم)

ذخیرۂ کتب
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق سلطان قادری لاہوری
(1955-2016)
جھنگ۔ پنجاب

Scanned By: ATA-UL-MUSTAFA 0333-4585215

قرآن مجید کی آیات توبہ اور ان کا پس منظر

آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے اُس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (البقرہ:36-37)

حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا اسلام کی تخلیق کے بعد جب انہیں بہشت میں رہنے کا حکم ملا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک درخت کے قریب جانے سے منع کر دیا لیکن شیطان چونکہ سجدہ آدم میں کوتاہی کی پاداش میں رذیل ہوا تھا اس لئے اس نے اس دن قسم کھالی تھی کہ وہ آدم اور اولاد آدم کو حق کی راہ پر کبھی چلنے نہیں دے گا اور اپنے بہلاوے اور پھسلاوے سے ان کو اللہ کی راہ سے دور کرتا رہے گا۔ ان آیات بالا میں اسی پس منظر میں حضرت آدم اور اماں حوا کے جنت سے نکلنے کو بیان

کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اب جنت سے نکل کر اسکی زندگی زمین پر ایک خاص وقت تک ہوگئی یہ زندگی پوری نسل آدم کیلئے امتحان ہوگئی۔اور شیطان اس گمراہی کی طرف بلاتا رہے گا۔حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو پھر انہیں اپنی غلطی کا اندازہ ہوا اور اپنی اس کوتاہی پر اللہ کی ناراضگی پر پریشانی ہوئی۔تو وہ فرماں برداری کی طرف راجع ہوئے۔ان کے دل میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خواہش موجزن ہوئی۔ندامت اور شرمساری کے غلبہ سے دل میں رقت اور آہ و زاری پوری موجزن ہوگئی تو پھر اللہ کی رحمت نے آلیا۔اور اس نے انہیں توبہ کا گر سکھا دیا جس سے انہیں اس کوتاہی کی تلافی کرنے کا موقع مل گیا۔اور اللہ تعالیٰ کی دوبارہ خوشنودی ورضا کے حامل ہوگئے۔

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حوالہ سے یہ عقیدہ لازمی ہے کہ انسان کو اس کے گناہوں پر سزا دینا لازمی نہیں ہے۔ بلکہ اسے اگر اپنے گناہوں کی خرابی کا احساس ہو جائے اور اسے ان کے کرنے پر ندامت اور شرمساری ہو تو پھر اس کے وہ گناہ اللہ کی رحمت سے دھل جاتے ہیں اور ان پر کسی قسم کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ چھوٹے سے گناہ کی بنیاد اگر سرکشی اور بغاوت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے۔اور اگر بڑے سے بڑا گناہ کی بنیاد بھول چوک یا غلط فہمی ہے۔اور پھر گناہ کرنے پر ندامت کے آنسو ہیں' دل میں شرمساری ہے تو پھر اس بڑے سے بڑے گناہ کا مقام بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی ہلکا ہے۔ اور اپنے بندے کی خوشی کو مکمل کرنا اور اسکی تالیف کرنا ایک بھاری اور مفید عمل ہے۔جس کو خدا کر کے خود بڑا خوش ہوتا ہے۔

"یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ لوگو تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر سخت ظلم کیا ہے لہٰذا تم لوگ اپنے خالق کے حضور توبہ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاک کرو اسی میں تمہارے

خالق کے نزدیک تمہاری بہتری ہے اس وقت تمہارے خالق
نے تمہاری توبہ قبول کرلی کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم
فرمانے والا ہے"۔ (البقرہ:54)

آیات بالا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس مکالمہ پر مشتمل ہیں جو انہوں نے اللہ کے بلاوے کی چالیس روزہ عبادت کے بعد کوہ طور سے واپسی پر اپنی قوم سے کہا جو کہ بچھڑے کی پرستش میں لگ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں بنی اسرائیل پر اپنے کئے گئے انعامات اور ان کی نافرمانیوں اور ناشکرانیوں کی تفصیل بیان کر رہا ہے اور اس پس منظر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے اتنے بڑے گناہ میں پڑ جانے پر جس افسردگی اور پریشانی کے ساتھ اپنی قوم کو ظلم کے ارتکاب پر متنبہ کرتے ہیں۔ وہ آپ کے تقویٰ، خدا خوفی اور توحید پر قوی ایمان کی دلیل ہے۔ جس کی وجہ سے آپ نے وقت کے فرعون سے ٹکرلی۔ اپنی قوم کی بداعمالیوں پر انہیں حق کی طرف دعوت دینے سے نہ چوکے اور اس وقت بھی انہیں رحمت خداوندی سے مایوسی نہیں بلکہ خدا کی رحمت کو پیش نظر رکھ کر انہیں توبہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ انہیں بتاتے ہیں کہ تمہارا کیا گیا عمل تمہیں ہلاک کر دے گا اب تمہارے لئے واحد راستہ بچنے کا یہی ہے کہ خدا کی رحمت کی طرف پلٹ جاؤ اپنے کئے گئے گناہوں پر اس کے حضور ندامت اور شرمساری سے جھک جاؤ اسکی مغفرت مانگو، اپنی جانوں کو اس کے حضور انتہائی ذلالت کے ساتھ ہلکان کر دو تا کہ اللہ کی رحمت عود کر آئے اور مالک کائنات تمہیں تمہارے اس گناہ پر معاف کر دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تقریر سے واضح ہو جاتا ہے کہ کبھی بھی کسی کے گناہ پر اس کو خدا کی رحمت کی طرف پلٹنے کیلئے دعوت دینے سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کسی کا عمل ضروری نہیں کہ لازمی طور پر سرکشی اور بغاوت پر مبنی ہو اور یہ بھی

ضروری نہیں کہ کوئی اپنے غلط عمل کے ارتکاب کے بعد کسی حد تک اس کے نتائج سے متنفر نہ ہوا ہو۔دل کا آئینہ کسی بھی وقت خدا کی ہدایت کے نور سے چمک سکتا ہے اس لئے یہ دوسرے کا فرض ہے کہ وہ غلطی کرنے والے کو اسکی غلطی سے نکلنے اللہ کے حضور توبہ کرنے اور اسکی رحمت کی طرف لوٹنے کی دعوت ضرور دے بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت بخشش دے۔

''اور یاد کرو ابراہیم اور اسمٰعیل جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے''اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے'تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔اے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرمان) بنا'ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو'اس اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہوں سے درگزر فرما تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

(البقرہ:127- 128)

قرآن مجید ان آیات میں کعبہ کی تعمیر کا وہ منظر پیش کر رہا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لیکر خانہ کعبہ کی تعمیر نو شروع کی۔وہ دیواریں اٹھا رہے تھے اور ساتھ ساتھ دعا کر رہے تھے کہ تو ہماری اس سعی کو اپنی یادگار میں قبول کر لے۔تو دلوں کے بھید جانتا اور زبان سے نکلتے والے جملوں کو بخوبی سنتا ہے اے باری تعالیٰ ہماری اولاد کی کوکھ سے ایک ایسی قوم کو پیدا فرما جو تیری مطیع اور فرماں بردار ہو'اسے اپنی عبادت کے طریقوں سے آگاہ فرما جو اس گھر کے شایان شان ہوں'اور اس حوالہ سے جو ہم سے کوتاہیاں ہو رہی ہیں تو انہیں معاف فرما دے۔بے شک تو بڑا درگزر کرنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا

ہے۔ یہ دعائے ابراہیم کہلاتی ہے۔ اسی اعتبار سے مسلمان قوم ملت ابراہیم بنی تو اسی دعا کے سبب سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کوکھ سے پیدائش اور بعثت اسی دعا کا ثمر ہے۔

اس دعا سے اہل دل کیلئے کئی روشن تعلیمات ابھر کر سامنے آتی ہے۔

1۔ کبھی اپنے عمل پر اترانا نہیں چاہیے۔

2۔ خدا کے کاموں میں پیش نظر صرف اسی کی رضا ہونی چاہیے۔

3۔ مومن کا ایمان مکمل ہونا چاہیے کہ وہی ذات کارساز' جاننے والی اور سننے والی ہے۔ اسی لئے اسی کے حضور اپنی نیک تمناؤں اور خواہشات کی تکمیل کی دعا کرنی چاہیے۔

4۔ نیک اعمال کے کرتے وقت دل میں شکر گزاری' انکساری اور بندگی کے احساسات ہونا چاہئے اور اپنی کوتاہیوں پر مغفرت مانگنی چاہیے۔

5۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے بندوں کو انکی خواہشات کو پورا کر کے انکی خوشیوں سے انہیں ہمکنار نہ کرے۔ کیونکہ دعائے ابراہیمی کے صدقے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ امت مسلمہ کی تشکیل ہوئی جسے خیر امت کے منصب سے یاد کیا۔ اور اس آخری کتاب حکمت قرآئن سے سرفراز فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کے جملہ آداب اور قرآن کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔

''جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات وہدایت کو چھپاتے ہیں درآں حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی راہنمائی کیلئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت

بھیجتے ہیں البتہ جو اس روش سے باز آ جائیں اور اپنے طرز عمل
کی اصلاح کریں اور جو کچھ چھپاتے تھے اسے بیان کرنے
لگیں' ان کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا درگزر کرنیوالا اور
رحم کرنے والا ہوں''۔ (البقرہ:159-160)

کتمان حق سب سے بڑا گناہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے انبیاء مبعوث فرمائے بنی اسرائیل میں لا تعداد انبیاء مبعوث ہوئے ان میں کئی ایک رسول بھی تھے جو باقاعدہ صاحب کتاب تھے۔بعثت اسلام سے قبل یہودی اور عیسائی علماء ان کتب کے علوم کے امین تھے۔لیکن ان کا طرز عمل بے ایمانی اور دھوکہ دہی پر مبنی تھا۔وہ اپنے منصب کے حوالہ بدیانتی اور خیانت کے مرتکب تھے۔قرآن مجید کی ان آیات میں ان کے اسی گناہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے جن روشن تعلیمات کو لوگوں کی ہدایت کیلئے نازل کیا تھا یہ لوگ اس کو من وعن پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچانے میں پس وپیش سے کام لیتے ہیں۔بلکہ زیادہ تر ان کا معاملہ دوسرا ہے کہ یہ انبیاء کے علوم کے وارث سمجھتے جاتے ہیں اس لئے لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ لوگ غلط اور من گھڑت دعوے انبیاء کے سر تھوپ دیتے ہیں۔اور اصل کتاب کو چھپا لیتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیات کے ذریعہ جہاں ان یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اسے ان کی کرتوتوں کو واضح کر کے انہیں توبہ کرنے کی دعوت دی گئی تاکہ آئندہ کی زندگی ان کی اس قسم کے گناہوں سے بچ جائے۔اور بنی نوع انسان اپنے انبیاء کی اصل تعلیمات سے اصل حقائق کو جان سکیں۔اللہ تعالیٰ نے کتمان حق کے جرم سے توبہ کرنے والوں کو بھی اپنی روش چھوڑ دینے پر اور آئندہ کی اصلاح کرنے پر معافی کی تسلی دی ہے۔مسلمانوں کیلئے بھی ان آیات میں اسی طرح

ہدایت ہے کہ کبھی اللہ کی اور اس کی رسول کی اور کبھی بھی کسی کے حوالہ سے کوئی من گھڑت بات نہ کی جائے یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ماضی کی اقوام کو ان کے اس جرم کی وجہ سے بڑے دردناک عذاب دیکھنے پڑے دوسری بات جو اہل اسلام کیلئے قابل اطاعت واستفادہ ہے کہ وہ علم کو مقدس ورثہ سمجھتے ہوئے اسے پوری دیانتداری کے ساتھ اپنی اگلی نسلوں تک پہنچانے کیلئے اپنی توانائیوں پوری دیانتداری سے صرف کریں۔تو یقیناً اللہ انکی کوتاہیوں کو معاف کرے گا اور رحم فرمائے گا۔

''اور اے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے بارے پوچھیں تو انہیں بتا دیں کہ میں ان کے قریب ہی ہوں' کوئی پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لے آئیں شاید کہ وہ راست پالیں''۔

(البقرہ:196)

آدمی کی گمراہی میں سب سے بڑی جو بات داخل ہوتی ہے کہ وہ اپنی دادرسی اس ذات سے کرے جو اس سے اسکی خواہش کے اطمینان کی حد تک سننے اور پوری پوری اسکی ہمت افزائی کرے۔یہی وجہ ہے کہ اس دلی خواہش کی وجہ سے لوگ ان طاقتوں' ہستیوں یا مقدس مقامات کا طواف کرتے ہیں جن کے بارے بعض من گھڑت واقعات کی وجہ سے خواہشات کی پذیرائی اور تکمیل کا سامان مشہور کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اصل قدرت اور طاقت کے سرچشمہ کو لوگ بھول جاتے ہیں۔جو شیطانی وسوسوں اور شیطانی کارندوں کے ہاتھوں سے پھیلائے ہوئے مکروفریب کے جال کی وجہ سے لوگ متاثر ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے اور بندے کے قرب کو بڑے آسان اور لطیف پیرائے میں بیان کر دیا ہے۔اور بتایا ہے

کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو لوگ جانتے ہیں آپ ان کو پوری شرح صدر کے ساتھ بتا دیں کہ اللہ تو ان کی شہ رگ' جہاں پر ان کی جان اٹکی ہوتی ہے' اور اس پر ہاتھ لگتے ہی انہیں اپنی جان جاتی نظر آتی ہے' میں تو انکی اس شہ رگ سے بھی زیادہ ان کے قریب ہوں ۔جب بھی کوئی پکارنے والا اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار سنتا ہے اور اسکا پورا پورا جواب دیتا ہے لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس دعوت کو حرز جان بنالیں اور اللہ پر ایمان لے آئیں پھر بعید نہیں ہوگا کہ انہیں راہ راست نہ مل جائے۔

ان آیات سے مومن کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں کا ملجا وماویٰ خدا کی ذات کو بنائیں وہ سمیع وبصیر ذات ہے وہ حکیم ہے اس کے احوال کسی طور پر بھی چھپے ہوئے نہیں ہے ۔وہ ذات تو دلوں کے بھید جانتی ہے ۔اس لئے جب بھی کوئی کچھ مانگنے کا خواہشمند ہو تو پھر اس کے حضور پوری دل بستگی اور خلوص کے ساتھ جھک جائے ۔اسکی طرف متوجہ ہوکر دعا کرے اور پورے یقین کے ساتھ کہ وہ ذات جس سے دعا کر رہا ہے وہی ذات اسے کچھ دے سکتی ہے ۔اور جو کچھ دے گی وہی کچھ اس کیلئے فائدہ مند ہوگا ۔اس سے زیادہ کی تمنا اس کے لئے سراسر امتحان اور تکلیف دہ ہوگئی۔

حالت اضطرار میں کوئی گناہ نہیں

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم حقیقت میں اللہ کی بندگی کرنے والے ہو۔تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھائیں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔ (اللہ کی طرف سے اگر کوئی تم پر پابندی ہے تو وہ یہ ہے) کہ مردار نہ کھاؤ بہا ہوا خون نہ پیو' سور کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ

کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور ان میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔ (البقرہ:172-173)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاک کھانے کی اجازت دی اور اس پر شکر کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ناپاک اور حرام کھانوں کے استعمال سے مکمل روک دیا۔ جس میں مردار' خون اور سور کے گوشت کا بطور خاص ذکر کر دیا اور اس کے ساتھ ہی غیر حلال کی وضاحت کر دی کہ ہر وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام کے ساتھ ذبح کیا گیا' وہ بھی حرام ہے' ان کا کھانا مطلقاً حرام قرار دیا گیا تاہم اضطراری حالت میں جب کسی مسلمان کو ان کھانوں سے قوت لایموت کی حد تک کھانے کی مجبوری بن جائے تو اجازت دی کہ وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے کیونکہ اس وقت مسلمان کے دل میں کسی قسم کی اللہ کی نافرمانی' سرکشی اور بغاوت کا ارادہ نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف جان کی سلامتی اور کسی ناگزیر ضرورت کی تکمیل کیلئے استعمال کرنے پر مجبور ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس مجبوری کی کوتاہی کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

حالت اظرار میں رخصت کی اجازت کو تین پہلوؤں سے مشروط کیا گیا ہے۔

1- انتہائی مجبوری جب پیاس یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو۔
2- خدا کے قانون کی بغاوت کا دل میں شائبہ تک نہ ہو۔
3- ضرورت سے زیادہ کسی طور زیادہ تجاوز کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

حرمت کا یہ قانون غیر حلال شدہ جانور کیلئے جہاں ہے۔ وہاں اس میں حرام

جانور کا گوشت بھی شامل ہے (مثلاً اور اسی قسم کے دیگر سور اور اسی قسم کے دیگر درندے جو چیر پھاڑ کر کھانے والے جانور اور پرندے ہوں)اس کے علاوہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر بطور نذر بنایا یا پکایا گیا کھانا' غلہ' پھل اور دیگر کوئی خوردنی شے کا کھانا حرام ہے۔کیونکہ ہر جانور' غلہ یا کھانے کی شے کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔اور اس کسی غیر کے نام سے نذر کرنا شرک ہے۔اور شرک کبیرہ گناہ ہے۔جس کا ارتکاب کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینے کا عمل ہے۔اس لئے ایسے گناہ سے بچنا ہر طور پر مسلمان کیلئے انتہائی لازمی ہے تاہم اوپر ذکر کی گئی مجبوری کی حالتوں میں ضرورت کی حد تک کھانے کی اجازت دی گئی ہے۔اور اس گناہ کو اللہ تعالیٰ نے بخشنے کی نوید دی ہے جو کہ سراسر مسلمانوں کیلئے اس کی بخشش اور رحمت کی وجہ سے ہے۔

وراثت میں منصفانہ تقسیم کی وصیت

''البتہ جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے نادانستہ یا قصداً حق کی تلافی کی ہے اور پھر معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان وہ اصلاح کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

(البقرہ:182)

ان آیات سے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو مرتے وقت اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کیلئے اسکی چھوڑی جانے والی جائیداد کی وراثت انصاف اور حق کے مطابق تقسیم کرنے کیلئے وصیت کرنے کا حکم دیا ہے۔یہ آیات ان آیات سے پہلے نازل ہوئی تھیں جب وارثت کی تقسیم کی واضح آیات نازل نہیں ہوئی تھیں تاکہ وصیت کے بعد ورثاء میں کسی قسم کا کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو اور کسی حق دار کی حق تلفی

بھی نہ ہو اس وقت اس وصیت کو بدلنے کی اس وقت اجازت دی گئی تھی جب واضح طور پر وصیت میں کسی کے حق کو نظر انداز کیا گیا ہو۔ اور جائیداد کو صلح کل اور حق کی بنیاد پر تقسیم کرنے کے جذبہ سے جب وصیت میں تبدیلی کر دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی اور فرمایا یہ کوئی گناہ نہیں ہوگا بے شک اس اصلاح کے جذبے سے کوئی کوتاہی بھی ہو جائے جس کی کوئی عمداً نیت بالکل نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اس کوتاہی کو بخشنے والا اور تقسیم کے حصوں پر قناعت کرنے والوں پر خصوصی رحمت کرنے والا ہے۔ کمی بیشی کا تفاوت اس کی رحمت کے صدقے بابرکت ہو جائیگا اس لئے ہر مومن کو فیصلے پر تسلیم و رضائے خداوند قدوس کے جذبہ سے راضی خوشی تیار ہونا چاہیے۔

وصیت کے یہ احکام بعد میں سورۃ النساء میں تقسیم وراثت کے حوالہ سے واضح آیات آجانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قاعدے بیان فرمائے۔

1- احکام وصیت بدل گئے اور ایک تہائی جائیداد کی حد تک وصیت کرنے کی اجازت وارث کو حاصل رہی۔

2- کوئی شخص وارث کے حق میں کسی قسم کی وارثتی تقسیم کے حق میں وصیت کرنے کا مجاز نہ رہا۔

گویا وصیت کرنے کے احکام صرف غیر رشتہ داروں' محتاج اعانت اور رفاہ عامہ کے کاموں کیلئے کی جاسکتی ہے جبکہ دو تہائی جائیداد وارثت حسب احکام شریعت اپنے وارثوں میں تقسیم ہوگی۔ لیکن عملی طور پر لوگوں نے وصیت کے حکم اب بالکل نظر انداز کرنا شروع کر دیئے ہیں اور وہ کل جائیداد ہی ورثاء میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ جب کہ ایک تہائی جائیداد کی وصیت کے بارے میں خدا کا حکم کا پورا کرنا آج بھی اتنا ہی قابل عمل ہے۔ جتنا کہ وراثت کے احکام کا پورا کرنا ضروری ہے۔ وصیت کے اس حکم سے غیر ورثاء یعنی پوتوں' نواسوں یا دیگر رشتہ داروں کی ضروریات کو ملحوظ رکھ کے

ان کو وراثت میں حق دینا لازمی امر ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ وہ خصوص اعانت کے حق دار ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر دادا کی زندگی میں جب اس کا بیٹا فوت ہوجاتا ہے جس کی اولاد موجود ہوتی ہے۔ چونکہ فوت شدہ بیٹے کو وارثت کے احکام میں حصہ نہیں ملتا اور اس سے اسکی اولاد اپنے والد کے حق سے محروم ہوجاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دادا کو وصیت کے اس حکم کے ذریعہ اپنے فوت شدہ اولاد کے ورثاء کو جائیداد میں سے معقول حصہ دینے کا موقع بخشا ہے۔

دعا ومناجات کا حکم

''اور اے نبی میرے بندے اگر تم سے پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے 'میں اسکی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں لہٰذا اسے چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں (یہ بات سنا دو) شاید کہ وہ راست پالیں''۔ (البقرہ:186)

توبہ واستغفار کا عمل اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ومناجات کے ذریعے ہی پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے توبہ ودعا کا تعلق باہم لازم وملزوم کا سا ہے۔ ان آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو بتا دیں کہ میں اپنے بندے کی دعا ومناجات کو صرف سنتا ہی نہیں بلکہ اس کا جواب دیتا ہوں ۔ظاہری حواس کے ذریعہ سے میرے بندے کو چونکہ میں نظر نہیں آتا لیکن اسے یہ حقیت جان لینا چاہیے کہ میری ذات کی قدرت 'اختیار' کائنات کے ہر رنگ اور ہر ترنگ میں جلوہ گر ہے۔ نام نہاد اور بے اختیار ہستیوں کو اپنے دل میں جگہ دے کر انہیں اپنے قریب مان لینا تو عقل کا فتور ہے جبکہ میری ذات تو ہر بندے کی شہ رگ سے

بھی زیادہ قریب ہے۔ میرے قرب کو اس وقت میرے بندے ضرور محسوس کریں گے جب وہ اپنے دل میں اور اپنے عمل میں ذات پر کامل ایمان اور بھروسے کے ذریعہ سے اپنی دعا ومناجات کریں گے۔ انہیں اپنی دعاؤں کی مقبولیت کا اس وقت بھرپور احساس ہوگا۔ ان کا دل دعا کے قبول ہونے پر گواہی دے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے دل میں غیروں کو جاگزیں کریں گے تو پھر وہ مجھے اپنے قریب محسوس کرنے کی بجائے میری ذات کے انکار کا گناہ کریں گے۔ جبکہ مجھے ان کے دلوں کا احوال تک معلوم ہوگا اور اپنے ہی ہاتھوں کیے گئے ظلم کا شکار ہو کر میرے عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔ آیات بالا کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اپنی ہر مشکل اور کٹھن گھڑی میں پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ان سے کسی قسم کی غلطی کا ارتکاب بھی ہو جائے تو وہ براہ راست اپنے رب کے حضور توبہ واستغفار کریں۔ معافی مانگیں اور آئندہ اس غلطی کے قریب تک نہ جانے کا عزم صمیم کریں۔ غلطی کی جس حد تک تلافی ممکن ہو پوری خدا خوفی کے ساتھ اس کا سامان کریں۔ پورے خشوع وخضوع کے ساتھ اپنے رب سے مناجات کریں تو ضرور ان کا مالک ان کی دعائیں سُنے گا اور ان کے طفیل بندے کی خواہشات اور نیک حاجات کو پورا کرنے کا سامان مل سکے گا۔ بشرطیکہ خدا پر کامل ایمان یقین ہو اور بندہ اپنے رب کے حضور پورے شعوری وجدان کے ساتھ خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی رحمت کیلئے طلب گار ہو۔

جہاد فی سبیل اللہ اور صلح کے احکام

"اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو

جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے' اس لئے کہ قتل اگرچہ بڑا ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے اور مسجد حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں تم بھی نہ لڑو' مگر وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں' تو تم بھی بے تکلیف انہیں مارو کیونکہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کیلئے ہو جائے۔ پھر اگر باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں"۔ (البقرہ: 190-193)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ قتال اور صلح کے اوقات کے بارے احکام نازل کئے ہیں۔ کفار چونکہ اللہ کے سرکش' نافرمان اور باغی ہوتے ہیں اس لئے جب وہ ریاست میں واضح طور پر خدا کے احکام کے نفاذ میں رکاوٹ بننے لگیں اور بغاوت وسرکشی پر اُتر آئیں تو پھر ان کو طاقت کے ذریعے روکنے کا حکم ہے۔ اور معاملہ اگر وہ لڑائی اور قتال تک لے آئیں تو پھر مسلمانوں کو بھی ان سے ہر موقع اور ہر جگہ پر لڑنے کا حکم ہے۔ اور قتال اس وقت تک جائز ہے جب تک کہ وہ فتنہ پروری سے توبہ نہ کرلیں۔ اگر توبہ کرلیں تو ان کو معاف کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر آخر وقت تک سرکش اور باغی رہیں اور مسلسل لڑنا چاہیے ہوں تو پھر ان کا قتل کرنا جائز ہے یہاں تک کہ ان کا پیدا کیا گیا سارا فتنہ ختم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی رحمت کے یہ پہلو بطور خاص یاد دلائے ہیں۔

☆ کفار کے ساتھ جنگ میں زیادتی کی اجازت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کو ناپسند کرتا ہے۔

☆ اگر کافر فتنہ پروری سے باز آ جائیں تو جان لیں کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ آیات کے آخر میں پھر وضاحت سے کہا کہ

☆ فتنہ پروری کے خاتمہ تک قتال کرنا لازمی ہے تاہم اگر وہ ظلم سے باز آنے پر آمادہ ہوں تو پھر ان پر دست درازی کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ دست درازی کو پسند نہیں کرتا۔

دین کے یہ اصول آفاقی ہیں۔ کیونکہ دین کی حیثیت آفاقی ہے اور دین کسی خاص فرد یا گروہ کی خواہشات کے مطابق اپنے اصول وضع نہیں کرتا بلکہ اس کا پہلا مقصد مخلوق خدا کو سرکشی سے نکال کر اپنے مالکِ کے حضور اطاعت پر واپس لانا ہے۔ دین حق کی مزاحمت میں حصہ نہ لینے والوں کیلئے قتال کی اجازت نہیں بلکہ انہیں دیگر مسلمانوں کی طرح ان کی جان' مال اور کاروبار کے تحفظ اور فروغ کے لئے مساوی حقوق دینے کا حکم ہے۔ لیکن وہ لوگ جو دینی اقدار کا مذاق اڑائیں' سرکشی اور بغاوت کو جنم دیں اور دوسری مخلوق کے حقوق کا استحصال کرنے لگیں تو پھر ان کا محاسبہ کرنا اور ان کو اطاعت کے دائرہ میں لانا انتہائی ضروری ہے۔ اور اس کیلئے اسی حد تک سختی کرنے کا حکم ہے جو ان کو راہِ راست لانے پر مددگار ہو سکے۔ تاہم اگر وہ قتال پر اتر آئیں تو پھر ان کا قتال کرنا بھی ضروری ہو جائے گا۔

اس قتال میں اسلام کسی طور بھی عورتوں' بچوں اور بوڑھوں پر ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا لیکن اگر وہ خود قتال پر اُتر آئیں اور امن و آشتی پر آمادہ نہ ہوں تو پھر ان کا قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ مقتول افراد کے مثلہ کرنے' کھیتوں اور مویشیوں کی بربادی' اور گھروں وغیرہ کی نذر آتش کرنے کے وحشیانہ اقدامات سے حتیٰ المقدور اعراض کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

آیات سے واضح ہوتا ہے کہ کافر اور باغی بھی اگر توبہ کر لیں اور اپنی روش

درست کر لیں تو پھر ان کو معاف کر سکتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں کیونکہ ان کی آخرت کا معاملہ تو وہ ذات ہی بہتر طور پر کرے گی البتہ دنیا میں ان کے رویے پر ان کا فیصلہ کیا جائے گا۔

حج اور توبہ کے مواقع

"اور اگر حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں پھر جب عرفات سے چلو تو شعر الحرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے' ورنہ اس سے پہلے تو تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے' پھر جہاں سے اور لوگ پلٹتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو' اللہ سے معافی چاہو' یقیناً وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

(البقرہ:198-199)

ارکان اسلام میں حج کو بڑی اہم حیثیت حاصل ہے۔ زندگی میں اگر خدا استطاعت دے تو ایک دفعہ حج کرنا لازم ہے اور حج کر لینے کے بعد انسان گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ ماں کے پیٹ سے جنم لیتے وقت ہوتا ہے۔ آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے حج کے سفر کے دوران تجارت کی اجازت بخشی ہے۔ کیونکہ حج کا اصل مقصود تو رضائے الٰہی ہے جس کا حسن خدا خوفی اور احکام حج کی پورے خشوع و خضوع کے ساتھ بجا آوری سے ہے۔ اور اس ساری سعی کے ساتھ اگر انسان اللہ کے فضل کے تلاش کیلئے کاروبار بھی کرتا جائے تو اس پر کسی قسم کا کوئی ہرج نہیں۔ تجارت اگر خدا خوفی اور رضائے الٰہی پر مبنی ہو تو وہ بھی عبادت ہوتی ہے اس سے بھی مخلوق خدا کو فائدہ ہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد مقام عرفات سے کوچ اور مزدلفہ میں قیام کے دوران کے آداب و وظائف کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں احکام حج کی مکمل بجا آوری کا حکم دیا ہے اور جاہلیت کی رسوم کو ترک کرنے کی تائید کی ہے۔ عرب و غیر عرب کے امتیازات کے تمام بت توڑنے کا حکم ہے۔

ہر حاجی کو مزدلفہ کے قیام میں ایک ساتھ ٹھہرنے اور ایک ساتھ پلٹنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جاہلیت کے دور کے قریش اور غیر قریش کو حاصل امتیازات کو سختی سے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج کو عام مسلمانوں کیلئے اللہ کے حضور اس کے گھر کا طواف کرنے' مسلمانوں کے ساتھ دیگر شعائر حج مثلاً صفاء و مروہ کی تکمیل کرنے' عرفات کے میدان میں خطبہ حج' مزدلفہ واپس پلٹ کر قیام اور پھر اس سارے سفر میں اللہ کی کبریائی' تلبیک کا اظہار اور توبہ و استغفار پورے خشوع و خضوع کے ساتھ کرنے کا موقع ہے۔ حج کے سارے شعائر میں حاجی کا زاد راہ تقویٰ اور ذکر الٰہی ہے۔ انسان سب کچھ چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ کی عبادت کا جذبہ لیکر خدا کے گھر پہنچتا ہے اب اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس سارے عمل کو اللہ کی رضا کے لئے وقف کر دے جاہلیت کے دور کی رسوم چھوڑ دے باپ دادا کے کارناموں وغیرہ کے فخر و مباہات کی ڈینگیں مارنے کی بجائے اپنی انکساری و عاجزی کو خدا کے حضور پیش کریں۔ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر شرمساری و پشیمانی کے ساتھ پوری دل حضوری کے ساتھ خدا سے معافی مانگیں۔ توبہ و استغفار کا اس سے اچھا موقع کون سا ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور اس کے بیت اللہ میں موجود ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دعائیں مانگی تھیں اور اللہ نے ان دعاؤں کو جو مقبولیت بخشی اس کی وجہ سے اُمت مسلمہ کی تشکیل ہوئی اور ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی فیوض و برکات سے سرفراز کیا

گیا۔ یہ مقام شکر ہے یہاں پر اس کی نعمتوں کا شکر کریں اور اپنی کوتاہیوں پر استغفار کریں جس کے طفیل انشاء اللہ آپ کو وہ سعادت حقیقی نصیب ہو گی جس کی سعادت و برکات آپ کو اخروی زندگی کی کامیابی کی صورت میں ملیں گی۔

اللہ کی رحمت کے امیدوار

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا' وہ رحمت خداوندی کے جائز امیدوار ہیں۔ اور بے شک اللہ ان کی لغزشوں کی مغفرت کرنے والا اور انہیں اپنی رحمت سے نوازنے والا ہے''۔

(البقرہ:218)

ان آیات قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر دنیا دار دانشمندوں کے اعتراض کا جواب دیا ہے جو وہ امن پسندی اور صلح جوئی کے پردے میں جہاد پر کرتے ہیں۔ ان آیات سے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض کو یوں بیان کیا ہے۔

''لوگ پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنا کیسا ہے۔ کہو اس میں لڑنا بہت بُرا ہے مگر راہِ خدا سے لوگوں کو روکنا' اللہ سے کفر کرنا' مسجد حرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بُرا اور فتنہ خونریزی سے شدید تر برائی ہے۔ وہ تو تم سے لڑے ہی جائیں گے حتیٰ کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں دین سے پھیر لے جائیں گے (اور یہ خوب سمجھ لو) تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا اس کے اعمال دنیا اور

آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے ایسے سب لوگ جہنمی
ہیں اور ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے"۔

اہل اسلام نے جب بھی اہل کفر کی سازشوں کا قوت سے جواب دینا شروع کیا اور مزاحمت کو اختیار کیا تو ان پر اعتراض ہونے لگا کہ یہ لوگ دین کے پردے میں فساد اور خونریزی کو رواج دیتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے اہل کفر جو مسلمانوں کا ناطقہ بند کرنے کیلئے کرتے ہیں جس سے مسلمان مجبور ہو کر جہاد پر نکل کھڑے ہوتے ہیں ان مظالم پر کسی نام نہاد امن پسند اور صلح جو طبقہ کی زبان سے کوئی لفظ تک نہیں نکلتا۔ یہ آیات اس موقع پر اتری تھیں جب اہل اسلام پر قریش نے بے حد مظالم توڑے اور ان کیلئے مکہ میں رہنا مشکل بنا دیا لوگ ہجرت پر مجبور ہوئے' ذرائع رزق محدود کر دیئے گئے۔ سماجی بائیکاٹ کر دیا گیا اور اہل اسلام کو ایمان لانے کے جرم میں ہر طرح کے تشدد اور جبر کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ جس پر مسلمان پہلے تو گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر گئے اور پھر وہاں پر بھی ان کو امن سے جب رہنے نہ دیا گیا اور وہاں پر ان کے خلاف سازشیں ہونے لگیں تو پھر مزاحمت کی تحریک پیدا ہوئی۔ مسلمانوں نے بھی پیچھے ہٹ کر جہاد کا علم تھام لیا تو پھر مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگانے لگے۔ قرآن مجید اس پس منظر میں یہ واضح کر رہا ہے کہ دراصل مسلمان اہل کفر کی امن پسندی کے ان دعوؤں کے دھوکے میں نہ آئیں ان کی تو کوشش ہے کہ تم لوگ اپنے دین سے ہٹ جاؤ اور دنیا اور آخرت کے خسارے کے سزاوار ہو جاؤ۔ حالانکہ اس کے مقابلہ میں جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان کی حفاظت کی۔ اور باوجود مظالم کے اپنے ایمان کو بچانے کیلئے گھر بار چھوڑنا پسند کر لیا اور اب اگر ایمان کی حفاظت میں جہاد پر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اللہ سے اس کی رحمت کے امیدوار ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب ان کی اس مزاحمت پر ان کی مدد کرے گا اور اہل کفر کی

سازشوں کے آسیب سے بچا کر امن سے رہنے کا موقع دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں اہل ایمان کی اس سعی اور جہادی تحریک کی تحسین کرتے ہوئے انہیں اپنی رحمت' مغفرت اور مدد کی نوید سنا رہا ہے۔ کہ یقیناً یہ لوگ ہی دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابیوں کے جائز امیدوار ہیں اور اللہ ان کی قربانیوں کو کبھی رائیگاں نہیں جانے دے گا۔

ناجائز قسمیں کھانے کی ممانعت

''اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کیلئے استعمال نہ کرو جن سے مقصود نیکی اور تقویٰ بندگان خدا کی بھلائی کے کاموں سے باز رہنا ہو۔ اللہ تمہاری ساری باتیں سن رہا ہے اور سب کچھ جانتا ہے' جو بے معنی قسمیں تم بلا ارادہ کھا لیا کرتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا مگر جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو ان کی باز پرس وہ ضرور کرے گا اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔ جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کیلئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر انہوں نے رجوع کر لیا تو اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

(البقرہ:224-226)

نیکی' تقویٰ اور بندگان خدا کی بھلائی کے کاموں سے لوگوں کی خواہشات پر مجبور ہو کر رُکنا اور قسمیں کھانا کہ وہ آئندہ ان کاموں سے دور رہیں گے اہل ایمان کیلئے انتہائی بُرا ہے۔ ایمان تو نیکی کا حکم دیتا ہے اور جب کوئی نیکی کے کاموں سے دور رہنے کی قسمیں کھا لیتا ہے تو پھر اس کے ایمان کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان آیات میں اہل ایمان کو اپنے ایمان کی عصمت اور قسمیں کھانے کی حرمت پر متنبہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی ہے کہ اگر کوئی سچے دل سے قسم اٹھائے گا تو اللہ

اس کی ضرور باز پرس کرے گا۔ اس لئے اگر غلطی سے کبھی ایسا کر بیٹھے ہو تو اس پر اللہ سے توبہ کر لو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرو تو انشاء اللہ اللہ تمہاری غلطیوں سے درگزر فرمائے گا اور آئندہ ایسا نہ کرنے کی ہمت بھی دے گا۔ یہ اس کی رحمت کا خصوصی فیض ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ہر مشکل موقع پر ہر طرح کی مدد کرتا ہے بشرطیکہ اللہ کے بندے اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں اور ان کے یقین میں کوئی زوال نہ آئے۔

بعض دفعہ اہل کفر اپنے جبر کے ہاتھوں اس طرح قسمیں اٹھواتے ہیں کہ اگر وہ نیکی کے کاموں میں پڑے تو ان کی بیویوں کی طلاق ہو جائیگی تو اللہ تعالیٰ ایسی لغو باتوں سے منع فرما رہا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے ایمان کی حرمت کا پاسبان رہنا چاہیے اور لوگوں کے دباؤ میں آ کر کوئی ایسی قسم اور لغو بات نہیں کرنی چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوتا ہو۔ یہ آیات کفار مکہ کے مظالم کے پس منظر میں مسلمانوں کی ہدایت کیلئے نازل ہوئیں لیکن ان کی تعلیمات کی سچائی رہتی دنیا تک مسلمانوں کیلئے ہے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کسی دباؤ یا لوگوں کی خوشنودی کی خاطر لغو باتیں یا قسمیں بالکل نہیں کرنا چاہیے۔ اور ماضی کی اگر کوئی غلطی ہے تو اس کے لئے اللہ کے حضور معافی کرنی چاہیے۔ توبہ و استغفار کے ذریعے ان کوتاہیوں کی سزا سے اللہ تعالیٰ کے بخشش کی دعا کرنی چاہیے۔ وہ یقیناً درگزر کرنے والا اور خصوصی رحمت فرمانے والی ذات ہے۔

بیوہ عورت سے شادی کے احکام

"عدت کے زمانہ میں خواہ تم ان بیوہ عورتوں کے ساتھ منگنی کا ارادہ اشارے کنارے سے ظاہر کر دو' خواہ دل میں چھپائے رکھو' دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ ان کا خیال تو تمہارے دل میں آئیگا ہی' مگر دیکھو خفیہ عہد و پیماں

نہ کرنا۔ اگر کوئی بات کرنی ہے تو معروف طریقے سے کرو اور
عقد نکاح باندھنے کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ
عدت پوری نہ ہو جائے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تمہارے دلوں کا
حال تک جانتا ہے۔ لہٰذا اس سے ڈرو اور یہ بھی جان لو کہ اللہ
بردبار ہے' چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگزر فرماتا ہے"۔

(البقرہ:235)

بیوہ عورتوں کیلئے اسلام نے رحمت کے مواقع پیدا کئے ہیں' جبکہ دیگر مذاہب میں بیوہ عورت کا جینا حرام ہو جاتا ہے۔ ہندومت میں تو عورت کیلئے مرد کے ساتھ ہی آگ میں جل مرنے کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے عورت پر اس طرح کے کسی ظلم کی اجازت نہیں دی۔ اور اس کو معاشرے کے ایک معزز فرد کی حیثیت سے دوبارہ زندگی کا آغاز کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ زمانہ عدت کا تعین کیا تا کہ اس دوران حمل کے حوالہ سے فیصلہ ہو جائے تا کہ سابقہ شوہر کی اولاد کا فیصلہ ہو جائے۔ اور پھر اگر اسے حمل نہیں ہے تو زمانہ عدت کے بعد نئی زندگی کے آغاز کیلئے مہذب اور مستحسن طریقے کو اپنائے۔ مردوں پر چونکہ دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی رکاوٹ ہوتی ہے اس لئے مرد عموماً بیوہ عورتوں سے شادی چوری چھپے کرنے یا خفیہ تعلقات رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام ایسی کسی بھی صورت کی اجازت نہیں دیتا۔ بیوہ کو بھی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ایسی کسی بھی حرکت کا شکار نہ بنے کیونکہ اس کیلئے ساری عمر کی خجالت اور درماندگی کا سبب بنے گا اور مردوں کو بھی منع فرمایا کہ اگر ان کے دلوں میں کوئی ایسی خواہش ہے کہ وہ کسی بیوہ کے ساتھ شادی کرنے کے خواہش مند ہیں تو وہ اپنی خواہش کا پیغام احسن طریقے سے بیوہ تک زمانہ عدت میں بھی پہنچا سکتے ہیں' لیکن شادی کا فیصلہ معروف طریقے سے زمانہ عدت گزرنے کے بعد عمل میں

آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو جان لینا چاہیے کہ میں ان کے دلوں کے بھید اور احوال بخوبی جانتا ہوں اس لئے وہ کسی غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کی یہ خفیہ اور پراسرار کوششیں میرے علم میں نہیں ہیں۔ ان کی اس طرح کی کسی بھی حرکت کا پورا پورا محاسبہ کیا جائے گا۔ اس لئے وہ اپنی ان حرکتوں سے توبہ کریں اور اپنی نیک خواہشات کو نیک اور معروف طریقوں سے پورا کرنے کیلئے سعی کریں اور یقیناً اس میں انہیں معاشرے میں ایک باعزت شہری ہو کر نئی شادی کے ساتھ خوشی خوشی رہنے کا موقع ملے گا۔ جبکہ خفیہ شادی کی خواہش انہیں اللہ کے ہاں معتوب بنا دے گی اور معاشرہ میں بھی انہیں ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور رہنا پڑے گا۔ اور پھر ایسی شادی سے کبھی اولاد کی خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ یہ عمل سراسر حرام ہے۔ اس سے مکمل توبہ کرنے کا حکم ہے تاکہ اللہ کی مغفرت اور رحمت کے سزاوار ہو سکو۔

سود کی ممانعت اور توبہ

''جو لوگ اپنے مال شب و روز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کیلئے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں'' : ''تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے''۔ حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کیلئے وہ سود خوری سے باز آ جائے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا' سو کھا چکا' اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم

کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے جہاں وہ
ہمیشہ رہے گا اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے۔
اور اللہ کسی ناشکرے بدعملی انسان کو پسند نہیں کرتا"۔

(البقرہ:275-276)

آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے ربٰو یعنی قرض خواہ سے اپنی رقم پر زائد یا اضافی رقم طلب کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ ہمارے ہاں اسے سود کے لفظوں سے موسوم کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اللہ نے سود سے پاک معیشت اور صدقہ و خیرات پر مبنی فلاحی معاشی رویوں کو اپنی پسندیدگی کا ذریعہ قرار دیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے۔ قرآن مجید نے لوگوں کے اس خام خیالی کو نہایت زور سے رد کیا ہے کہ سود کوئی تجارت ہے۔ تجارت میں اصل رقم پر جو اضافہ ملتا ہے وہ بالکل حلال ہے کیونکہ اس میں آدمی اپنی محنت اور رقم کے ڈوبنے کا خطرہ مول لیتا ہے۔ اور اس میں کسی لازمی منافع کا تعین نہیں ہوتا۔ تجارت میں بائع اور مشتری کے درمیان منافع کا مساوی تبادلہ ہوتا ہے کیونکہ مشتری یعنی خریدار چیز سے نفع اٹھاتا ہے اور اپنی ضرورت کی بروقت کفالت کرتا ہے اور بائع اپنی فروخت کاری میں استعمال کی جانیوالی محنت' ذہانت اور وقت و سرمایہ کی اجرت لیتا ہے جس کو اس نے اپنی شے کو مشتری تک پہنچانے میں صرف کی ہے۔ جبکہ سودی لین دین میں منافع کا تبادلہ برابری کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔ سود لینے والا اپنے منافع کی رقم مخصوص کر لیتا ہے۔ جو اس کے لئے یقینی ہے جبکہ سود لینے والے کو رقم سے استفادہ کیلئے مہلت ملتی ہے۔ جس کا نفع بخش ہونا کوئی یقینی نہیں ہے۔ سرمایہ ذاتی ضرورت میں خرچ ہو یا کاروبار میں اسے تمام خطرہ صرف اپنے سر لینا ہے اور اصل زر بمعہ سود لوٹانا بھی ہے۔ اور اگر سود پر رقم لینے والے کو مطلوبہ منصوبہ میں نقصان ہو جائے تو سود پر دینے

والے کیلئے اس کا سود یا منافع بڑھتا ہی رہتا ہے جبکہ ادھار لینے والے کیلئے تو ہر آنے والا دن خسارہ میں زیادتی کا باعث ہے' اور یہ سب کچھ غیر منصفانہ معاشی رویہ ہے جو کہ یقیناً معاشی عمل کیلئے نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو بالکلیہ حرام قرار دیتے ہوئے حکم دیا ہے کہ ہوس زر سے سود خور پاگل کی طرح سودی کاروبار سے ہٹ کر کچھ سوچ نہیں سکتا کیونکہ اس میں اسے کسی قسم کی محنت نہیں کرنا پڑتی اور نہ ہی کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور یہ امر اجتماعی فلاح کیلئے انتہائی ضرر رساں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس لالچ سے فوراً نکل آؤ جو کچھ سودی کاروبار کر چکے ہو اس پر توبہ کرو اور آئندہ کبھی یہ کاروبار نہ کرنے کا وعدہ کرو تو یقیناً اللہ تمہیں معاف کر دے گا۔ اس گناہ کی تلافی جس قدر ممکن ہو ضرور کرو تا کہ تمہارے مال سے اس کی نحوست ختم ہو سکے۔ خدا کا قانون فطرت اٹل ہے سود لینے اور دینے والے میں نفرت' بغض اور کینہ پیدا ہوتا ہے جبکہ صدقہ و خیرات میں باہمی احترام' عزت اور قربانی کی اقدار فروغ پاتی ہیں اور اس طرح اسلامی نظام معیشت سراسر فلاحی اور بھلائی کا نظام ہے جبکہ سودی نظام معاشرے کی تباہی کا نظام ہے۔

امانت اور شہادت کے احکام

''اگر تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسہ کر کے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے' اسے چاہیے کہ امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ آلود ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو'

خواہ چھپاؤ' اللہ بہرحال اس کا حساب تم سے لے لے گا۔ پھر اسے اختیار ہے جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے سزا دے.....وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

(البقرہ:283-284)

امانت و دیانت معاشرہ کی جان ہے' جس سے اعتماد کو فروغ ملتا ہے اور ایک دوسرے کیلئے محبت و جانکساری کے جذبے پرورش پاتے ہیں لیکن اگر معاملہ الٹ ہو جائے تو اس سے سوسائٹی تباہی سے بچ نہیں سکتی۔ اس لئے اسلام نے امانت کا احترام کرنے کا درس دیا ہے۔ اسی طرح شہادت بھی ایک قسم کی امانت ہے۔ آپ جس چیز کا آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے ہیں اسے پوری امانت کے ساتھ بیان کریں جہاں پر اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہو۔ شہادت کو چھپانا بددیانتی ہے۔ آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے امانت کے حوالہ سے معاملات میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے اور شہادت کے چھپانے سے سختی سے منع کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ شہادت کے چھپانے سے دل گناہ آلود ہو جاتا ہے۔ شہادت چھپانے سے انسان کی امانت داری کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ لوگوں کیلئے اس کا اعتماد ہمیشہ کیلئے ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور جھوٹی شہادت سے معاشرے میں جو نفرت کی آگ بھڑکتی ہے اس کی تپش سے پورا معاشرہ جہنم بن جاتا ہے۔ معاشرہ محبت سے پھلتا پھولتا ہے اور نفرت و تعصب سے معاشرہ ٹوٹ جاتا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ امانت کو ہر طور پورا کرنے اور شہادت کو پوری صدق دلی سے واشگاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ امانت داری عزت و احترام بخشتی ہے اور شہادت حق آدمی کی خدا خوفی' دلیری اور حق امانت کو پورا کرنے کی صداقت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور یہی اقدار معاشرہ میں اگر قائم ہوں تو معاشرہ باہمی محبت و اخوت اور اعتماد و یقین پر نشوونما پاتا نظر آتا ہے۔ اور جہاں امانت و شہادت کی اقدار کو نظر

انداز کیا جاتا ہے وہاں باہمی اعتماد ٹوٹ جاتا ہے اور نفرت و حقارت پرورش پاتی ہے' جس سے معاشرہ کی روح ختم ہو جاتی ہے جو کہ معاشرہ کی موت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آیات بالا میں لوگوں کو اس بات کا یقین دلایا ہے کہ اس بات کا یقین کر لیں کہ سب کچھ اللہ کا ہے اور یہ بھی جان لیں کہ جو کچھ تم نے ظاہر کر دیا اور جو کچھ چھپاؤ گے سب کچھ اللہ جانتا ہے اور وہ اس کا حساب لینے کیلئے ضرور اہتمام کرے گا۔ اس لئے لوگوں کو کسی لالچ اور خوف سے بے نیاز ہو کر امانت و شہادت کا حق پورا ادا کرنا چاہیے اور اگر اس سلسلہ میں کبھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ کے حضور اس سے توبہ کریں اور آئندہ کیلئے عزم صمیم کریں کہ پھر کبھی ایسا نہ کریں گے۔ تو یقیناً اللہ معاف کرنے والا ہے اور اسے ہر اعتبار سے قدرت ہے' جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے سزا دے۔

دُعائے استغفار

"بے شک رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسول کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ "ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے' ہم نے حکم کو سُنا اور اطاعت قبول کی' اے مالک! ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔ اللہ کسی جان پر اس کی قدرت سے بڑھ کر ذمے داری کا بوجھ نہیں ڈالتا ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے' اس کا پھل اسی کیلئے ہے اور جو بدی سمیٹی

ہے اس کا وبال اُسی پر ہے۔

(ایمان لانے والو تم یوں دعا کیا کرو) اے ہمارے رب ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں ان پر گرفت نہ کر' ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تم نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار! جس بار کو اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے وہ ہم پر نہ رکھ' ہمارے ساتھ نرمی کر' ہم سے درگزر فرما۔ ہم پر رحم فرما' تو ہمارا مولیٰ ہے کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (آمین)

(البقرہ:285-286)

آیات بالا میں نہایت اختصار کے ساتھ انسان کے منہ سے بنیادی عقائد کو تسلیم کرنے اور مانے جانے کا اقرار کرایا گیا ہے اور پھر انسان کو یہ کہنے کی ترغیب دی ہے کہ ہمارے دلوں میں کسی نبی یا رسول کے حوالہ سے برتری یا تفاوت نہیں ہے ہم سب کا احترام کرتے ہیں اور ان کی لائی ہوئی ہدایات کو برحق مانتے ہیں' اور ان دعائیہ کلمات میں انسان کو یہ بھی تسلیم کرایا گیا ہے کہ انسان پر کوئی ڈالا جانیوالا بوجھ اس کی قدرت سے باہر نہیں ہوتا۔ اگر خداوند کریم کسی پر ذمہ داری ڈالتا ہے تو پھر اتنی قدرت اور ظرف بھی دیتا ہے۔ اس لئے اسے بخشی ہوئی اپنی توانائیوں سے بھرپور کام لینا چاہیے اور مقدور بھر سعی کرنا چاہیے ہاں اگر پھر کوئی بھول چوک ہو جائے' کوتاہی ہو جائے تو اپنے رب کے حضور درگزر کرنے کی دعا کرنی چاہیے۔ اس سے مدد کی درخواست کرنی چاہیے کہ وہ کوئی ایسا بوجھ ہم پر نہ ڈالے جو ہماری طاقت سے باہر ہو۔ اس دعا میں دو باتوں کا یقین ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اس لئے انسان پر جو آزمائش یا بوجھ پڑتا ہے' وہ سب اسی کی رضا سے ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اگر بوجھ ڈالتا ہے تو اسے برداشت کرنے کی ہمت وسلیقہ بھی دے

سکتا ہے اور اسے اس بوجھ میں کمی کرنے کی طاقت بھی حاصل ہے۔ انسان اپنی جانثاری اور خاک ساری کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی عاجزی کا بیان کرتا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس پر کسی کڑے امتحان کو نازل نہ کرے بلکہ وہ سراپا نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت سب پر بھاری ہے۔ اس کی مغفرت اور رحمت ہی انسان کی اصل مددگار و معاون ہے۔ غمگساری کی ساری توفیق اسے ہی حاصل ہے۔ کفار کے معاملہ میں اگر کبھی بندہ کا ٹاکرا ہو جائے تو مقابلہ کرنے کی ہمت و طاقت بھی وہی خالق حقیقی کی ذات دے سکتی ہے۔ کیونکہ وہ تمام حکمتوں اور قدرتوں کا مالک ہے۔

متشابہات سے دور رہنے اور بچنے کی دُعا

وہی خدا ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں۔ اور دوسری متشابہات ہیں۔

میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں' حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ان پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانش مند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔ وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کہ پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔ پروردگار! تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنیوالا ہے

جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ۔تو ہرگز اپنے وعدہ سے ٹلنے والا نہیں ہے"۔(آل عمران: 7-9)

کائنات ایک وسیع پہلو اور پیچیدہ اسرار کا خزانہ ہے اور یہ ایک انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اپنی کوتاہیوں' تنگ دامانیوں اور خلقی کمزوریوں کے باعث کائنات کے رازوں وبیرون پر کماحقہ' ملکہ حاصل کر لے' جب تک کہ خالقِ کائنات اسے بعض اسرار تک پہنچنے میں کامل راہنمائی نہ بخشے ۔کیونکہ یہ فیصلہ اٹل ہے کہ انسان کبھی اللہ تعالیٰ کی کائنات کا احاطہ نہیں کرسکتا ۔اس لئے ایک شکر گزار بندہ کی یہ خوبی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسی حد تک محدود کر لیتا ہے جس حد تک اس کا مالک اسے راہنمائی دیتا ہے ۔اور اس سے زیادہ آگے عقل کے بے مہار اور آزاد فکری کے گھوڑے نہیں دوڑاتا ۔اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتایا ہے کہ صرف گمراہ اور دلوں میں ٹیڑھ رکھنے والے انسان ہی مشتبہ اور مبہم آیات الٰہی کی نقاب کشائی میں پاگل پن کی حد تک پیچھے پڑ جاتے اور اُن کو طرح طرح کے معنی پہنا کر اپنی علمی جولائیوں کا رنگ جمانے کی کوشش کرتے ہیں۔نتیجتاً لوگ ناقص عقلی کے ہاتھوں گمراہ ہوتے ہیں اور اصل ہدایت سے دور ہو جاتے ہیں ۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے صرف محکم آیات اور تعلیمات تک محدود رہنے کا حکم دیا ہے ۔اور فرمایا کہ علم میں راسخ لوگ وہی ہیں جو اپنے آپ کو محکم آیات تک رکھتے ہیں اور اس میں بھی ان کی دعا ہوتی ہے کہ اے پروردگار جب تو ہمیں سیدھے راہ لگا چکا ہے تو پھر اب کسی کجی میں مبتلا نہ کرنا ۔اپنی رحمت کی نظر سے فیضیاب رکھنا ۔کیونکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ تو نے ایک دن سب کو یقیناً جمع کرنا ہے جس کے آنے میں ہمیں کوئی شبہ نہیں اور نہ ہی تو اپنے وعدہ سے ٹلنے والا ہے ۔اور اس دن یقیناً وہ لوگ جو اپنے حق اور استطاعت سے تجاوز کرنے والے تھے' تو ان کا محاسبہ کرے گا اور یقیناً اس تجاوز کی وجہ سے سزاوار ہوں گے اس

لئے ہمیں مالک تو ہمارے ان لوگوں میں ہونے سے بچالے۔ کیونکہ تیری رحمت ہی ہمیں بچا سکتی ہے۔

اللہ کے کامیاب بندے اور ان کے وظائف توبہ

"کہو میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے جو لوگ تقویٰ کی روشنی اختیار کریں' ان کیلئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں' جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی'۔ وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی' پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مالک ہم ایمان لائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں آتش دوزخ سے بچالے یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں راستباز ہیں' فرمانبردار اور فیاض ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ کی مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں۔"

(آل عمران: 15-17)

آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے اللہ کے کامیاب بندوں اور ان کی زندگی کے معمولات کی تفسیر بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جو لوگ خدا خوفی کی زندگی اختیار کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ کے انعامات کے سزاوار بنتے ہیں۔ ان کے دل اللہ کے حضور اپنی خطاؤں' کوتاہیوں اور لغزشوں پر افسردہ ہوتے ہیں۔ اس سے اس کی رحمت کی درخواست کرتے ہیں۔ آتش دوزخ کی ہلاکت خیزیوں سے بچنے کی دُعا کرتے ہیں۔ ان کے معمولات حیات میں صبر وشکر' فرمانبرداری' فیاضی اور سحر خیزی کی نورانیاں ہوتی ہیں۔ ایسے راہ

حق میں استقامت دکھانے والے چونکہ کسی نقصان یا مصیبت پر ہمت نہیں ہارتے' کسی ناکامی سے دل شکستہ نہیں ہوتے' کسی لالچ سے پھسل نہیں جاتے' ہر حالت میں صبر و رضا کی تصویر بنے رہتے ہیں۔ ان کے دل دامن حق سے چمٹے ہوتے ہیں۔ ان کیلئے یقیناً اللہ کی رحمتیں گھٹا بار ہو کر نازل ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے صدق و صفا' عاجزی و انکساری' جود و سخا اور خدا خوفی کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں جس کی حکمرانی آخرت کی تجارت پر سوا ہوتی ہے۔ اور اللہ کے مقبول بندوں کا یہی زر کثیر ان کو دنیا و آخرت کی کامیابیوں میں بھی اللہ کی اطاعت و شکر کی دولت سے مالا مال رکھتا ہے۔

حسابِ آخرت اور دنیا کا ماحصل

"مگر کیا بنے گا ان پر جب ہم انہیں اس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے۔ اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ پورا پورا دیدیا جائیگا۔ اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

کہو! خدایا! ملک کے مالک تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے' عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے' بھلائی تیرے اختیار میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں ..... جاندار میں بے جان کو نکالتا ہے اور بے جان میں سے جاندار کو اور جسے چاہتا ہے' بے حساب رزق دیتا ہے"۔

(آل عمران: 26-27)

آیات بالا نے ایک کامل مومن کے مطمئن اور شاکر دل کے عقائد کی تفسیر کی ہے جو کہ دنیا کے عجیب عجیب مناظر اور متنوع پہلو دیکھ کر دنگ ہوتا ہے اور پھر اپنے

مالک کی بے نیازیوں اور بندہ پروریوں کے حضور اس دعا سے تشکر اور تذکر کے لئے اپنی زبان سے اعلان کرتا ہے کہ اے مالک! میں یہ دیکھ کر کیا کہوں کہ یہاں کی عارضی زندگی میں لوگ کثرت رزق میں کیسے دھوکے کھائے بیٹھے ہیں۔ انہیں شاید اپنے مرنے کا ڈر نہیں اور کئی لوگ مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹنے کے باوجود کس قدر شکر گزار ہیں اور وہ اپنے مالک کے حضور آخرت کے روز کے محاسبہ سے ڈرے ہوئے ہیں۔ دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ کے عجیب انداز ہیں کہ کل کا بادشاہ آج گدا بنا ہے اور کہیں ظالم اور کافر کا طوطی بول رہا ہے اور اسے کسی حساب کا ڈر نہیں اور کہیں مفلوک الحال اور فاقہ زدہ مسلمان اپنے تمام تر تقویٰ اور عبادت و ریاضت کے ساتھ اپنے رب کے حضور اپنی آخرت میں کامیابی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن مجید کی ان آیات سے تعلیم دی ہے کہ تمہیں آخرت پر یقین ہے' دنیا کی یہ ساری گونا گوں رنگینیاں جن میں کئی مظلوموں کی آہیں اور کئی ظالموں کی سرکشیاں مدفن ہیں' ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ وہ مختار و مالک ہے کہ کسی کو تو اس دنیا میں تخت و تاج دے دے اور کسی کو تخت و تاج سے گرا کر راندۂ درگاہ کر دے۔ دنیوی زندگی کے پیچ فلم کو کھولنے اور بند کرنے کے راز اور بھید وہی ذات خداوندی جانتی ہے' اور ایک بندہ عاجز اس کی طاقت' قدرت اور بصیرت کے ساتھ ساتھ اس کی حکمتوں تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ بے شک یہ سب اس کی ذات کے وہ مظاہر ہیں جن کے بھید وہ خود جانتا ہے اور جب چاہے جس کو چاہے اپنے بھیدوں سے آگاہ کر دیتا ہے بے شک وہ کسی کے سامنے جوابدہ یا مجبور نہیں ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی محبت

''اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا اور

تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ ان سے کہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کرلو پھر اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں"۔

(آل عمران: 31-32)

اللہ کے دین میں بنیادی قدم جس کو دین کی اساس کہنا بے جا نہ ہوگا وہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ لوگوں کو یہ باور کرادو کہ اگر انہیں حقیقی معنوں میں اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے تو پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اطاعت کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اطاعت سے ہی ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی محبت کا سایہ دراز ہوگا۔ دوسری آیات میں بھی اسی حوالہ سے واضح کر دیا گیا کہ اطاعت رسول سے کسی کو انکار ہے تو پھر محبت الٰہی کا دعویٰ کیسا اور ان پر اللہ کی محبت کا سایہ کیسا وہ یقیناً رحمت خداوندی سے محروم ہو جائیں گے۔ اللہ کی محبت اور شفقت کا رنگ صرف انہی لوگوں پر چڑھے گا جن کے شب و روز میں اطاعتِ رسول کے مناظر ابھریں گے۔ اور اگر اطاعت رسول میں کسی کو کوئی ہچکچاہٹ ہے تو پھر وہ لوگ اپنے آپ کو پکے کافر سمجھیں۔ ان کا خدا سے کوئی رشتہ نہیں اور ان کا خدا سے محبت کا دعویٰ مکمل جھوٹا ہے اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ آیت ہذا سے اس بات کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول کی اطاعت میں کامل نہیں ہیں اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کے دعویٰ میں کوئی صداقت نہیں۔ کیونکہ دعویٰ کی صداقت کیلئے اطاعت رسول شرط اول ہے۔ اور دین اسلام کا منہاج ہی یہی

ہے کہ اللہ کی رسول کی دی ہوئی چیز کو قبول کر لو اور جس چیز سے وہ منع فرمائے اس سے ہٹ جاؤ بلکہ اس کے نزدیک تک نہ جاؤ۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
ہے اس میں اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

(حفیظ جالندھری)

ایمان پالینے کے بعد کفر کرنے والے کیلئے توبہ کے احکام

''کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ہدایت بخشے جنہوں نے نعمت ایمان پالینے کے بعد پھر کفر اختیار کیا حالانکہ وہ خود اس بات پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول حق پر ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں بھی آ چکی ہیں۔ اللہ ظالموں کو تو ہدایت نہیں دیا کرتا ان کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے اس حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائیگی البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں' اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی ایسے لوگ تو پکے گمراہ ہیں یقین رکھو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ کفر ہی کی حالت میں جان دی ان میں سے کوئی اگر اپنے آپ کو سزا سے بچانے کیلئے روئے زمین پھر کر بھی سونا فدیہ میں دے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا' ایسے لوگوں کیلئے دردناک سزا تیار ہے اور

وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

(آل عمران: 86-91)

آیات بالا انسانی ہٹ دھرمی اور اندھی جہالت کے اس پہلو سے متعلق ہے جو علمائے یہود نے بعثت نبوی کے وقت ظاہر کی تھی وہ جان چکے تھے اور ان کی زبانوں سے شہادت تک دی جا چکی تھی کہ آپ نبی برحق ہیں اور جو تعلیم آپ لائے ہیں وہ دین تعلیم ہے جو اس سے پہلے انبیاء کی تھی۔ لیکن پھر بھی تعصب و تنگ نظری کی وجہ سے ضد، دشمنی اور انکار کی راہ پر اندھے منہ چلتے رہے۔ کتمانِ حق ان کی فطرت ثانیہ بن چکا تھا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر لعنت برس رہی تھی۔ اللہ کے فرشتے بھی اور تمام انسان مالی دل سے ان پر لعنت بھیج رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کے اس انکارِ حق کے بدلے میں انہیں سخت عذاب کی نوید دی ہے لیکن رحمت حق کا ایک پہلو پھر بھی غالب رہا کہ جو لوگ ان کے شریک کار پہلے تھے لیکن بعد میں ان کے دل ایمان کے نور سے منور ہوئے اور پھر انہوں نے اپنے رب کے حضور توبہ کر لی تو ان کو اللہ تعالیٰ نے موقع دیا کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور اگر وہ حق کی اشاعت میں اپنی ذمہ داریوں کو بطریق احسن انجام دیتے رہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً انہیں معاف فرما دے گا اور اللہ کی رحمت انہیں اپنے سایہ میں لے لے گی۔ لیکن ایمان لانے کے بعد جو لوگ پھر مرتد ہو گئے تو پھر ان کے لئے توبہ کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا۔ وہ یقیناً دردناک عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ کیونکہ انہوں نے حق کا نور دیکھ کر بھی کفران نعمت کی راہ اپنائی اب کسی طور پر بھی وہ اس قابل نہیں کہ ان پر رحم کیا جائے کیونکہ انہوں نے اپنے رویے سے اپنے آپ کو جھوٹا اور ناشکرا ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایک بار انہیں موقع دے دیا تھا جب ایمان کا نور انہیں مل گیا۔ لیکن انہوں نے جان بوجھ کر دنیاوی رکھ رکھاؤ اور وقتی مفادات کی

خاطر دین حق کو حق جانتے ہوئے بھی مسترد کر دیا اس لئے اب وہ کسی طرز پر قابل اعتماد اور رحمت خداوندی کے مستحق نہ رہے۔ اب ان کا اجر صرف دردناک عذاب ہی ہوگا۔

معافی کا اختیار صرف اللہ کو ہے

''اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں' اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے' چاہے سزا دے کیونکہ وہ ظالم ہیں' زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا مالک اللہ ہے۔ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے' وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (آل عمران:128-129)

مندرجہ بالا آیات مبارکہ جنگ احد کے اس موقع پر اتریں جب آپ زخمی ہوئے اور آپ کے منہ سے بے اختیاری میں کفار کے حق میں بددعا نکل گئی اور آپ نے فرمایا کہ ''وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کرے'' جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آپ کی وقتی جذباتی کیفیت کو دیکھ کر گویا فرمایا کہ اے میرے نبی آپ سزا و جزا کے معاملہ میں پریشان ہو کر وہ بات نہ کریں جو آپ کے منصب کے خلاف ہے۔ آپ رحمتہ اللعالمین ہیں' اور وقتی طور کے ہاتھوں جو اذیت پہنچی ہے۔ وہ تو قدرے اپنوں کی ہی غلطی کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ مال غنیمت کو جمع کرنے کیلئے اپنی دفاعی ذمہ داریوں کو نظر انداز نہ کرتے تو پانسہ اس طرح نہ پلٹتا۔ اور آگے اس زخم کی دادرسی بڑے پیارے الفاظ کے ساتھ یوں فرمائی۔

''دل شکستہ نہ ہوں' آپ غم نہ کریں' بے شک آپ ہی غالب

رہیں گے اگر تم مومن ہو۔ اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسے ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لئے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں۔ اور ان لوگوں سے چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی (راستی کے) گواہ ہوں۔ کیونکہ ظالم لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں"۔

(آل عمران:139-140)

تکوین کائنات کے نظام میں انسان کیلئے وہی کچھ ہے جو وہ محنت کرتا ہے۔ لیکن خالق کائنات کو مصالح عامہ کے حوالہ سے اپنی تقدیر اور فیصلے بدلنے کا پورا پورا حق ہے۔ اس میں لوگوں کی سچی توبہ و استغفار اور اللہ کے محبوب بندوں کی نیک دعائیں اللہ ضرور مستجاب کرتا ہے۔ مالک کائنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان آیات میں تعلیم امت کیلئے یہ کہا ہے کہ کفار کو ان کے جزا و سزا دینے کی ضرورت، اہمیت اور اس کی نوعیت تو میں جانتا ہے، اور اس کا فیصلہ کرنے کا مجھے پورا پورا اختیار ہے۔ اس لیے آپ نبوت کے جس منصب پر فائز ہیں۔ اس کے لئے آپ کو عارضی اور وقتی الجھنوں سے متاثر ہونا نہیں چاہیے۔ مجھے کفار کے مظالم کا بدلہ چکانا آتا ہے اور اہل ایمان کی فروگذاشتوں سے پہنچنے والے نقصان کو بھی پورا کرنا آتا ہے۔ یہ میرا منصب ہے کہ میں جس کو چاہوں معاف کر دوں اور جسے چاہوں سزا دوں بخشنا اور عذاب دینا میرا حق ہے اور لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ میری ذات بڑی ہی معاف کرنے والی اور رحم فرمانے والی ہے بشرطیکہ انہیں میری ذات سے مانگنے اور معافی لینے کا سلیقہ آ جائے۔

معافی چاہنے والے بندے اور ان کا انعام

''دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کیلئے مہیا کی گئی جو ہر حال میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوشحال' جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو پسند ہیں۔ اور جن کا حال یہ ہے کہ کبھی اگر کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں ..... کیونکہ اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہے۔ اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں انہیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیسا اچھا بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کیلئے''۔ (آل عمران: 133-136)

مندرجہ بالا آیات بھی مسلمانوں کی تالیف قلب اور تعلیم کیلئے اللہ نے ارشاد فرمائیں اور مسلمانوں کو اللہ سے مغفرت مانگنے' اس کے طریقے اور صحیح موقع کے آداب وغیرہ سے آگاہی دے دی' تاکہ وہ اپنے رب کی بخشش سے کماحقہ' فیض یاب ہوں۔ اور ایسے اللہ کے بندوں کی چند نمایاں خوبیاں گنوا دیں جو ان کے کردار کا خاصہ ہیں۔

1- گناہ کے ارتکاب پر فوراً اس کے حضور توبہ کرتے ہیں۔
2- دیدہ و دانستہ غلطیوں پر کوئی حیل و حجت نہیں کرتے۔
3- خدا ترس ہوتے ہیں۔
4- اللہ کی راہ میں ہر وقت اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں اور انہیں اپنی بدحالی یا خوشحالی اس کام میں کوئی متاثر نہیں کرتی۔
5- غصہ کو پی جاتے ہیں۔
6- دوسروں کے قصور کو معاف کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی خوبیوں کے لوگ اسے بہت ہی پسند ہیں۔ اور اللہ ان کی توبہ ضرور قبول کرے گا اور انہیں زمین و آسمان کی وسعتوں پر محیط کرے گا۔ اور انہیں زمین و آسمان کی وسعتوں پر محیط جنت میں ٹھکانہ بخشے گا۔ جہاں ایسے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان کا یہاں قیام دائمی ہوگا کسی قسم کی نعمت چھن جانے اور دی گئی آسائشات میں کمی آنے کا کوئی ڈر نہ ہوگا۔ آخری آیات میں خود اللہ تحسین فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ کیسا نیک بدلہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک لوگوں کو بخشے گا۔

سابقہ نبیوں کے ماننے والے نیک لوگوں کی دُعا

اور ان کی دعا بس یہی تھی کہ "اے ہمارے رب ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ ہمارے کام میں تیری حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اسے معاف کر دے ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر"۔ آخر کار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں"۔

(آل عمران: 147-148)

جنگ احد کے حوالہ سے جب مسلمان دل گرفتہ تھے اور وقتی ہزیمت سے انہیں اپنی کوتاہی پر جس قدر ندامت تھی اس کی وجہ سے وہ مسلسل اللہ اور اس کے رسول کے حضور اپنی غلطیوں پر آبدیدہ ہوتے جا رہے تھے اور بعض کمزور ایمان کے لوگ حالات سے مایوس ہو کر دین حق سے ہٹ کر اہل کفر سے دوبارہ رشتہ جوڑنے پر بھی آمادہ ہونے لگے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن مجید کی آیات کے ذریعے ٹوکا اور بتایا کہ تم سے پہلے بھی کئی نبی آئے اور ان کے ساتھ مل ان کے ماننے والوں نے اہل کفر سے کئی دفعہ ٹکر لی ان پر بھی قتل و غارت کی کئی مصیبتیں ٹوٹیں۔ لیکن وہ دل شکستہ نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے کسی قسم کی کمزوری دشمن کو نہ دکھائی اور کبھی بھی سرنگوں ہونے کا خیال تک نہ کیا۔ بس اپنے رب کے حضور صبر و شکر سے مدد کی دعا کرتے رہے اور ان کی دعا یہی تھی کہ ہمارے رب تو ہماری غلطیوں کو معاف کر دے (کیونکہ حق کی راہ میں قربانی دینا عزیمت کا کام ہے۔ مشکلات اور حالات کے دباؤ سے گھبرانا ایک فطری امر ہے)

بے شک ہمارے کام میں تیری (قائم کردہ) حدود سے تجاوز ہو گیا۔ بس تو ہمیں معاف کر دے ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما اور اللہ نے ان کی خلوص اور اللہ کیلئے وارفتگی کو دیکھ کر انہیں دین و آخرت کی ساری بھلائیوں سے شادکام کیا۔ جان لینا چاہیے کہ آخرت کی بھلائی دنیا کی ساری عارضی بھلائیوں سے کئی گنا بڑی اور بہتر ہے اور یہ بھلائیاں اللہ تعالیٰ صرف اپنے ایسے نیک لوگوں کو بخشتا ہے جو اللہ کی راہ میں صاحب عزیمت رہتے ہیں۔ مشکلات میں دل گرفتہ نہیں ہوتے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اپنی نصرت و مدد کیلئے اسی کی طرف دست سوال دراز کرتے ہیں اور چونکہ اللہ کو ایسے ہی بندے پسند ہیں اس لئے

وہ ان پر مہربان ہو کر ضرور ان کی پکار پر اپنی رحمت و نصرت کی بارش کرتا ہے۔

کمزور ایمان لوگوں کیلئے اللہ کی معافی

''تم میں سے جو لوگ مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے ان کی اس لغزش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ اللہ نے انہیں معاف کر دیا' اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بُردبار ہے''۔

(آل عمران: 155)

اللہ تعالیٰ کو اس بات کا کوئی شوق نہیں کہ وہ لوگوں کو ذرا راہ حق سے بھٹکتا دیکھے اور فوراً پکڑ کر دردناک عذاب میں ڈال دے۔ وہ ذات حکیم و خبیر ہے' اسے پتہ ہے کہ کس آدمی کی فطرت میں سرکشی اور بغاوت ہے اور کس آدمی کی بشری کمزوریوں نے اسے غلطیاں کرنے پر مجبور کیا ہوا ہے۔ انسان ایک کمزور مخلوق ہے۔ اس کا دل حالات کی تلخی اور نرمی سے متاثر ہوتا ہے۔ اب یہ افراد کی تعلیم و تربیت پر موقوف ہے کہ وہ اسے کس پائے کا جانکسل' باہمت اور نڈر بناتی ہے۔ دنیا جہاں باہمت لوگوں کے کارناموں کی وجہ سے نقطہء عروج پر پہنچی کھڑی ہے وہیں ہر دور میں ایسے بے ہمت بزدل اور وقتی مصلحتوں کے ہاتھوں مجبور ہو جانے والوں کی کثیر تعداد موجود رہی ہے جن کی وجہ سے اہل ہمت کے کارناموں کی حسین تاریخ کو ان کی بوقلمونیوں نے سیاہ اور تاریک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جنگ احد کے موقع پر مسلمانوں کی شکست میں ذمہ دار بننے والوں کی دل گرفتگی کا نقشہ سامنے رکھتے ہوئے ان آیات میں واضح کر رہا ہے۔ کہ میں جانتا ہوں کہ بعض مسلمان مقابلہ کے وقت بزدلی کا ارتکاب کر بیٹھے اس لئے کہ وہ اپنی بشری کمزوریوں کی وجہ سے شیطان کی چالوں کا شکار ہو گئے۔ اس نے انہیں ہمت دکھانے کی بجائے جان بچانے کو اکسایا۔ وہ میدان سے جان بچانے

کیلئے بھاگے حالانکہ ان کے دل میں اللہ اور اسکے رسول کی محبت ضرور تھی۔اور وقتی طور پر اجتہادی غلطی کر گئے اور اب وہ بڑے دل گرفتہ بھی ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے اب ان کی لغزش کو تو معاف کر دیا ہے لیکن اس وقتی صورتحال سے اللہ نے کئی منافق اور غدار لوگوں کے دعوؤں کا پول کھول دیا جو ذرا سی آزمائش پر فوراً اپنے اصلی روپ میں آ گئے۔ان کے ظاہر ہونے سے اہل حق نے اپنے سچے اور کھرے ساتھیوں کو بخوبی پہچان لیا۔اور اس طرح اہل ایمان منافقوں سے جلد پاک ہو گئے۔جن کی منافقت آنے والے دنوں میں اہل اسلام کیلئے بڑی ہزیمت یا نقصان کا باعث ہو سکتی تھی۔یہ سب کچھ مشیت ایزدی اور حکمت الٰہی کی وجہ سے تھا۔

اللہ کی راہ میں موت اور اللہ کے بندوں کا ایمان

اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئیگی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ بہر حال تم سب کو سمٹ کر جانا اللہ کی طرف ہے۔

اے پیغمبر! یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے بہت نرم واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ان کے قصور معاف کر دو اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو البتہ تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والے نہیں اور وہ تمہیں چھوڑ

دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ پس جو
سچے مومن ہوں ان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے"۔

(آل عمران: 157-160)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ اللہ کی راہ میں اگر کوئی قتل ہو جائے یا مر جائے تو اس پر اللہ کی جس رحمت کی بارش ہوتی ہے اس کا فیض اتنا با برکت ہے کہ انسان کی ساری جمع شدہ پونجی بھی خرچ ہو جائے تو بھی اسکی ادنیٰ مقدار کو نہیں پا سکتا۔ جبکہ موت سے کسی کو فرار کا کوئی راستہ نہیں اور سب نے مر کر اللہ ہی کے حضور پیش ہونا ہے۔ انہی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اصحابہ کے درجات کی طرف راہنمائی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میری رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کیلئے انتہائی نرم مزاج ہے (کیونکہ آپ کے دل کا سورج تو میرے نور سے ہی منور ہے) جس کی وجہ سے باوجود اس دل گرفتگی اور ہزیمت کے وہ آپ کے ساتھ ابھی تک چمٹے ہوئے ہیں۔ ان سے جو کوتاہی ہوئی ہے اب وہ آپ معاف کر دیں۔ بلکہ ان کے دلجوئی کیلئے ان کی مغفرت کی دعا کریں اور انہیں اپنی دینی مہمات کی منصوبہ بندی میں برابر شریک مشاورت رکھیں اور فیصلہ اپنے دل کو اچھے لگنے والے مشورہ پر کریں۔ اور جس فیصلہ پر تیرا دل جم جائے گا تو اس پر ڈٹ کر اللہ کے بھروسہ کے ساتھ عمل کریں۔ اور خدا کا یہ قانون ہے کہ جو اس کے بھروسہ پر اپنے کام کی بنیاد اٹھاتا ہے تو میری مدد ونصرت اس کے ضرور شامل حال ہوتی ہے اور جس کی مدد پر میں یعنی مالک کائنات کی ذات آجاتی ہے تو پھر اس پر کوئی دنیا کی طاقت غالب نہیں آسکتی اور جس کا ساتھ میری ذات چھوڑ دیتی تو اسکی پھر کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ پس جو سچے اور کھرے مومن ہوتے ہیں ان کے کردار کی یہ نمایاں خوبی ہوتی ہے کہ وہ دنیاوی مال واسباب سے

بے نیاز ہو کر اپنی فتح و نصرت کی بنیاد صرف اللہ کے بھروسے پر رکھتے ہیں۔ اور یقیناً فائز المرام ہوتے ہیں۔

آیات الٰہیہ اور توبہ کی ترغیب

''زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوشمند لوگوں کیلئے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ مالک! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی پس اے ہمارے آقا جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما جو برائیاں ہم میں ہیں انہیں دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوند جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے کئے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال' بے شک تو اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔ جواب میں ان کے رب نے فرمایا ''میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنیوالا نہیں ہوں خواہ مرد ہو یا عورت' تم سب ایک

دوسرے کے ہم جنس ہو لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور معاف کر دوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان کی جزا ہے جو اللہ کے ہاں ہے اور ایسی بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے"۔

(آل عمران: 190-198)

ان آیات الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کو باور کرایا ہے کہ میری کائنات کی ایک ایک تخلیق میری ذات کی حقانیت پر دلالت کرتی ہے۔ سارا نظام ایک حکیمانہ اسلوب سے چل رہا ہے۔اس لئے کوئی صاحب ہوش وہواس جب اس نظام کی حکمت کار اور نظم سلسلہ پر غور کرتا ہے تو بے اختیار پکارا اٹھتا ہے کہ اے پروردگار تو نے یہ نظام کوئی بے کار اور بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے۔کیونکہ اس درجہ کا نظم وضبط پیدا کرنے والی ذات سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ کوئی فضول کام کرے۔ بے شک اس کے بعد بھی جو انکار کا مرتکب ہوا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔اور جس نے اپنے اعمال کا محاسبہ نہ کیا تو وہ ضرور قیامت کے احتساب پر تیرے عذاب کا سزاوار ہوگا۔اور تیرے سوا انہیں تیرے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا انسان خطا کار ہے ۔اس سے ہر قدم پر غلطی ہونے کا احتمال ہے اس لئے لازماً اہم سے بھی غلطیوں کا ارتکاب ہوا ہے اے مالک تو ان سے درگزر فرما اور قیامت کی رسوائی سے بچالے۔ انسان جب اپنے مشاہدہ سے اعتراف حقیقت کرے گا اور اپنے گناہوں پر اس کے حضور معافی کا خواستگار ہوگا تو پھر اس کا رب اسکی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔اور اپنے بندے سے کہے گا کہ اے میرے بندے میں تو تم سے کسی کا بھی کوئی عمل ضائع

کرنے والا نہیں ہوں ۔تمہاری قربانیاں' ہجرتیں اور میری راہ میں جھیلی جانیوالی اذیتیں میرے ہاں بڑی قابل قدر ہیں ۔میں ضرور تمہارے گناہ معاف کروں گا اور باغوں اور نہروں سے بھری جنتوں میں داخل فرما کر ایک دائمی اجر وثواب سے نوازوں گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندوں کے طریق زندگی اور طریق بندگی کو جس طرح بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی شکر گزاری اور بندے کی تسلیم ورضا سے بڑی محبت ہے ۔اللہ تعالیٰ کائنات پر غور کرنے کا حکم بھی اس لئے دیتا ہے کہ بندہ کو کائنات کی وسیع اور متنوع کارگاہ میں مصروف عناصر کی نظم ومنضبط کارکردگی سے جب میری ذات کا شعور ملے گا تو اسے یقین کی دولت ملے گی اور پھر اسے اپنے رب کے حضور اپنی التجاؤں کے ساتھ' اپنی کوتاہوں پر ندامت کرنے اور معافی' مانگنے میں جو لذت ملے گی وہ اسے اسکی زندگی کے ان انمول ثمرات سے آشنا کریگی جن کی منہاج صبر وشکر' تسلیم ورضا' ایمان اور عجز وانکساری کی اعلیٰ اخلاقی اقدار ہوں گی ۔اور یہی سب کچھ ماحصل عبودیت وبندگی ہے۔

ارتکاب بدکاری اور توبہ

> ''تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو اور اگر چاروں آدمی گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے ۔اور تم میں سے جو اس کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو تکلیف دو پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں چھوڑ دو اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

(النساء:15-16)

زنا کاری اور بدکاری کا یہ ابتدائی حکم تھا۔جس میں چار آدمیوں کی کھلی شہادت آجانے کے بعد انہیں گھروں میں بند رکھنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ نکال دے۔یہ حکم زانیہ عورتوں کے بارے تھا ۔جبکہ زانی مرد اور زانی عورت دونوں کے بارے حکم اگلی آیت میں دیا گیا کہ انہیں اذیت دی جائے انہیں ذلیل کیا جائے یہاں تک کہ وہ اپنے کئے پر نادم ہوکر توبہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔اور آئندہ اپنی روش درست کرنے کا پورا پورا ارادہ کرلیں تو انہیں چھوڑ دیں بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

بعد میں جب سورۃ نور نازل ہوئی تو پھر اس میں مرد' عورت دونوں کو سو سو کوڑے مارنے کا ایک ہی حکم دیا گیا۔یہ زنا کی مقرر شدہ حد تھی جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' خلفائے راشدین اور بعد کے دور میں باقاعدہ طور پر نافذ رہیں۔

سزا کا عمل دنیا والوں کیلئے ہے۔حد کے نفاذ سے زانی مرد اور زانی عورت نشان عبرت بن جاتے ہیں۔اور آخرت کیلئے ان کی اس بدکاری کی جڑ کٹ جاتی ہے کیونکہ یہ سزا اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔اور اس کا نفاذ جب مکمل طور پر ہوگا تو آخرت کی سزا سے بھی مرد وعورت بالکل بچ جائیں گے۔لیکن وہ اعمال جن میں حدیں نافذ نہیں ہوتیں اور دنیا کے قاضیوں کی طرف سے تعزیرات کے طور پر سزا دی جاتی ہیں وہاں حکم آخرت معلق رہتا ہے۔اگر فیصلہ مکمل ایمانداری وخلوص کے ساتھ کیا تو پھر امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی سزا پر آخرت کی سزا کو معاف کرسکتا ہے۔اور اگر دنیا کی سزا میں کسی کی دنیاوی دکھاوے یا رعایت کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو پھر آخرت کی سزا سے بچنا صرف رب کریم کے خصوصی فضل کے علاوہ ناممکن ہے۔اس لئے انسان کو دنیا میں کی گئی غلطیوں پر تقویٰ کا دامن تھامنا چاہیے اور اہل حکومت سے دنیاوی

کوتاہوں پر نرمی تلاش کرنے کی بجائے اپنی غلطی سے متاثر ہونے والوں کی رضا جوئی 'صلہ رحمی اور کفالت تمام کا بندوبست کرنا چاہیے تاکہ اللہ کے دربار میں روز قیامت کو ان کا کوئی دعویٰ آپ کے خلاف باقی نہ رہے۔اگر دنیا میں اپنی بدنامی کے ڈر یا عزت کے خوف یا سماجی مقام ومرتبہ کے جوش میں آکر اپنا اکاؤنٹ درست نہ کر سکے۔تو یاد رکھیں یہ وہ بہت مہنگا سودا ہوگا۔دنیا تو ایک عارضی مقام ہے۔یہ تو سراسر آزمائش ہے۔جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے تیار کی ہے۔کیا آپ اس بالکل عارضی اور سراسر ناپائیدار خوف کے بدلے میں آخرت کے حقیقی دن پر اس قرض کو اٹھا رکھنا چاہتے ہیں جہاں اس قرض کا چکانا بہت مشکل اور مہنگا ہوگا۔کیونکہ وہاں تو قرض آپ کے نیک اعمال سے چکایا جائیگا جبکہ یہاں آپ یہ قرض کچھ مالی معاوضہ یا صرف تالیف قلب کے ساتھ بآسانی حاصل کر سکتے ہیں۔

فحاشی ایک معاشرتی گناہ ہے۔اس سے متاثر پورا معاشرہ ہوتا ہے اور اس گناہ پر اللہ تعالیٰ کا بہت عتاب نازل ہوتا ہے۔اس لئے ایسے گناہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور خصوصی توبہ اور سچی توبہ کرنے کی ضرورت ہے۔مغفرت طلبی کے بغیر یہ گناہ صاف نہیں ہوسکتا۔اللہ کا غصہ اس کے حضور سچی ندامت سے ہی دور ہوسکتا ہے اس لئے خدا خوفی کے ساتھ پوری سچی توبہ کریں۔اور اپنی اصلاح کریں تو یقیناً اللہ رحم کرے گا۔ کیونکہ وہ مغفرت کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

نادانی اور سرکشی کی توبہ

''ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کیلئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی بُرا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں' ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور

حکیم ودانا ہے۔مگر توبہ ان لوگوں کیلئے نہیں ہے جو بُرے کام کئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی کی موت کا جب وقت آجاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اور اسی طرح توبہ ان لوگوں کے لئے بھی نہیں جو مرتے دم تک کافر رہیں ایسے لوگوں کیلئے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔" (النساء:17-18)

انسان خطاکار ہے۔بھول چوک اور غلطی فہمی کی وجہ سے کسی خواہش کے ارتکاب پر مُصر ہونا ایک فطری امر ہے۔ اگر انسان کسی ایسے پہلو سے کسی ناگوار اور ناپسندیدہ گناہ کا مرتکب ہو جائے تو جب بندہ کو احساس ہو جائے اور وہ فوراً اپنی ندامت کا احساس کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی نظر عنایت سے معاف کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ حکیم و دانا ذات ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان کسی بدکاری کو پوری سرکشی اور بغاوت کے جذبے سے کرے تو وہ امر ایک کبیرہ گناہ بن جاتا ہے اور اس کا معاف ہونا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ ایسے گناہوں کیلئے دردناک عذاب کی وعید دیتے ہیں۔ آثار موت سے قبل تک توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے' اور انسان کیلئے رجوع کرنے کا حق رحمت حق سے مشروط رہتا ہے۔ عمر بھر کی سرکشی اور بغاوت کو چند ساعتوں کی کھلی اور حقیقی ندامت اللہ کے فضل و کرم سے بدل سکتی ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ انسان مکمل طور پر بدل گیا ہو۔ اس کو اپنے گناہوں پر کسی طور پر کوئی خوشی نہ ہو۔ بلکہ وہ ان کی یاد سے اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہو۔ اور اپنی اس ذلت کی وجہ سے مکمل مغموم ہو۔ رحمت حق کا بے چینی سے طالب ہو' اپنے مالک کی رحمت کو پکار پکار کر مغفرت کی دعا کرتا ہو تو پھر یہ بعید نہیں کہ رحمت حق غالب آجائے۔ کیونکہ رحمت حق سب کچھ پر غالب اور وسیع ہے۔

ابوالعیث سمرقندی نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں ایسے ہی ایک بہت بڑے گناہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک واقعہ قلم بند کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں روتے روتے داخل ہوئے تو آپ نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو حضرت عمر فرمانے لگے۔ کہ حضور دروازہ پر کھڑا ایک نوجوان رو رہا ہے۔ اس کے رونے کو دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا ہے۔ آپ نے فوراً اس نوجوان کو بلا بھیجا اور اس سے رونے کے بارے میں استفسار کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نوجوان! تم کیوں پورے زاروقطار رو رہے ہو۔

نوجوان: حضور! اپنے گناہوں کی کثرت اور اس کے مقابلہ میں اللہ کے غضب کو یاد کر کے رو رہا ہوں کیونکہ مجھے اپنی بخشش کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نوجوان! کیا تو نے شرک کیا ہے۔ کیونکہ شرک گناہ عظیم ہے؟

نوجوان: حضور! نہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تو پھر کیا کسی کو تو نے قتل کیا ہے؟

نوجوان: حضور! نہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اگر ایسا نہیں تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے سارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اگرچہ وہ آسمانوں، زمینوں اور بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر بھی کیوں نہ ہوں۔

نوجوان: یارسول اللہ یا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا گناہ ساتوں آسمانوں ساتویں زمین اور سارے پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (حیرت زدہ ہو کر) تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی؟

نوجوان: جی ہاں میرا گناہ بہت بڑا ہے۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کیا تیرا گناہ اللہ کے عرش سے بھی بڑا ہے؟
نوجوان: جی ہاں میرا گناہ بڑا ہے۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اچھا یہ بتا تیرا گناہ بڑا ہے یا تیرا معبود؟
نوجوان: (سٹ پٹا کر) یا رسول اللہ! یقیناً میرا اللہ بہت بڑا ہے۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تو پھر گناہ تو وہی معاف فرمائے گا۔ جو تیرے گناہ سے اور ساری مخلوق سے بڑا ہے۔ لیکن تو یہ تو بتا کہ تیرا آخر کون سا گناہ ہے۔ جس کی وجہ سے تو اتنا بے چین اور پریشان ہے؟
نوجوان: یا رسول اللہ! آپ کے سامنے گناہ کا اظہار کرتے ہوئے مجھے شرمساری آتی ہے۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ ضرور بتائیں آخر ہمیں بھی تو پتہ چلے۔
نوجوان: (سر نیچا کر کے انتہائی ندامت سے) حضور! میں تقریباً سات سال سے گورکنی کا کام کرتا ہوں۔ قبیلہ انصار کی ایک لڑکی کا انتقال ہوا۔ لڑکی انتہائی حسین تھی تو میں نے شہو کے غلبہ سے اس مردہ کو کفن سے نکالا اور اپنا منہ کالا کیا۔ فارغ ہوا تو واپس چلنے لگا تو میرے سامنے وہ لڑکی خدا کی قدرت سے کھڑی ہو گی اور بولی: ''اے بدبخت نوجوان تجھے شرم نہیں آئی قیامت کے دن اللہ کی کرسی فیصلہ کیلئے جب بچھائی جائیگی اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ دلوایا جائیگا۔ تو نے تو مجھے مردوں کے درمیان جو برہنہ کر چھوڑا ہے اور مجھے اللہ کے سامنے ناپاک کھڑا کر دیا ہے''۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (انتہائی غصہ سے اس کی گردن پکڑ کر کہا) بدبخت تجھے دوزخ میں جانے کیلئے کس چیز نے مجبور کیا۔ یہاں سے فوراً نکل جا۔
نوجوان: (انتہائی مایوسی میں روتا ہوا) وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ اے اللہ تو ہی مجھے

معاف فرما۔ میں بدبخت توبہ کرتا ہوں تو تو معاف کرنے والا ہے۔ اس طرح کے کلمات کہتا ہوا دور نکل گیا۔

نوجوان اس کے بعد چالیس رات تک مسلسل اللہ کے حضور برابر روتا پیٹتا اور توبہ کرتا رہا۔ اور دعائیں کرتا رہا کہ ''اے اللہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام اماں حوال علیہا السلام اور تمام انبیاء کا معبود ہے تو بہت بڑا غفور الرحیم ہے۔ اگر تو نے مجھ بدبخت کو معاف کر دیا ہے تو پھر میری معافی سے تو خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی آگاہ فرما۔ ورنہ آسمان سے آگ نازل فرما اور مجھے جلا ڈال تاکہ میں تیرے آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں''۔

ادھر نوجوان زارو قطار روتا ایسی ہی دعاؤں میں مصروف تھا ادھر حضرت جبرائیل علیہ السلام فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ درود وسلام بھیجا اور پوچھنے لگے:

حضرت جبرائیل علیہ السلام: اے اللہ کے پیارے نبی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا یا اللہ نے؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یقیناً مجھے اور ساری مخلوق کو صرف اللہ نے پیدا کیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام: کیا مخلوق خدا کو روزی آپ دیتے ہیں؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نہیں ہرگز نہیں بلکہ مجھے اور ساری مخلوق کو اللہ اور صرف اللہ ہی روزی دیتا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام: کیا مخلوق خدا کی توبہ وبخشش کی قبولیت آپ کرتے ہیں؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نہیں بلکہ میری اور ساری مخلوق کی توبہ وہی خالق کائنات قبول فرماتا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام: تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ میرے فلاں بندہ (نوجوان)۔ کا قصور معاف کر دیں کیونکہ میں نے اس کی توبہ قبول کر لی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر بڑے ہی متحیر اور خوش ہوئے اور فوراً اس نوجوان کو بلا کر اس کو اس کی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنائی۔ نوجوان اللہ تعالیٰ کی خصوصی نظر عنایت پر فوراً سجدہ شکر لایا۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب بندہ خدا سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس پر نظر عنایت کرتا ہے۔ لیکن یہ صرف اور صرف مالک کائنات کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کسے کب اور کیسے معاف کرتا ہے۔ کسی کی عبادت و ریاضت کی انتہا یا کسی کی انتہائے ندامت پر یہ حق یقین نہیں ہو سکتا بس

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

مایوسی گناہ ہے اور رحمت کی امید سے ہی رحمت خداوندی کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

رحمت خداوندی اور کمزور انسان

''اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ان طریقوں کو واضح کرے اور انہی طریقوں پر تمہیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے گزرے ہوئے صلحاء کرتے تھے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ علیم بھی ہے اور دانا بھی یہاں اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر جو لوگ خود اپنی خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(النساء: 25-28)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت و رحمت کا وہ پہلو بیان کر دیا ہے جو اسے اپنی مخلوق انسان کے بچاؤ کیلئے ابھارتے ہیں۔ اول اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہے کہ بندگان خدا اپنے سلف صالحین کی سیرت کو اپنا لیں اور انہی کے طور طریقوں کو اختیار کریں۔ دوسرا یہ کہ رحمت خداوندی کی وسعت ابھارتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت اور ان کو بُرائی کے امور سے بچانے کیلئے ہر ممکن اقدامات کرے کیونکہ وہ خود حلیم و دانا ذات ہے۔ وہ انسان کی فطری کمزوریوں سے پوری طرح آگاہ ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس پر مٹنے والے لوگ سلیم الفطرت لوگوں کو بھی گمراہ کرنے پر مجبور کرنے لگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی خصوصی توجہ سے انہیں گمراہ ہونے سے بچانے کی تدبیر کرتا رہتا ہے۔ وہ حساب کتاب اور عقوبت کی گرفت تک کو نرم کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انسان بڑا ہی کمزور پیدا کیا گیا ہے اور انہی کمزوریوں کی وجہ وہ برائی کی راہ پر جا نکلتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں صالحین کے طور طریقوں پر لانے کیلئے اس کی ہدایت اور بچاؤ کیلئے کوئی نہ کوئی سبیل کر دیتا ہے' ایسا ہی رحمت کا ایک جھٹکا حضرت ذاذن رحمتہ اللہ کو نور ایمان بخش گیا۔ روایت ہے کہ حضرت ذاذان رحمتہ اللہ علیہ کوفہ کے نامور خوش الحان گلوکار تھے۔ ایک دفعہ جب ابھی ایمان کے نور سے دل منور نہیں ہوا تھا کہ ایک شراب میں مست مجمع میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آواز کانوں میں پڑی تو منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ ''کتنی عمدہ آواز ہے کاش قرآن پاک پڑھتا تو مزہ آتا''۔ یہ کہہ کر آپ آگے چل دیئے۔ ذاذان کے کان میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے جملہ کی بھنک پڑی تو پوچھنے لگے کہ یہ صاحب کون تھے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے جو کہ ایک نامور صحابی رسول ہیں جو کہہ رہے تھے کہ کتنی عمدہ

آواز ہے! اگر قرآن پڑھتا ہوتا تو کتنا لطف آتا' ذاذان نے جملہ سنا تو حالت بدل گئی۔ نورِ ایمان کی شمع جل اٹھی فوراً طبلہ توڑ دیا اور دوڑ کر روتا ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ حضرت عبداللہ نے دیکھ کر فوراً اپنے سینہ سے لگا لیا اور دونوں کی آنکھیں شکرانِ نعمت سے اشکبار ہو گئیں۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ ''میں اس شخص سے کیوں محبت نہ کروں جس سے اللہ کو محبت ہے'' اور اس کے بعد حضرت ذاذان نے ساری عمر دین سیکھنے میں آپ کے پاس ہی گزار دی اور نامور امام بن گئے۔

شرک کا گناہ

''یقیناً اللہ بس شرک کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا بہتان باندھا کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی''۔

(النساء: 48)

شرک تمام گناہوں سے بڑا ہے حتیٰ کہ دوسرے گناہوں کی معافی تو ممکن ہے مگر یہ ایسا گناہ ہے کہ اس کی معافی کی کوئی سبیل نہیں۔ کیونکہ یہ تو صریحاً اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار ہے' شرک اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو کسی دوسرے کے نام سے موسوم کرنا ہے اور یہ کھلا ظلم ہے۔ کہ آپ کسی مخلوق کو خالق کا مقام دے دیں۔ کسی بندہ کو مالک حقیقی مان لیں۔ اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں کسی کو شریک کرنا چاہے وہ صفات کے حوالہ سے ہو' اس کی ذات کے حوالہ سے ہو یا اللہ تعالیٰ کے حقوق کے حوالہ سے ہو' وہ ہر اعتبار سے شرک کیا جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا کرنے والے کو ہدایت بھی کیوں کر دے جب کہ وہ کھلم کھلا اس کی ذات' صفات اور حقوق کا مالک کسی اور کو مانتا ہے۔

ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ صریح گمراہی میں ہونے اور کھلی سرکشی و بغاوت کی وجہ سے بالکل معاف نہیں کرتا۔ معافی تو ندامت سے ہے' اطاعت کے جذبہ سے ہے' مالک کائنات کو اس کی ذات' صفات اور تمام حقوق میں یکتا ماننے سے مشروط ہے۔ اور جب تک انسان اس راہ پر چلتا رہتا ہے۔ اس کی توبہ و ہدایت کا دروازہ ہی بند رہتا ہے اور جب کبھی وہ خود کسی نیکی یا اور کسی طرح رحمتِ خداوندی کے طفیل شرک کی راہ سے لوٹ آتا ہے اور ندامت و شرمساری سے پسیج کر اللہ کے حضور توبہ و بخشش کیلئے اپنی پیشانی جھکا دیتا ہے تو پھر یہ ممکن ہے کہ رحمت خداوندی اس کی تر دامنی کو نظر انداز کر کے اپنے عفو و درگزر کی چادر میں جگہ دے دے۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم سے خطا' بھول اور ان سب چیزوں کو معاف کر دیا جن کے کرنے کی طاقت نہ ہو۔ اور مجبوری میں ہمارے لئے حرام کو حلال کر دیا پھر ہم کو پانچ چیزوں کی ایسی نعمت عطا فرما دی جن کا شکر ہم جتنا بھی کریں کم ہوگا۔

1- اپنے فضل سے دنیا عطا فرمائی اور پھر بطور قرض کے اس کو طلب کیا۔ اگر تم اللہ کے مطالبہ پر برضا و خوشی مال خرچ کرو گے تو دس گنا سے سات سو گنا تک بدلہ ملے گا بلکہ بعض دفعہ تو بے حساب بدلہ ملے گا۔

2- ہم سے دنیا چھین لی ہماری کراہت سے' بلکہ ہمارے صبر کرنے پر ہمیں آخرت میں بے انتہا اجر کا بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ آیت قرآنی ہے۔ اگر شکر کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں دوں گا۔

3- اور اس طرح شکر ان نعمت سے نعمتوں میں اضافے کا وعدہ فرمایا۔

4- کوئی کتنا بھی بڑا گناہ کرے توبہ سے گناہ معاف کرنے کی امید بخش دی۔ بلکہ فرمایا کہ تائب سے اللہ بے حد محبت کرتا ہے۔

5- اور پھر ایک ایسی نعمت اور دے دی جو اگر جبرائیل و میکائیل کو مل جاتی تو وہ اس کو بہت بڑا جانتے وہ نعمت خدا کا یہ فرمان ہے کہ لوگو مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا ضرور جواب دوں گا یعنی دعا قبول کروں گا۔

نافرمانی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور توبہ

"اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے' ان سے تعرض مت کرو' انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔ انہیں بتاؤ کہ ہم نے جو رسول بھی بھیجا اس لئے بھیجا ہے کہ اذن خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔ اگر انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا تو جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آ جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول خدا بھی ان کیلئے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم فرمانے والا پاتے"۔

(النساء: 63-64)

نبوت و رسالت کے منصب کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حساس اور پُرعظمت قرار دیا ہے۔ اور اسلام کی بنیادی تعلیمات میں یہ شامل کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے اور ان کی ہدایت و تعلیم کیلئے اپنے نبی اور رسول بھیجتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ان کی پوری پوری اطاعت کی جائے۔ ایک جگہ فرمایا جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ ان کی مخالفت کو کفر سے تعبیر کیا۔ اور ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق یا امتیاز کرنے کی سخت ممانعت فرمائی۔ انبیاء کی دعوت خدا کی بندگی کی دعوت ہے۔ اور ان کی بعثت بندگانِ خدا پر اتمام حجت ہے کہ خدا کی تعلیم ان تک برابر پہنچا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی خطہءِ زمین یا کوئی قبیلہ ایسا نہیں

جہاں اللہ کا نبی نہ بھیجا گیا ہو۔ آخرت کے روز انبیاء کی شہادت ان کی امتوں پر طلب کی جائیگی۔ اور پھر جن امتوں نے اپنے انبیاء کی دعوت کا مذاق اٹھایا' انہیں بُرا بھلا کہا' ان کو اذیتیں دیں اور ان دعوت کی تکذیب کی' انہیں سخت عذاب خداوندی کی وعید دی گئی۔ ان کا طریقہ ہدایت اور ان کی تعلیمات سے انحراف کو ضلالت سے معنون کیا گیا۔ ان آیات قرآنی میں بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے لوگوں کے دلوں سے واقف ہے۔ ان کے تساہل یا کوتاہی سے آپ رنجیدہ خاطر بالکل نہ ہوں آپ ان کو اپنی اثر انگیز وعظ و نصیحت فرماتے رہیں جو ایک روز ضرور ان کے دل میں راسخ ہو جائیگی۔ آپ انہیں بتا دیں کہ رسول کی بعثت صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ امت اس کی مکمل اطاعت کرے۔ اگر وہ اطاعت کے معاملہ میں کسی حیل و حجت میں پڑے تو ان کی جانوں پر یہ انکا بہت بڑا ظلم ہوگا اور اگر کبھی یہ غلطی ہو جائے تو ان کیلئے بہتر یہ ہوگا کہ فوراً آپ کے حضور حاضر ہو کر توبہ کا اظہار کریں' اور جب یہ آپ کے حضور معافی گزار ہوتے تو آپ بھی یقیناً ان کے لئے دعا کرتے جس پر یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے گا اور رحم سے نوازے گا۔

منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ ایک شخص کے پاس اس وقت تشریف لے گئے کہ وہ حالت نزع میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احوال پوچھا تو بولا: ''حضور میری حالت یہ ہے کہ میں اپنے گناہوں سے خائف ہوں اور خدا کی رحمت کا امیدوار بھی ہوں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب نزع کے عالم میں کسی بندے کے دل میں یہ گناہوں کا خوف اور اللہ کی رحمت کی امید جمع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس بندے کی امید بر لاتا ہے۔ اور جس بات سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے اس

سے اس کو مامون کر دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ''اپنے آپ کو خود بخود ہلاکت میں نہ ڈالو'' یعنی کبیرہ گناہوں کے ارتکاب پر جب بندہ توبہ کرتا ہے تو وہ خدا سے ڈر کر کرتا ہے اور تائب ہو کر اللہ سے مغفرت کا امیدوار ہوتا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ نوید اور دعا و بخشش کا پیغام یقیناً ہر مسلمان گناہگار کیلئے توشہء آخرت ہے۔ اور آپ کی طرف سے اللہ کے حضور مغفرت کی دعا بندہ مومن کی نجات کا پیغام ہے۔

قتل کا گناہ اور توبہ

''کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے اِلّا یہ کہ اس سے بھول چوک کر ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کر دے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے الا یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں۔ لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارہ معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا۔ اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔ پھر جو غلام آزاد نہ کرا سکے وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے''۔

(النساء: 91-92)

قتل گناہ کبیرہ ہے۔ اور کسی انسان کا قتل تو ایسے ہے جیسے پوری انسانی نسل کو

قتل کیا ہے۔ اس لئے ان آیات میں اس گناہ کبیرہ کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی انسانی بھول چوک کر کسی بھائی کو قتل کر دے تو اس کے کفارہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کروائے۔ اور مقتول کے ورثاء کو حق خون بہا ادا کرے ہاں ورثا کو اختیار ہے کہ وہ اپنا خون بہا معاف کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں کسی خوف، دھمکی یا دہشت کے ساتھ خون بہا کی معافی پر آمادہ کرنا کسی طور پر بھی جائز نہیں ہوگا۔ اللہ نے قتل کے کفارہ پر یہ جو حد مقرر کی ہے یہ سماجی جرم کی تلافی کا ایک فطری ذریعہ ہے۔ اس سے جہاں قاتل میں اپنی غلطی پر کھلی ندامت، پشیمانی اور اپنے جرم کے غلط ہونے کا کھلا اعتراف شامل ہے، وہاں اس کی تلافی کیلئے دلی طور پر آمادگی ہے تاکہ وہ آخرت میں اس جرم کے عتاب سے بچ سکے۔ کیونکہ آخرت کا محاسبہ تو جہنم کا ایندھن ہے۔ جس کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے برداشت کرنا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون بہائی مد میں سو اونٹ، سو گائیں یا دو ہزار تک بکریاں ورثاء کو دینے پر فیصلہ دیا ہے۔ نقدی میں بھی آپ نے آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم مقرر کئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اونٹوں کی اہمیت بڑھ گئی تو ایک ہزار دینار یا چاندی کے سکوں میں بارہ ہزار درہم بطور خون بہا دلوایا۔ یہ صرف قتل خطا کے سلسلہ میں خون بہا کی مقدار تھی۔ اگر مقتول دارالاسلام کا باشندہ ہو تو خون بہا کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے قصور کی معافی کیلئے ایک غلام کو آزاد کرانا بھی ضروری ہوگا۔ اور اگر مقتول کا تعلق دارالحرب سے ہو تو قاتل کو صرف غلام آزاد کرنا ہوگا۔ خون بہا کچھ نہ ہوگا۔ لیکن اگر مقتول کا تعلق ایسے دارالکفر سے ہو جن سے اسلامی حکومت کا معاہدہ ہو تو پھر قاتل کو غلام کے آزاد کرانے کے ساتھ ساتھ خون بہا بھی دینا ہوگا۔ لیکن خون بہا کی مقدار وہی ہوگی جتنی اس معاہدہ قوم کے کسی غیر مسلم فرد کو قتل کر دینے کی صورت میں ازروئے معاہدہ دی جانی

ضروری ہے۔ جب کوئی قاتل غلام کو آزاد کرانے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ پے در پے دو ماہ کے روزے رکھے۔ یعنی روزوں کے بیچ میں ناغہ نہیں ہونا چاہیے بشرطیکہ کوئی عذر شرعی واقع نہ ہو۔

قتل عمداً میں قصاص کا قانون موجود ہے جس میں جان کے بدلے جان کا قانون ہے۔ اگر آزاد نے قتل کیا تو بدلے میں آزاد ہی قتل ہوگا۔ اور اگر غلام قاتل ہے تو وہ غلام ہی قتل ہوگا۔ اگر عورت نے جرم کا ارتکاب کیا تو قصاص عورت سے ہی لیا جائیگا تاہم قانون میں اللہ نے یہ گنجائش دی ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء اگر متفق ہو کر خون بہا کا تصفیہ کرنا چاہیں یا معاف کر دینا چاہیں تو اس کی بھی مکمل اجازت ہے۔ معاملہ میں معروف اور احسان کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

جہاد میں تساہل اور اس کے احکام

''مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں' دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔ اللہ نے بیٹھنے والوں کی نسبت جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک کے لئے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر اس کے ہاں مجاہدوں کی خدمات کا معاوضہ بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

(النساء:95-96)

اللہ کے دین کی خاطر جدوجہد کرنا ایک عام مسلمان کا وظیفہ ہے لیکن اللہ کی

رضا جوئی کیلئے اس کے دین کے غلبہ میں مزاحم ہر قوت کو زیر کرنے کیلئے اپنی جان، مال اور وقت کی قربانی دینا اور باطل کے خلاف ڈٹ جانا جہاد ہے۔ یہ جہاد اپنے نفس سے لیکر اپنے معاشرہ، سیاسی ناخداؤں اور حکمران قوتوں تک ہو سکتا ہے۔ جو آدمی اپنے خدا کا بندہ بن کر زندگی گزارنے نہیں دیتے اور کسی غیر اللہ کا اطاعت گزار بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان کے خلاف تمام اپنی امکانی طاقتوں سے مقابلہ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اب اس فریضہ میں جو آدمی کسی تساہل کا شکار ہوتا ہے۔ یا جزوی طور پر شریک جہاد ہوتا ہے تو عمل کے درجہ میں بُری طرح فرق پڑ جاتا ہے۔ جہاد کی اصل یہ ہے خدا کی راہ میں اپنے مال و جان اور وقت کی قربانی کیلئے پکارے جانے پر فوراً تیار ہونا ہے۔ اور جو بھی کسی بھی حوالہ سے رعایت کا طلبگار ہوا۔ یا دل میں کسی پہلو سے بچنے کی تدبیر کرے گا تو اس کو جہاد کا کبھی پورا ثواب نہیں مل سکے گا۔ جہاد کا اجر خدا کے ہاں ہے جو کہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اللہ کا یہ دوٹوک فیصلہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جولڑنے میں متذبذب ہوگا اس کا ایمان پورا نہ ہوگا۔ اس لئے ان آیات میں یہ واضح کر دیا گیا کہ وہ لوگ جو جہاد پر آگے جا کر لڑتے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ درجات کے حامل ہیں جو گھر بیٹھے اپنے ذکر و فکر میں مشغول ہیں۔ مال سے جہاد کرنا اور گھر میں بیٹھے ذکر، عبادت اور بیوی بچوں کی کفالت مستحسن قدم ہیں۔ لیکن جب اللہ کے دین کی خاطر باہر نکلنے کی ضرورت پڑ جائے تو پھر گھر میں ان مشاغل کی خاطر رُکنا کسی طور پر مستحسن نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس کو ایمان کی کمزوری پر معمول کیا جائیگا۔ موت سے ڈرنا اور جہاد پر نکلنے میں عذر بہانے تلاش کرنا کسی مومن کیلئے زیب ہی نہیں دیتا۔ مومن کیلئے اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہونا اور اپنی حتیٰ المقدور سعی کرنا اصل ایمان کی نشانی ہے کیونکہ جان تو اس کی دی ہوئی ہے اور اگر اس کے دین کی خاطر اس کو قربان بھی کر دیا جائے تو یہ کوئی بڑا سودا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے

بندوں کیلئے ان کی جانوں، مالوں اور اعزہ واقربا کی قربانی کیلئے بڑا اجر عظیم ہے۔ جو کہ آخرت کے روز مومن کا اصل اثاثہ ہوگا۔ جبکہ اہل دنیا کیلئے دنیا کی نعمتیں زیادہ قابل فخر ہوتی ہیں اس لئے وہ ان نعمتوں کی قربانی دینے پر تیار نہیں ہوتے۔ جہاد کا راستہ مومنین کا راستہ ہے۔ اور جہاد سے بچنے کی کوشش کرنیوالے ایمان کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں ہجرت

''جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور بڑا ہی برا ٹھکانا ہے ہاں جو مرد عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کردے۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کریگا وہ زمین میں پناہ لینے کیلئے بہت جگہ اور بسر اوقات کیلئے بڑی گنجائش پائے گا۔ اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کیلئے نکلے، پھر راستہ ہی میں اسے موت آ جائے۔ اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہوگیا۔ اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے''۔

(النساء: 97-100)

اپنے دین و اعتقاد کے مطابق پوری اسلامی زندگی بسر کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔لیکن اگر کسی روئے زمین پر یہ سب کچھ کرنا ممکن نہ ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس وطن کو خیر باد کہہ کر اس سرزمین پر چلا جائے جہاں اس کو اپنے دین اور اعتقاد پر اپنی زندگی گزارنے کے مواقع حاصل ہوں۔آیات بالا سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اگر کوئی مجبوری و معذوری کے ساتھ اپنی اس زمین سے چمٹا رہے گا اور جبکہ اسے اپنے دین واعتقاد پر عمل کرنے میں بہت سے مصائب ہیں تو پھر اس سے یہ سوال کیا جائیگا کہ وہ یہ مصائب کیوں برداشت کرتا رہا اور اس سرزمین کی طرف کیوں ہجرت نہ کر گیا جہاں اسے بہتر طور پر زندگی گزارنے کے پورے پورے مواقع حاصل ہوتے۔اور اللہ کی طرف سے وسیع کشائش حاصل ہوتی۔آیات الٰہیہ سے پتا چلتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسری جگہ پر ہجرت کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی مجبوری و معذوری پر معذرت طلب کرنی چاہیے اور یہ پھر بعید نہیں ہوگا کہ اللہ اسے معاف کر دے یا اس کے لئے ہجرت کرنے کے مواقع پیدا کر دے۔اور جو کوئی شخص ہجرت کر جائیگا اور اپنی پہلی سرزمین پر حاصل تمام مراعات یا آسائشات کو ترک کر کے اللہ کے دین کی خاطر ہجرت کر جائیگا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور اجر عظیم سے نوازے گا۔نئے علاقے میں اسے اپنے فضل وکرم سے نوازے گا اور اگر اپنا گھر چھوڑ کر تو نکل کھڑا ہوا لیکن راستے میں ہی اپنی جان ہار بیٹھا تو اسے اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے گا۔اس کی کوتاہیاں معاف کرے گا اور اپنے خصوصی رحم وکرم سے اسے فیضیاب کرے گا۔

کتاب حق کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم

"اے نبی! ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ جو راہ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے

مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔تم بد دیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑے والے نہ بنو اور اللہ سے درگزر کی درخواست کرو' وہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

(النساء:105-106)

دین اسلام کا یہ اعزاز ہے کہ اس میں عدل وانصاف پر بڑا زور دیا گیا ہے۔اللہ تعالی نے آیات میں حکم دیا ہے کہ اے نبی جو کتاب حق پر نازل کی گئی ہے آپ اس پر اپنے اللہ کی طرف سے دکھائی گئی راہ راست کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔کسی بددیانت گروہ کی طرف سے ان کی چرب زبانی اور غلط بیانی کے داؤ میں آ کر کسی تعصب یا ہمدردی میں آ کر اپنا فیصلہ نہ خراب کریں۔ان آیات کا نزول اس وقت ہوا جب قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص بشیرین اُبریق نے ایک انصاری کی زرہ چُرالی اور جب تجسس شروع ہوا تو مال مسروقہ ایک یہودی کے ہاں رکھ دیا اور جب زرہ کے مالک نے اپنا استغاثہ بشیر کے خلاف پیش کیا تو بنی ظفر کے قبیلہ نے آپس میں اتفاق کر کے اس یہودی کے سر چوری کا الزام تھوپ دیا۔یہودی سے پوچھا گیا تو اس نے اپنی برأت کا اظہار کیا' بنی ظفر قبیلہ کے لوگ تھے کہ یہودی حق کا انکاری ہے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا جبکہ ہم سب مسلمان ہیں' اس لئے ہماری بات تسلیم کی جائے اور یہودی کی برأت کا اعتبار نہ کیا جائے۔ہو سکتا ہے کہ ظاہری حالات سے متاثر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی کے خلاف فیصلہ دے دیتے کیونکہ زرہ اس کے ہاں سے ملی تھی۔لیکن اس سازش کا پردہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ ان آیات سے کیا جس سے معاملہ کی پوری حقیقت کھل گئی۔اس طرح اسلام کے عزت و وقار کی دھاک بیٹھ گئی کہ کسی خاندان یا مذہب کی عصبیت انصاف کے معاملہ میں رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ دیانت داری اور حق پر

فریق کی پوری پوری رعایت کی جاتی ہے۔

آیات میں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ اس طرح کی کارروائی میں جو ظاہری کوتاہیاں اہل اسلام کی طرف سے واقع ہوئیں ان پر اللہ کے حضور معافی مانگی جائے۔ اور اپنی کوتاہیوں سے درگزر کرنے کی درخواست کی جائے تو یقیناً وہ درگزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

بُرائی یا ظلم پر توبہ

''اور اگر کوئی شخص بُرا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ تعالیٰ کو درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائے گا''۔

(النساء:110)

ان آیات کا مقصود معاشرے کے افراد کو ان کی سماجی زندگی میں بُرائی و بھلائی کے اثرات سے آگاہ کرنا تھا جن سے خود وہ متاثر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بتاتا ہے جو شخص خیانت کا مرتکب ہوتا ہے وہ دراصل خود اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرتا ہے کیونکہ دل اور دماغ کی جو قوتیں اس کے پاس امانت ہیں ان پر بے جا تصرف کر کے وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ خیانت میں اس کا ساتھ دیں وہ اپنے ضمیر کو نظر انداز کرتا ہے جو اسے ایسا کرنے کے بدنتائج سے آگاہی بخشتا ہے۔ ضمیر کے دب جانے سے اس کا سراپا گناہ گاری اور بددیانتی میں ڈوب جاتا ہے۔ اور جب اس کی سیاہ کاریاں اپنے انجام کو پہنچتی ہیں اور معاشرہ ان پر اپنا ردعمل دیتا ہے تو پھر انہیں پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو دھوکے میں کیسے رکھا اور ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے اب ان کا معاشرے میں کیا مقام ہو گیا ہے۔ قرآن مجید اسے اپنی جانوں پر ظلم کہتا ہے۔

کیونکہ کسی انسان کا کسی دوسرے انسان کے ساتھ بُرائی کرنا دراصل اس کی اپنے ساتھ بُرائی ہے۔ اور جب اس برائی کی نحوست کا سایہ اس پر آن پڑتا ہے تو پھر اسے اس پر پچھتاوا ہوتا ہے۔ ندامت ہوتی ہے اور پھر اللہ کے حضور توبہ گزار ہوتا ہے اگر اس توبہ میں سچی ندامت اور خلوص دل سے آئندہ گناہ سے نفرت آ جاتی ہے تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرماتا ہے اور اگر ان کی توبہ کی بنیاد دکھاوا اور اشک شوئی اور سراسر ڈرامہ ہوتی ہے تو پھر یہ ان کی توبہ ان پر اوندھے منہ مار دی جاتی ہے اور ان کے چہرے پر دھوکہ کی کالک کی ایک نئی تہہ جم جاتی ہے۔

دو بیویوں کے درمیان انصاف

''بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے لہٰذا (قانون الٰہی کا منشا پورا کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر لٹکتا چھوڑ دو۔ اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تعالیٰ (کوتاہیوں سے) چشم پوشی کرنیوالا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

(النساء:129)

دو بیویوں کے درمیان انصاف رکھنا فطری طور پر انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ مالک و خالق خدا کی پیشگوئی ہے۔ کیونکہ پہلی شادی پر دوسری شادی کو کسی لازمی ترجیح کی بنیاد پر ہی کیا جاتا ہے اور اسی ترجیح کی وجہ سے انسان کا پہلی بیوی کی بجائے دوسری بیوی کے ساتھ تعلق خاطر زیادہ رہتا ہے۔ اسلام اس رویے کو بہتر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ان آیات قرآنی میں اسی بات کی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ دو بیویاں رکھنا اگر کسی سماجی، نجی یا معاشی مجبوری کی وجہ سے ایک ضرورت بن جائے تو

پھر آپ کی ذمہ داری ہو گی کہ آپ پہلی بیوی کو عدم لگاؤ' بے گانگی اور بے رغبتی کی اذیت میں مبتلا نہ کریں۔ دوسری بیوی سے بے شک آپ کو اب قدرے لگاؤ زیادہ ہو گا اس کے لئے آپ کو اس کی زیادہ دل لگی کا سامان کرنا ہو گا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ پہلی بیوی کے ساتھ ظلم کریں اسے اپنے ساتھ چمٹائے رکھیں مگر اس کو اس کا حق نہ دیں۔ اسے بے شوہر ہونے کا احساس بالکل نہیں ملنا چاہیے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاشرتی برائی کے تدارک کیلئے سخت حکم دیا گیا ہے کہ اگر کبھی آپ کو یہ صورتحال سامنے آئے تو پھر آپ اس برائی سے ضرور بچیں۔ اور اگر اس سے پہلے آپ کوئی کوتاہی کر بیٹھے ہیں تو ضرور اللہ کے حضور توبہ کریں۔ اپنی غلطی کی تلافی کریں۔ خصوص دل سے آئندہ محتاط رہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے گا اور رحم کرے گا۔

منافقین اور توبہ

''یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے البتہ جو ان میں سے تائب ہو جائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر دیں ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ مومنوں کو ضرور اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ عذاب دے' اگر تم شکر گزار بندے بنے رہے اور ایمان کی راہ پر چلتے رہے۔ اللہ بڑا قدردان ہے اور سب کے مال سے واقف ہے''۔ (النساء:145-147)

نفاق کی بیماری سراسر مفاد پرستی اور طوطا چشمی سے جڑ پکڑتی ہے اور ان کا کام ظاہری طور پر مددگار و معاون اور دلی طور پر جانی دشمن کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ہر دور میں ہر نقطہ نظر کے لوگوں میں اس وقت موجود ہوتے ہیں جب منافق لوگ انہیں اپنے سے ذرا زور آور اور طاقت ور سمجھتے ہیں۔ اسلام نے ایسے لوگوں کو جہنم کے انتہائی نچلے طبقہ میں واصل جہنم کرنے کی وعید دی ہے۔ اور کوئی مددگار اس روز کے انصاف کو انہیں اس سزا سے بچانے والا نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی نظر ان پر بھی رکھی اور انہیں بھی توبہ کی برکات سے مستفیض ہونے کی خوشخبری دی۔ اگر یہ لوگ اپنے سابقہ اعمال پر آج صدق دل سے توبہ کرلیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کو جہنم کی آگ سے محفوظ بنا دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی ذی روح کو عذاب دینے کا شوق نہیں بلکہ وہ تو اپنے زیادہ سے زیادہ شکر گزار بندے دیکھنے پر خوش ہوتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اپنے شکر گزار بندوں کو ان کے ایمان کی راہ پر چلتے رہنے کی توفیق بخشے کیونکہ یہی ان کے ایمان کی قدردانی کا تقاضا ہے۔ اور بے شک اللہ بہت بڑا قدردان اور دلوں کا بھید جاننے والا ہے۔

بدگوئی اور توبہ کا عمل

> ''اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الّا بہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ لیکن اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی بھی کئے جاؤ یا کم از کم برائی سے درگزر کرو تو اللہ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے حالانکہ سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے''۔ (النساء:148-149)

نفرت اور انتقام میں کسی کو بُرا بھلا کہنا ایک فطری امر اور عام معاشرتی بیماری ہے۔ اسلام اس معاملہ میں بھی عفو و درگزر سے کام لینے کی تعلیم دیتا ہے۔ تحمل اور برداشت ایک مکمل انسان کی علامت ہے۔ تھرڑوں ہونا اور بے صبری میں انصاف کا دامن چھوڑ دینا کسی صاحب ایمان فرد کا کام نہیں ہے۔ مسلمانوں کو غصہ میں خوف خدا سے کام لینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان آیات قرآن میں بھی اسی پہلو پر روشنی ڈال گئی ہے۔ مظلوم کو اس پر ڈھائے جانے والے ظلم کے خلاف غصہ و غضب میں اپنی داستان غم سنانے کا حق ہے لیکن اسے کوئی مستحسن نہیں سمجھا جاتا۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ آدمی ہر حال میں اخلاق اور کردار کے پہلو کو مثالی سطح پر رکھے خدا کا قرب اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ حلیم و بردبار ہے۔

وہ سخت سے سخت مجرموں کو بھی رزق دیتا ہے۔ بڑے بڑے کافروں کو دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ میں رکھے ہوئے ہے۔ اس لئے مسلمان کو ان آیات قرآنی میں تعلیم دی گئی ہے کہ ظاہر و باطن ہر حال میں بھلائی کے اعمال اختیار کرو برائی سے بھی درگزر کرو اور معاملات کو خدا پر چھوڑ دو وہ ذات اصل اقتدار کی مالک ہونے کے ساتھ انصاف کرنے والی بھی ہے یقیناً وہ آپ کو آپ کے صبر و تحمل کا بہتر اجر دے گی اور جو برائی کا راہ اختیار کئے ہوئے ہیں ان سے انصاف کا معاملہ کرے گی۔ اسے سزا دینے کی پوری قدرت حاصل ہے اور بہت بڑا معاف کرنے والا بھی ہے۔

انبیائے کرام میں تفریق کا گناہ

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے' اور کفر و

ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کیلئے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل و خوار کر دینے والی ہو گی ..... بخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے اور اللہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

(النساء:150-152)

منصب رسالت اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی ہدایت اور تعلیم کے انتظام کیلئے ازل سے پیدا کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید کے نزول کے بعد رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ رسالت سے پہلے لاکھوں پیغمبر تشریف لائے اور ہر ایک نے اللہ کی عبودیت اور توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ ہر نبی و رسول وحی کا اطاعت گزار تھا۔ اور کبھی کسی نے دعوت کے ابلاغ میں کوتاہی نہیں کی۔ لیکن وہ لوگ جو کسی غلو میں آ کر کسی نبی یا رسول کا درجہ بڑھا دیں یا کسی تعصب یا دشمنی میں آ کر کسی نبی یا رسول کا درجہ گھٹائیں تو وہ پکے کافر ہیں۔ اور ان کیلئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو بیچ کی راہ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی پکے کافر ہیں۔ کیونکہ کفر اور اسلام کے درمیان کوئی بیچ کی راہ نہیں ہے' کفر سراسر انکار و ضلالت ہے اور اسلام سراسر اطاعت و پرہیزگاری کا دین ہے۔ اس لئے کوئی اس زعم میں نہ رہے کہ وہ ضلالت و ہدایت کے درمیان کی راہ پر مشتمل کوئی نیا دین بنا لے گا۔ اسلام ایسی کسی راہ کو درست قرار نہیں دیتا۔ خدا کی الٰہیت کا اقرار کرنے والے مسلمان اور انکار کرنے والے کافر ہیں۔ اس کے درمیان بیچ کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور جو لوگ رسولوں کی تعلیم کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کبھی بھی ہدایت یافتہ نہیں کہلا سکتے۔ رسولوں پر

ایمان، ان کی تعلیم پر ایمان اور ان کی کامل اطاعت ہی اصل دین ہے۔ جو اس دین پر ایمان لائیں گے وہ ہدایت یافتہ ہیں اور اجر عظیم انہی لوگوں کیلئے ہے۔ البتہ جو کوتاہیاں ان سے واقع ہوں گی تو اللہ انہیں ضرور معاف فرمائے گا اور بے شک وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اس طرح جن لوگوں نے کفر و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا اور ظلم وستم پر اتر آئے اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا اور انہیں بجز جہنم کے راستہ کے نہ دکھائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

(النساء:168-169)

اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو جب اتمام محبت کے اعتبار سے تعلیم و ہدایت کا ہر سامان فراہم کر دیا۔ پیغمبر بھیجے، کتابیں بھیجیں، عقل وفکر سے نوازا اور ان کی ہدایت کا ہر موقع و ہر لحظہ پر انتظام کیا۔ ضمیر کو ہر انسان کے اندر رکھ دیا جو اسے اس کی برائی پر ملامت کرتا ہے۔ نفس لوامہ انسان کے اندر اس کی خیر و بد کے فرق کو واضح کرنے کا بہت بڑا عامل ہے۔ لیکن اگر اس سب کچھ کے باوجود کوئی فطرت کی زبان نہیں سمجھتا۔ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اللہ کی قدرتوں کا کفر کرتا ہے۔ سرکشی اور ظلم وستم کو اپنا راستہ بناتا ہے۔ تو پھر ایسے لوگوں کو کیسے سزا سے بچایا جا سکتا ہے۔ جہنم سے ہٹ کر ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ انعام و اکرام تو اطاعت اور بندگی پر ہے۔ کفر و عصیان تو خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ اور جو کوئی اللہ کے غضب کو للکارتا ہے تو پھر یقیناً وہ اس کے غضب کا شکار ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی غیور ہے۔ اس کی مغفرت کو ابھارتے تو وہ ضرور معاف کرتا اور جب اس کی ہیبت اور غضب کو للکارو گے تو پھر اس کے غضب سے بچنا محال ہو جاؤ گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بدلہ لینے

میں اور اپنا غضب ڈھانے میں کسی کا خوف یا ڈر نہیں۔ وہ مختار و مالک ذات ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے معاف کر دے۔ وہ کسی کے سامنے اپنے عمل کیلئے جوابدہ نہیں۔ اور پھر ایسے کوئی انسان کیوں نہ اس کی رحمت و مغفرت کے سایہ کو پا لینے کی کوشش کرے۔ جس کی تمنا ہر نبی اور رسول نے بھی کی۔

اہل فساد اور توبہ

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے رہے اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔ کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلا وطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کیلئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کیلئے اس سے بڑی سزا ہے' مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے تم ان پر قابو پا لو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

(المائدہ:33-34)

فساد فی الارض سے مراد اللہ کی زمین پر ایسے اقدامات کرنا ہیں جو انسانیت کو اس کے کمال مطلوب سے ہٹا کر سرکشی' تباہی' قتل و غارت اور رہزنی و ڈکیتی جیسے انسان دشمن سرگرمیوں کو ابھارنے کا سبب بنیں۔ یہ اقدامات اللہ اور اس کے رسول کے نظام صالح کے خلاف اعلان جنگ ہیں۔ اور ایسا کرنے والے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے قتل اور سولی پر چڑھانے کی دنیا میں سزا مقرر کی ہے۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر انہیں عبرت ناک بنانے کا حکم دیا ہے انہیں وطن سے جلا وطن بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ گویا ان کی دنیا کے اندر ذلت و رسوائی کا سامان

ہے اور آخرت میں ان کیلئے دردناک عذاب اس پر مستزاد ہوگا۔ لیکن اگر موت سے پہلے ایسا شخص توبہ کرنا چاہے اپنی ماضی کے گناہوں پر شرمندہ و نادم ہو کر اللہ کی رحمت و مغفرت کا طالب ہو تو یہ کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے کیونکہ وہ بہت بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا اپنی جان کے ساتھ ظلم ہے ورنہ مغفرت کا موقع تو رب کریم ضرور دیتا ہے۔

چوری اور احکام توبہ

"اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ داتا و بینا ہے۔ پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہو جائیگی۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ زمین و آسمانوں کی سلطنت کا مالک ہے جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کر دے وہ ہر چیز کا اختیار رکھتا ہے۔"

(المائدہ: 38-40)

چوری کرنا ہر مذہب میں اور ہر دور میں انتہائی مذموم معاشرتی فعل ہے۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی دی گئی نعمتوں پر عدم شکر، حسد، لالچ، غضب اور اپنے کسی بھائی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کا معاملہ ہے۔ یہ مہلک معاشرتی برائیاں ہیں۔ جن سے معاشرے میں سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ اور بھوک، افلاس اور خوف مسلط ہو جاتا ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ چار چیزیں چار موقعوں پر تلاش کیں لیکن وہاں نہ ملیں بلکہ دوسری جگہ ملیں۔ غنی یعنی بے نیازی کو مال میں تلاش کیا نہ ملا لیکن وہ قناعت میں نظر آیا۔

راحت کو مال کی کثرت میں تلاش کیا لیکن وہ مال کی قلت میں ملی۔ عزت و شرافت کو مخلوق میں تلاش کیا مگر وہ تقویٰ میں ملی' نعمت کو کھانے پینے کی چیزوں میں تلاش کیا۔ مگر وہ چشم پوشی اور اسلام کے اندر ملی۔

اس قول سے پتہ چلتا ہے۔ کہ چوری چکاری جو صرف مال کے لالچ میں کی جاتی ہے۔ لیکن اس اقدام سے مال و دولت میں کبھی اضافہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ اللہ کے غضب کا شکار کرتی ہے۔ معاشرے میں ذلت کا شکار کرتی ہے۔ بھائی بندوں کے اعتماد سے محروم کرتی ہے اور آخرت میں اللہ کی طرف عبرت ناک سزا کی وعید ہے۔ اس لئے چوری ایک ایسا جرم ہے جس کا ارتکاب کر کے انسان کسی کا نہیں بلکہ اپنی جان پر ظلم ڈھاتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو قناعت پسند' شکر گزار' متقی اور حلیم و بردبار ہونا چاہیے' انشاء اللہ اس کی دنیا بھی خوشحالی اور عزت و شرافت کی حامل ہو گی کیونکہ یہی وہ اقدار ہیں جن سے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی جاتی ہے۔ معاشرہ کو جنت بنانا ہو تو یہی اقدار معاشرے میں ہر فرد کے کردار میں لانا ہوں گے۔ اور اس سے آپ کا معاشرہ جنت بن جائیگا۔ اور اس کے مقابلہ میں حسد' لالچ' کبرو نخوت اور سرکش رجحانات کو ختم کرنا ہوگا۔ قرآن مجید کی آیات بالا میں صرف چوری کے حوالہ سے سخت سزا کی وعید دی گئی ہے۔ دنیا میں ہاتھ کاٹنے کی حد جاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ لوگوں کے لئے عبرت ناک بن جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان اخلاقی برائیوں سے بچنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور جو لوگ توبہ کر لیں گے تو یقیناً اللہ انہیں معاف کر دے گا۔ اور ان پر اس کی خصوصی رحمت کا نزول ہوگا۔

عقیدہ تثلیث کا بطلان

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا

ایک ہے۔ حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جس جس نے کفر کیا ہے اس کو دردناک سزا دی جائیگی ۔ پھر کیا یہ اللہ سے توبہ نہ کریں گے اور اس کی معافی نہ مانگیں گے؟ یقیناً اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے"۔

(المائدہ:73-74)

"اللہ تین میں کا ایک ہے" یہ عقیدہ تثلیث ہے۔ جو عیسائیوں نے الوہیت مسیح کے عنوان سے اپنایا ہوا ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ کو کھلے الفاظ میں کفر کہا ہے۔ اسلام توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے فرستادہ پیغمبر اور رسول تھے۔ ان کی ماں حضرت مریم علیہا السلام ایک راستباز اور نیک سیرت خاتون ہیں۔ وہ دونوں کھاتے پیتے انسان ہیں۔ اور تمام انسانی حدود و قیود سے متصف ہیں۔ بھلا ایسے میں کوئی انہیں اِلا کیسے مان سکتا ہے جو خود کھانے پینے' سونے جاگنے' سردی گرمی اور شیطانی وساوس سے متاثر ہوتا ہو۔ آیات بالا میں اس عقیدہ کی کھلی تردید کر کے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دعوت دی ہے کہ وہ ایسے عقائد رکھنے سے باز آ جائیں اور توبہ کریں۔ ایمان کو اپنی اصل عقائد سے مزین کریں۔ صرف ایک خدا کی خدائی کا عقیدہ اختیار کریں اور صرف اسی سے ڈریں۔ اگر لوگ اپنی سابقہ روش سے باز آ گئے' گذشتہ کوتاہیوں پر اللہ کی رحمت کیلئے فریادی ہوئے تو اللہ تعالیٰ ضرور درگزر فرمائیگا۔ وہ یقیناً درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

حق شناس لوگوں کا اقرار نامہ

"جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو

جاتی ہیں، وہ بول اٹھتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے اور وہ کہتے ہیں۔ کہ آخر کیوں نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اسے کیوں نہ مان لیں جبکہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے۔ ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ نے ان کو ایسی جنتیں عطا کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ جزا سے نیک رویہ اختیار کرنے والوں کیلئے"۔

(المائدہ:83-85)

قرآن مجید ہو یا کتب سابقہ، سب کی تعلیم نور ہدایت تھی۔ جس کو سنتے ہی حق شناس لوگ جن کے دلوں میں کوئی کجی، مصلحت یا کسی بغض کا حجاب نہیں ہوتا، فوراً اس کو سُن کر شکر گزاروں کی طرح ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگتے ہیں اور ان کی زبانیں بول اٹھتی ہیں کہ اے پروردگار ہم اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اس کی سچی تعلیم کی دل سے گواہی دیتے ہیں تو ہمارا نام اس کی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ کیوں کہ ان کی فطرت سلیمہ انہیں یہ کہنے پر ابھارتی ہے کہ ہم صالح لوگوں میں شامل ہوں اور یہی وہ خواہش ہے جس کیلئے وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے آنیوالے پیغمبر اور اس کی کتابوں کو حق مانتے ہیں۔ بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ کیلئے جنت کی نعمتوں سے سرفراز کر دیتا ہے جو کہ نیک لوگوں کا ہی ٹھکانہ ہے۔

غیر ضروری سوالات کی ممانعت

"اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی

جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں۔ لیکن اگر تم انہیں ایسے وقت پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی۔ اب تک جو کچھ تم نے کیا اسے اللہ نے معاف کر دیا وہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے"۔ (المائدہ: 101)

فضول اور غیر ضروری سوال کرنا کسی طور پر بھی مستحسن نہیں ہوتے علم جس تجسس اور تفحص کی حوصلہ افزائی کرتا ہے وہ صرف وہ علم ہے جو انسان کی بھلائی اور خدا شناسی کو ابھارنے والا ہو۔ جتنا حکم ہو اس کو بجا لانا چاہیے۔ کیونکہ اطاعت اسی کا نام ہے۔ حکم کی باریکیوں کے بارے سوالات کرتے رہنا حکم عدولی کے رجحانات کا پتہ دیتی ہے۔ اقوام بنی اسرائیل کو صرف اسی روش کی وجہ سے بعض دفعہ کئی مشکل اور تکلیف دہ پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وجہ سے یہ فرمایا کہ مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو لوگوں پر حرام نہ کی گئی تھی اور پھر محض اس کے سوال چھیڑنے کی بدولت وہ چیز حرام ٹھہرا دی گئی۔ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے پاس نہ پھٹکو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے بغیر اس کے کہ اس کو بھول لاحق ہوئی ہو۔ ان کا کھوج نہ لگاؤ۔

آیات بالا اور احادیث صحیحہ کی اس تعلیم میں دی گئی ہے کہ اُمت کو خواہ مخواہ کے قیاسات سے کسی الجھن میں نہ ڈالو۔ تقویٰ کو اختیار کرو اور جس میں برائی کا اندیشہ ہو اس سے دور رہو اور جس کو بہتر سمجھو اس کو کر گزرو اس لئے کہ فطرت نیکی کا ہی حکم دیتی ہے۔

شکر گزار بندے اور ان کا انعام

''دراصل ہم نے اس طرح ان لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ انہیں دیکھ کر کہیں ''کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر ہمارے درمیان اللہ کا فضل و کرم ہوا ہے؟ ہاں! کیا خدا اپنے شکر گزار بندوں کو ان سے زیادہ نہیں جانتا ہے؟ جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو ''تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی بُرائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔'' (الانعام:53-54)

دنیا میں اللہ کی نعمتوں کا چھن جانا یا کسی پر نعمتوں کا نچھاور ہو جانا کسی طور پر بھی اس کی آخرت کی کامیابی یا ناکامی کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا سراسر ایک امتحان گاہ ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بعض دفعہ نعمتوں کی کثرت سے آزماتا ہے اور بعض دفعہ مفلوک الحال اور تنگ دستی کا شکار کر کے ان کے ایمان و ایقان کو پرکھتا ہے۔ اسی کیفیت کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا زیادہ مال جمع کرنے والے لوگ اللہ کی نظر میں حقیر ہیں مگر کثرت سے صدقہ کرنے والے اللہ کی نظر میں محبوب ہیں۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے مومن بندہ پر دنیا کو فراخ کر دیتا ہوں تو وہ بڑا خوش ہوتا ہے حالانکہ اس کو خبر نہیں ہوتی کہ یہ فراخی اس کو مجھ سے دور کر دیتی ہے۔ اور جب میں اپنے بندہ مومن پر دنیا کو تنگ کرتا ہوں تو وہ غمگین ہوتا ہے حالانکہ یہ حالت اس کو مجھ سے قریب کرتی ہے۔ اصل انعام تو قیامت کے بعد میں ملے گا۔ مگر یہ انعام ان لوگوں کیلئے ہوگا جو دنیا کی زندگی میں اس کی نعمتوں کی فراوانی اور چھن جانے کی ہر دو صورتوں میں اس کے شکر گزار رہتے ہیں اور اگر نادانی سے کوئی غلطی کر بیٹھتے تو اس کے حضور توبہ کرتے ہیں اور اپنی اصلاح کر لیتے ہیں جس پر وہ یقیناً انہیں معاف کر دیتا ہے۔

دنیا کی زندگی سراپا آزمائش

''کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟ ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے' کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا' پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے' اس وقت ''تمہارے اختلافات کی حقیقت تم پر کھول دے گا۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

(الانعام:164-165)

اللہ تعالیٰ ان آیات میں آغاز تو کائنات کے مالک کے حوالہ سے ایک سوال

کے ذریعہ کرتا ہے اور بتا دیتا ہے کہ کائنات کا رب صرف اور صرف اللہ ہے۔ اور کائنات میں انسان کی ساری تگ دو اس کے اپنے مفاد یا نقصان میں ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اس کا اچھا یا بُرا اس کو پہنچے گا۔ اس لئے یہ زندگی محض بے کار نہیں بلکہ سراپا امتحان ہے۔ ایک ایک لمحہ اور انسان کے ایک ایک عمل کا ریکارڈ ہو رہا ہے اور انسان کو بالآخر جب اللہ کے حضور پلٹ کر جانا ہے۔ اس وقت لوگوں کی ساری اختلافی روشوں کی حقیقت کھول کر رکھ دے گا۔ انسان کو اللہ نے زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا تھا اور بعض انسانوں کو بعض انسانوں پر فضیلت دی تا کہ دیکھا جائے کہ اختیارات کے استعمال میں اور فرائض کی بجا آوری میں کون کس حد تک خدا خوفی کرتا رہا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کڑی سزا دینے پر قادر ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا بھی کوئی نہیں۔ اس لئے انسان کو اپنے خلافت کے منصب کے حسب مال اپنے مالک کے احکام کی بجا آوری کرنی چاہیے۔ تا کہ دنیا کی اس عارضی کارگاہ میں کسی وقت مصلحت یا فائدہ میں آ کر آخرت کی حقیقی اور دائمی زندگی کو خراب نہ کر بیٹھے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ

''اور اس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں اس طرح دھوکہ دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب ان

کے رب نے انہیں پکارا "کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے تو دونوں بول اٹھے۔ "اے رب ہم نے اپنے اوپر ستم کیا اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے فرمایا" اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک خاص مدت تک زمین میں جائے قرار اور سامان زیست ہے اور فرمایا "وہیں تم کو جینا اور وہیں مرنا ہے اور اسی میں سے تم کو آخر کار نکالا جائے گا۔"

(الاعراف: 21-25)

آیات بالا حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام کے جنت سے نکالے جانے والے حالات سے متعلق ہے۔ اس میں شیطان کی انسان دشمنی اور گمراہ کرنے کی ازلی خواہش بیان کر کے اولاد آدم کو متنبہ کیا گیا ہے کہ شیطان اولاد آدم کا کھلا دشمن ہے اور اس نے خداوند کریم سے نکلتے وقت یہ کہا تھا کہ (اے مالک کائنات) تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا آگے اور پیچھے' دائیں اور بائیں' ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

(آیت نمبر 17)

پہلا شیطانی حملہ جب حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام کو ورغلانے کی صورت میں ہوا جس کے نتیجہ میں ان کے ستر کھل گئے اور وہ ایک دوسرے پر عریاں ہو گئے اور جنت کے پتوں سے بدنوں کو ڈھانکنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں یاد دلایا کہ میں نے کس طرح تم دونوں کو منع کیا تھا۔ کہ اس

درخت کے قریب نہ جانا لیکن تم دونوں اپنے آپ کو بچا نہ سکے۔ اب یہ ستم جو آپ نے اپنی جانوں پر ڈھایا ہے اس کا مزہ چکھو۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حواء علیہا السلام نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی غلطی کا اقرار کیا اور درگزر کرنے کی التجا کی' دعا میں کہا کہ اے اللہ اگر تو ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی اور معاف کرتے ہوئے فرمایا کہ اب (ازلی احکام آفرینش کے تحت) جنت سے دنیائے ارضی پر اُتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو یعنی شیطان تمہارا ازلی دشمن ہے۔ اب دنیائے ارضی تمہارا ایک خاص مدت تک ٹھکانا ہے۔ زندگی کے لوازمات تمہارے لئے موجود ہوں گے۔ اور تمہیں اپنی زندگیاں گزارنا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کے نبی اور رسول جب آئیں گے تو تمہیں اس کی پیروی کرنا ہوگی۔ ہر نفس انسانی کو اپنی زندگی گزار کر موت کا مزا چکھنا ہوگا اور پھر اللہ کے حکم سے دنیا کے ارضی سے تمہیں دوبارہ زندگی دے کر اٹھایا جائیگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حیات انسانی کی اصل غرض و غایت' اس کے گزارنے اور محفوظ کرنے کا پورا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔ لیکن ان آیات سے جو چند نتائج ہدایت انسانی کے لے مستنبط کئے جا سکتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- حیات انسانی سراسر اطاعتِ خداوندی اور شکر گزاری سے مربوط ہے۔ جبکہ حیات شیطانی کفر و عصیان اور بغاوت پر موقوف ہے۔

2- انسان اللہ کی محبوب ہستی اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ کھلم کھلا شیطان کی بغاوت و سرکشی کو نہیں اپناتا انسان خطا کا پتلا ہے لیکن اس کی فطرت میں اطاعت خداوندی ہے۔

3- غلطی پر ندامت محسوس کرنا اور اللہ کی شکر گزاری کی طرف لوٹ آنا اس کی آدمیت کا اصل زیور ہے۔

4- شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ وہ اس کو اس کی فطرت میں موجود اعلیٰ تر بلندیوں اور سرفرازیوں تک جانے کی خواہش کے پردے میں اسے مرتبہ آدمیت سے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس کیلئے وہ سب کچھ کرتا ہے جو اس سے ممکن ہے۔

5- شیطان چونکہ انسان کو فضیلت ملنے کی وجہ سے خود فضیلت سے محروم ہو گیا اس لئے اس کے اندر موجود شکست کی خفت اسے انسان دشمنی پر ابھارے رکھتی ہے۔ وہ اپنی غلطی پر اصرار اور تکبر کی وجہ سے اپنے منصب سے گرا اور انسان اپنی ندامت اور عاجزی کی وجہ سے خلافتِ خداوندی سے سرفراز ہوا۔

مندرجہ بالا حقائق کی رو سے انسان یعنی اولاد آدم کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غلطی و کوتاہی پر ندامت کی راہ کبھی نہ چھوڑے اور تکبر و غرور کے کبھی قریب تک نہ جائے کیونکہ وہ شیطان کی فطرت میں داخل ہے۔ اور انسان کی فطرت میں اس کے بدلے عاجزی' ندامت اور اطاعت کی خوبیاں داخل ہیں۔ انہیں زندہ رکھ کر ہی کوئی انسان اپنی اصل کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

اللہ کے نام پر بہتان

"یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان سے کہو اللہ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیا کرتا کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کہتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں؟

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ ان سے کہو میرے رب نے تو راستی و انصاف کا حکم دیا ہے' اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو۔ اپنے دین کو اس کیلئے خالص رکھ کر۔ جس طرح تمہیں اب پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کئے جاؤ گے"۔ (الاعراف:28-29)

کعبہ کا برہنہ طواف اہل عرب میں ایک مذہبی فعل کے طور پر مروج تھا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ خدا کا حکم تھا اور اس کی دلیل یہ دیتے تھے کیونکہ یہ سب کچھ ان کے باپ دادا برسوں سے کرتے آ رہے ہیں اس لئے یہ ضرور انہیں خدا نے ہی کہا ہوگا۔ قرآن مجید کی ان آیات میں اہل عرب کے اس بہتان کی تردید کی گئی ہے' اور ہدایت کی گئی ہے کہ کبھی بھی جس چیز کا علم نہ ہو اس کا اللہ کے نام پر بہتان نہ باندھو۔ اور حضور اکرم سے فرمایا گیا کہ آپ اہل عرب کو بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ تو اچھے اور انصاف پر مبنی کاموں کا حکم دیتا ہے۔ کبھی ایسے فحش اور مخرب الاخلاق کاموں کا وہ حکم کیسے دے سکتا ہے۔ اس نے تو حکم دیا ہے کہ عبادت کے وقت کعبہ کی سیدھ میں اپنا رخ درست رکھو اور پورے خلوص کے ساتھ اس کو پکارو یعنی خدا کے سوا کسی اور کی بندگی کا شائبہ تک دل میں نہ ہو اور زندگی میں بھی اس کے کفر و شرک اور معصیت کا دخل نہ ہو۔ اور دل میں یہ ایمان ہونا چاہیے کہ جس طرح اس نے مجھے پہلے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح میری موت کے بعد مجھے دوبارہ اٹھا کر اپنے حضور اٹھا کر زندگی کا پورا پورا حساب لے گا۔ جب آخرت کا یہ عقیدہ دل میں جاگزیں ہوگا اور خدا خوفی تمام امور پر غالب ہوگی تو پھر یقیناً تمہاری عبادت و جلوت میں بھی خلوص اور للہیت آئیگی اور یہ دکھاوے اور برہنگی کے عقیدے از خود شرمناک نظر آئیں گے۔

دعا و مناجات

''اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے یقیناً وہ حد سے گزرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور خدا کو ہی پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں کے قریب ہے''۔ (الاعراف: 55-56)

دعا خلوص' ندام اور تضرع کے مرکب کا نام ہے۔ اس لئے اللہ کے حضور جب کبھی بھی دست دعا اٹھاؤ تو پورے خلوص کے ساتھ' اپنی کوتاہیوں پر پوری ندامت اور پشیمانی طاری کر کے پورے تضرع اور خشوع و خضوع کے ساتھ اپنی التجا بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس سے ہٹ کر کوئی بھی تجاوز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والے اور زمین میں فساد برپا کرنے والوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ خدا کی بندگی کا احساس جب پوری طرح جاگزیں ہو جائے تو پھر زندگی سے جہالت' وحشت و بربریت' شرک اور بداخلاقی کی سیاہ کاریاں ازخود غائب ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ایک بندے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مالک کو پہچانے اور دل میں خالصتاً اس کی بندگی کا احساس پوری طرح پیدا کرے۔ اور جب یہ اصلاح ہو جائے تو پھر اللہ کے خوف اس کی رحمت کی بھرپور امید کے ساتھ اسے پکارو تو یقیناً اس کی رحمت کے سزاوار بنو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ محسنین کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ اس کی رحمت تو احسان کرنے والوں کے ہی لئے ہے۔ اور احسان کی تعریف یہ ہے کہ خدا کی عبادت تو ایسے کرے جیسے وہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تم یہ احساس نہ کر سکو تو پھر یہ تو ماننے میں عذر نہیں کہ وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ جب وہ سب کچھ دیکھ کر رہا ہو تو

پھر اس کے حضور دست دُعا اٹھانے کا مزا اور سلیقہ کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔

انبیائے سابقہ کی اقوام پر عذاب

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں نبی بھیجا ہو اور اس بستی کے لوگوں کو پہلے تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کیا ہو اس خیال سے کہ شاید وہ عاجزی پر اُتر آئیں پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوشحالی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ ہمارے اسلاف پر بھی اچھے اور بُرے دن آتے ہی رہے ہیں' آخر کار ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔'' (الاعراف:94-95)

آیات قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے انبیائے سابقہ کی اقوام پر بدحالی اور خوشحالی کے رنگ چڑھا کر دیکھے کہ شاید وہ ایمان لے آئیں۔ لیکن ان کی سرکشی کم نہ ہوئی ان کی بدحالی نے انہیں عاجز نہ کیا اور خوشحالی نے انہیں اور سرکش بنا دیا۔ حالانکہ بدحال کرنا یا خوشحال کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت کا خاصہ ہے۔ تاکہ لوگ اپنی بدکاریوں سے توبہ کر کے نیکی کی راہ کو اختیار کر لیں۔ لیکن افسوس کہ خدا کی اس مشیت سے بھی ان لوگوں نے عبرت نہ پکڑی بلکہ اسے یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا کہ ہمارے اسلاف بھی اچھے اور بُرے حالات کا شکار رہے' یہ کوئی نئی بات نہیں۔ جب انسان عقل و خرد کو غور و فکر کی مہمیز نہیں لگاتا اور خدا کی کائنات کے متنوع نظام اور رنگا رنگ عبرت ناک مناظر سے ہدایت نہیں لیتا تو پھر خدا کا فیصلہ اٹل ہو جاتا ہے۔ عبرت ناک عذاب ان کا مقدر کر دیا جاتا ہے۔ اندھی عقل جب انسان اپنا مقدر کر لے تو پھر از خود اس کی قسمت کا چراغ بھی بجھ جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان قدرت کی حکیمانہ نقطہ آفرینیوں سے عقل کی راہ لے اور اپنی عاقبت درست کر

لے۔ کیونکہ اہل بصرہ کیلئے عبرت نگاہی ہی بہت بڑی رحمت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کی توبہ

''ہم نے موسیٰ کو اشارہ کیا کہ پھینک اپنا عصا۔ اس کا پھینکنا تھا کہ آن کی آن میں وہ ان کے اس جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا۔ اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہوا اور جو کچھ انہوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا۔ فرعون اور اس کے ساتھی میدان مقابلہ میں مغلوب ہو گئے اور (فتح مند ہونے کی بجائے) الٹے ذلیل ہو گئے۔ اور جادوگروں کا حال یہ ہوا کہ گویا کسی چیز نے انہیں اندر سے سجدے میں گرا دیا۔ کہنے لگے ''ہم نے مان لیا رب العٰلمین کو' اس رب کو جسے موسیٰ اور ہارون مانتے ہیں''۔

(الاعراف: 117-122)

اللہ کی نشانیاں ہر دور میں لوگوں کو از خود خدا پر ایمان لانے کا باعث بنتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عاجز کرنے کیلئے جب فرعون نے اپنے دور کے نامور جادوگروں کو بلایا تو یہ موقع بھی اسے اور ذلیل کر گیا۔ جب جادوگروں کے جادو کے مصنوعی اژدہوں کو حضرت موسیٰ کے عصا نے گرتے ہی بڑا اژدھا بن نگل لیا۔ جادوگروں کا یہ منظر دیکھنا تھا کہ ان پر اللہ کی مشیت واضح ہو گی۔ اپنی جادوگری کا حال دیکھ لیا تو حق کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیا فوراً سجدہ میں گر گئے اور حضرت موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے۔

فرعون نے ان پر تشدد کیا' ڈرایا دھمکایا' اپنی حکومت سے بے دخل کرنے کا رعب جمایا' ہاتھ پاؤں کٹوانے اور سولی پر چڑھا دینے کا خوف دلایا۔ لیکن انہیں کوئی دھمکی بھی نور ایمان سے واپس نہ لا سکی۔ انہوں نے جواب دیا ''بہر حال ہمیں پلٹنا

اپنے رب ہی کی طرف ہے۔ تو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے رب کی نشانیاں ہیں جب ہمارے سامنے آ گئیں تو ہم نے انہیں مان لیا"۔ اب اس کے حضور دعا گو ہیں کہ "اے پروردگار ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ

"جب وہ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر پہنچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے التجا کی کہ "اے رب مجھے یارائے نظر دے کہ میں تجھے دیکھوں" فرمایا "تو مجھے نہیں دیکھ سکتا ہاں ذرا سامنے کے پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا" چنانچہ اس کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو بولے "پاک ہے تیری ذات' میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں فرمایا میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہمکلام ہو پس جو کچھ میں تجھے دوں اسے لے اور شکر بجالا"۔

(الاعراف:143-144)

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونے والوں میں سے ایک نامور پیغمبر تھے۔ آپ نے بنی اسرائیل کی ناشکری اور نافرمان قوم کو خدا کے کئی معجزات اور انعامات دکھائے لیکن یہ قوم معصیت اور بدعقیدگی کے جال سے اپنے آپ کو نہ نکال سکی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ سینا پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے

تھے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک خواہش کا تذکرہ کیا ہے کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں یا رائے نظر دے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو بچشم خود دیکھ سکے"۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نہیں دیکھ سکتا۔ تاہم تو سامنے کے پہاڑ پر نظر رکھ اور اللہ کی تجلی اس پر پڑے گی۔ اگر وہ پہاڑ تجلی برداشت کر جائے گا تو شاید تو بھی دیکھ سکے۔ چنانچہ جب پہاڑ پر اللہ کی تجلی پڑی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ یہ منظر دیکھ کر بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو اپنی غلطی کا احساس ہوا فوراً ندامت کے ساتھ توبہ کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک میں نے تمام لوگوں میں سے تجھے ترجیح دے کر اپنا پیغمبر منتخب کیا ہوا ہے اور تجھے اپنے سے ہم کلام ہونے کا بھی شرف بخشا ہے۔ اس لئے آئندہ جو کچھ ملے اس پر صبر و شکر کرنا۔ زیادہ کی خواہش مشیت ایزدی کے خلاف ہے کیونکہ وہ خود حکیم و دانا ہے۔

قوم موسیٰ کی گمراہی اور توبہ

"پھر جب ان کی فریب خودگی کا طلسم ٹوٹ گیا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ درحقیقت وہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ "اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہم سے درگزر نہ کیا تو ہم برباد ہو جائیں گے" ادھر سے موسیٰ غصے اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ آتے ہی اس نے کہا "بہت بری جانشینی کی تم لوگوں نے میرے بعد! کیا تم سے اتنا صبر نہ ہوا کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر لیتے"۔ اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اسے کھینچا۔ ہارون نے کہا "اے میری ماں کے بیٹے! ان لوگوں نے مجھے دبا لیا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے پس تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا

موقع نہ دے اور اس ظالم گروہ کے ساتھ مجھے نہ شامل کر"۔
تب موسیٰ نے کہا "اے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما تو سب سے بڑھ کر رحیم ہے"۔ (جواب میں ارشاد ہوا) "جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا وہ ضرور اپنے رب کے غضب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلیل ہوں گے۔ جھوٹ گھڑنے والوں کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں' اور جو لوگ برے عمل کریں پھر توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو یقیناً اس توبہ و ایمان کے بعد تیرا رب درگزر اور رحم فرمانے والا ہے"۔

(الاعراف:149-153)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چالیس روزہ عبادت کیلئے کوہ سینا پر گئے اور ان کی قوم پہاڑ کے نیچے میدان الراحہ میں ٹھہری ہوئی تھی۔ اس دوران ان کی قوم گاؤ پرستش میں پڑ گئی۔ جبکہ ابھی مصر سے نکلے انہیں صرف تین ماہ گزرے تھے۔ اور اس دوران وہ اللہ کی قدرت کے وہ مناظر بھی دیکھ چکے تھے۔ جس میں سمندر پھٹا اور وہ بچ کر نکل گئے جبکہ فرعون غرق ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود وہ پھر ضلالت میں پڑ گئے اور پیغمبر کے بچھڑتے ہی مصنوعی بچھڑے کو خدا بنا کر پوجا میں پڑ گئے۔ جس کا ذکر آیات بالا میں ملتا ہے۔ جب اس گمراہی کا احساس ہوا تو پھر ندامت سے دعائیں کرنا شروع کر دیں۔ حضرت موسیٰ لوٹے تو وہ صورت حال دیکھ کر بڑے رنجیدہ ہوئے۔ اپنے بھائی کے بال کھینچنے لگے اور سینا سے ملی ہوئی تختیاں دور پھینک دیں۔ حضرت ہارون نے اپنی مجبوری بیان کی کہ کس طرح جابر قوم نے ان کو مجبور کر دیا کہ انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور اب اے میری ماں کے بیٹے تو مجھ پر لوگوں کو

ہنسنے کا موقع نہ دے اور مجھے غلط سمجھتے ہوئے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کر۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہوا اور انہوں نے اپنے رب کے حضور اپنی اور اپنے بھائی کیلئے معافی کی درخواست کی اور اپنی رحمت میں داخل فرمانے کی دعا کی۔ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تیری دعا قبول ہوئی تیرے دکھ کو دیکھ کر آپ کو بتا رہا ہوں کہ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا انہیں ضرور دین و دنیا میں ذلیل کیا جائیگا۔ کیونکہ جھوٹ گھڑنے والوں کا ایسا ہی عبرت ناک انجام ہونا ضروری ہے۔ لیکن جو برا کر تو بیٹھیں لیکن پھر نادم ہوں اور توبہ کر لیں۔ حق پر ایمان لے آئیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے خلوص کو رائیگاں نہیں کرے گا اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا اور رحم کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش کی نوید مل جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہدایت کی تختیاں دوبارہ اٹھا لیں۔ پھر ستر آدمیوں کو منتخب کیا جو اللہ تعالیٰ سے گاؤ پرستی کے گناہ میں پڑنے پر اس کے حضور معافی طلب کریں۔ کہ اس دوران ایک زبردست زلزلہ نے آ پکڑا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حضور دعا کی۔ ”اے میرے پروردگار آپ چاہتے تو پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک کر سکتے تھے۔ کیا آپ نے اس قصور میں جو ہم میں سے چند نادان لوگوں نے کیا تھا ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ تو آپ کی ڈالی ہوئی ایک آزمائش تھی جس کے ذریعہ سے آپ جسے چاہتے گمراہی میں مبتلا کر دیتے اور جسے چاہتے ہیں ہدایت بخش دیتے ہیں۔ ہمارے سرپرست تو آپ ہی ہیں۔ پس ہمیں معاف کر دیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے۔ یقیناً آپ سب سے بڑھ کر معاف کرنے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔ اور ہمارے لئے اس دنیا کی بھلائی بھی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھی۔ ہم نے آپ کی طرف رجوع کر لیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔ (الاعراف:155-156)

بنی اسرائیل کو خدا کی تنبیہہ

''اور یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے'' یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے۔ اور اتنا وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

ہم نے ان کو زمین میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی قوموں میں تقسیم کر دیا کچھ لوگ ان میں نیک تھے اور کچھ اس سے مختلف اور ہم ان کو اچھے اور برے حالات سے آزمائش میں مبتلا کرتے رہے کہ شاید یہ پلٹ آئیں پھر اگلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جو کتاب الٰہی کے وارث ہو کر اسی دنیائے ادنیٰ کے فائدے سمیٹتے رہے۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ توقع ہے ہمیں معاف کر دیا جائیگا۔ اور اگر پھر وہی متاع دنیا سامنے آتی ہے تو پھر لپک کر اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا جا چکا ہے کہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں جو حق ہو؟ اور یہ خود پڑھ چکے ہیں جو کتاب میں لکھا ہے آخرت کی قیام گاہ تو خدا ترس لوگوں کیلئے ہی بہتر ہے کیا تم

اتنی سی بات نہیں سمجھتے۔

(الاعراف:168-169)

آٹھویں صدی قبل مسیح سے مسلسل بنی اسرائیل کو یہ تنبیہہ کی جا رہی تھی کہ تمہارے کرتوت ایسے ہیں کہ تم جملہ نعمتوں کے باوجود ہمیشہ ناشکرے ثابت ہوئے ہو اس لئے تم پر ایسے لوگ مسلط ہوتے رہیں گے جو تمہیں بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے خواہ مخواہ کا اپنے آپ کو چہیتا بنا لیا ہے کہ گناہ کریں گے تو اللہ معاف کر دے گا۔ گناہ کے بعد نہ تو توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی شرمندہ ہوتے ہیں۔ اور جب بھی دوبارہ ویسے گناہ کا موقع ملتا ہے پھر کر ڈالتے ہیں۔ کیسی بدنصیب قوم ہے اللہ کی کتاب کی وارث بنتی ہے لیکن اس نسخہ کیمیا کو لے کر دنیا کی متاع حقیر کمانے لگ گئی۔ اور دنیا کو عدل دراستی پر لانے کی بجائے خود دنیا کے پجاری بن گئے۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں میں مبتلا قوم کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ان کو کب اور کیسا پروانہ دیا گیا کہ انہیں ضرور نجات ملے گی۔ خدا نے تو کبھی بھی ان سے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا۔ حق کی طرف ایسی بات کیوں منسوب کرتے ہیں جو کبھی بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے پیغمبروں کے ذریعہ نہیں کہلوائی۔ خدا کے نام پر خواہ مخواہ بہتان لگا کر اپنی نیک عاقبت کا ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں جبکہ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ان کیلئے تو اللہ کا دردناک عذاب ہے۔ اور آخرت کی بھلائی تو صرف خدا ترس لوگوں ہی کیلئے ہے۔ جو لوگ اللہ سے ڈریں گے۔ آخرت کا ٹھکانہ صرف انہی کا حق ہے۔ کسی اسرائیل یا یہودی کیلئے آخرت کو خاص نہیں کیا گیا ہے۔ آخرت میں اچھا مقام صرف انہی لوگوں کو ملے گا جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور دنیاوی فائدوں کو نظر انداز کر کے صرف آخرت کی بھلائیوں کیلئے خدا کی رضا

جوئی میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔

قرب الٰہی کیونکر ممکن ہے؟

''اور جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے' اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کرو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو فرشتے تمہارے رب کے حضور تقرب کا مقام رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آ کر اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں''۔ (الاعراف:204-206)

ان آیات الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی آسان دستیابی کا فارمولا دیا ہے کہ جب بھی قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے تو اس کو پورتوجہ سے سنو اور اس دوران پوری طرح خاموش رہو' صبح و شام اللہ کے حضور نماز کے ذریعے اس کی یاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ خدا کی یاد میں مشغولیت قرب الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یاد الٰہی انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ ہونا چاہیے۔ جس قدر دل میں وابستگی اور خلوص ہو گا۔ اس قدر عبادت و ریاضت میں تقرب الی اللہ کا زیادہ درجہ ملے گا۔ بندہ کیلئے اللہ کی بندگی ہی اصل وظیفہ ہے۔ اس سے کبھی سیر نہیں ہونا چاہیے۔ اور نہ کبھی اس پر کسی فخر میں مبتلا ہونا چاہیے۔ عبادت کرنا اللہ کے بندے کا فرض ہے اور اللہ کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اللہ کے مقرب فرشتے باوجود اپنی ہر لحظہ عبادت میں مصروفیت کے جیسے کبھی سیر نہیں ہوتے اس لئے بندہ مومن کیلئے ابھی یہ زیبا نہیں کہ وہ عبادت سے

کسی گھمنڈ کا شکار ہو جائے۔ بلکہ اس کی بندگی کا پیمانہ یہی ہے کہ وہ ہر وقت سچ و عبادت کیلئے اپنے رب کے حضور سر بسجدہ رہے۔

اہل ایمان لوگوں کے اوصاف

"بے شک اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں ان کیلئے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں وہ قصوروں سے درگزر کرنے والا ہے اور بہترین رزق دینے والا ہے"۔ (الانفال:2-4)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مومن کے اوصاف کو بیان کیا ہے۔

1- اللہ کا مومن وہ ہے جس کا دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتا ہے۔
2- اللہ کی آیات جب اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔
3- اپنے رب پر ہی صرف ان کو اعتماد ہوتا ہے۔
4- نماز قائم کرتے ہیں۔
5- اللہ کے دیئے گئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اوصاف بالا گنوانے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ زور دے کر کہتا ہے کہ ایسے ہی لوگ حقیقت میں مومن ہیں ان کیلئے ان کے رب کے پاس بڑے ہی درجات ہیں۔ وہ ان کے قصور اور کوتاہیوں سے درگزر فرمانے والا ہے اور آخرت میں ان کے لئے

بہترین رزق ہے۔ دنیا داری کے لوازمات آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس لئے جو لوگ اس ادنیٰ اور عارض دنیا کی خیر میں لگے ہوئے ہیں وہ سراسر بھول اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اصل بھلائی تو آخرت کی ہے اور آخرت کی نعمتوں کے حق دار مومن ہیں۔ جن کی زندگیاں مندرجہ بالا اوصاف سے متصف ہیں۔

اللہ کی مدد و نصرت

"جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو رب نے فرمایا کہ میں تمہاری مدد کیلئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔ یہ بات اللہ نے تمہیں صرف اس لئے بتا دی تا کہ تمہیں خوشخبری ہو اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں ورنہ مدد تو جب بھی ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے یقیناً اللہ زبردست اور دانا ہے"۔ (الانفال 9-10)

آیات بالا جنگ بدر کے اس پس منظر میں نازل ہوئیں جب قریش زبردست تیاریوں کے ساتھ مسلمانوں کی ادنیٰ سی جماعت پر لشکر کشی کرنے آ رہا تھا اس وقت مسلمانوں میں یہ بات عام ہو چلی تھی کہ اب ہم سیدھے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔ چنانچہ مسلمان اللہ کے حضور فریاد کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے پھر خوشخبری دی تا کہ مسلمانوں میں اطمینان پیدا ہو جائے اور بتا دیا کہ تمہاری مدد کیلئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔

آیات سے پتہ چلتا ہے کہ جب مسلمان موت کے سامنے آ جانے پر بھی اپنے اللہ سے فتح و نصرت کا یقین رکھتا ہے تو پھر آسمان سے اللہ کی نصرت فرشتوں کی صورت میں نازل ہوتی ہے چاہے ان کی آمد کی اللہ خبر دے یا نہ دے۔ مومنین کو

اس امداد کا پتہ چلے یا نہ چلے۔ ان کی امداد ضرور ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ زبردست اور دانا ہے اس لئے وہ موقع کی مناسبت سے اپنے بندوں کو اطمینان قلب بھی نصیب فرماتا ہے۔ دشمن کا رعب ختم کر دیتا ہے اور دشمن کی فوج پر مسلمانوں کی ہیبت بڑھا دیتا ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کی فتح و کامیابی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

امانت میں خیانت کی ممانعت

"اے ایمان لانے والو جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو۔ اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامان آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کیلئے بہت کچھ ہے۔ اے ایمان والو اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لئے کسوٹی بہم پہنچا دے گا اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کر دے گا اور تمہارے قصور معاف کرے گا۔ اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے"۔ (الانفال: 27-29)

اہل ایمان کیلئے یہ بہت ہی نامناسب عمل ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرے۔ امانت کیا ہے۔ امانت سے مراد وہ عہد ہے جو آپ کسی کو اس کے ساتھ کسی ذمہ داری کے پورے کرنے کا کرتے ہیں۔ ایمان امانت سے مشروط ہے۔ اگر ایک مسلمان امانت دار نہیں تو پھر اس کا ایمان بھی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کرتے ہوئے دنیا کے مال و دولت کے لالچ میں آ کر خدا کے احکام کو بھولنا سراسر خیانت ہے۔ اور ایسی خیانت امانت میں غداری کے ارتکاب سے متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہے کہ دنیا کے مال و متاع تو سراسر عارضی اور مومن کیلئے آزمائش ہیں۔ اللہ کے ہاں دنیا کے مال و متاع سے کہیں زیادہ اجر ان کے لئے

موجود ہے۔ اس لئے خدا سے ڈرتے رہیں۔ اس کا ڈر ہی تمہارے لئے کسوٹی کا کام کرے گا۔ ناجائز اور ناحق چیزوں سے خدا کا خوف دور رکھے گا۔ جس سے برائیاں دور ہوں گی اور اس دوران اگر کوئی کوتاہی بامر مجبوری یا بے شعوری میں واقع بھی ہو جائے تو اللہ سے ضرور اس کے لئے استغفار کرتے رہو۔ وہ یقیناً معاف کرے گا۔ کیونکہ وہ اپنے سے ڈرنے والے بندوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے۔

سورۃ التوبہ

قرآن مجید کی یہ نویں سورۃ ہے' یہ سورۃ دو ناموں سے معروف ہے۔

1- التوبہ 2- ابراۃ

توبہ اس لحاظ سے کہ اس میں ایک جگہ بعض اہل ایمان کے قصوروں کی معافی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور براۃ اس لحاظ سے کہ اس کے آغاز میں مشرکین سے بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا تسمیہ سے نہیں کی گئی ہے۔ اس کی مفسرین نے متعدد وجوہ لکھی ہیں۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی تھی اسی لئے صحابہ کرامؓ نے بھی نہیں لکھا۔ اور بعد کے لوگ بھی اس کی پیروی کرتے رہے۔

اس سورۃ کے نزول کے وقت چونکہ عرب کے سیاسی مقتدر بن چکے تھے اور مزاحمتی طاقتیں دم توڑ چکی تھیں۔ اس لئے تعلیمات میں واضح اور دوٹوک رویے کو اختیار کر لیا گیا۔ شرک کا قطعی استحصال اور مشرکین سے مکمل برأت کا اعلان کیا گیا۔ اور اہل ایمان کو اپنے گذشتہ اعمال کے قطعی محاسبے کے خوف کے مقابلہ میں توبہ کے ذریعے نیکی اختیار کرنے کی پیشکش کی گئی۔ مومنین صادقین کے اندر پائے جانے والے اس اضطراب کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی جو انہیں ایمان لانے کے بعد گذشتہ گناہوں کی صورت میں پریشان کر رہا تھا۔ ان کے اندر نیا حوصلہ اور نیا عزم پیدا کیا

گیا تاکہ کفر سے ٹکراتے وقت پورے اس عزم کے ساتھ مصروف کار ہوں کہ اب اللہ تعالیٰ نے جب گذشتہ گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اب اس کی راہ میں دی گئی جان کی پذیرائی پورے طور پر جا سکے گی۔ سورۃ کے اندر توبہ کے حوالہ سے متعدد آیات میں مختلف پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔

ا۔ یوم حج اکبر پر مشرکین کو توبہ کی دعوت

''اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ اب اگر تم لوگ توبہ کر لو تو تمہارے ہی لئے بہتر ہے اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوب جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اے نبی انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبری سنا دو''۔ (توبہ: 3)

اس اعلان برأت سے عرب میں مشرک اور مشرکین کا وجود عملاً خلاف قانون ہو گیا۔ اور ان کے لئے سارے ملک میں کوئی جائے پناہ نہ رہی ۔ کیونکہ ملک کا غالب حصہ اسلام کے زیر نگیں ہو چکا تھا۔ اب ان کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ یا تو وہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں یا ملک چھوڑ کر نکل جائیں یا پھر اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو اور اپنے علاقہ کو اسلام کے نظم و ضبط کی گرفت میں دے دیں۔ اس عظیم الشان اعلان کا بڑا مفید اثر ہوا۔ اس سے شرک کی منظم قوت ختم ہو کر رہ گئی۔ اور پورے ملک میں اسلام کی قوت کا استیلاء مکمل ہو گیا۔

''پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے بیٹھو پھر

اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں چھوڑ دیں۔ بے شک اللہ درگزر کرنے والا اور بہت بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ (آیت:5)

حرام مہینوں میں چونکہ مشرکین کو مہلت دیدی گئی تھی۔ اس لئے اس مدت میں انہیں بتا دیا گیا کہ وہ عبادات کا عملاً نظام قائم کریں۔ اور زکوٰۃ کو ادا کریں۔ اگر وہ ان کی ادائیگی کریں تو پھر ان کی جان مال محفوظ ملیں گے اور اگر وہ عملاً کفر کو نہ چھوڑیں اور تو پھر ان کا کوئی عمل بھی لائق استشہاد نہ ہوگا۔ صرف زبان سے توبہ کر لینے کو بے معنی اور بے فائدہ قرار دیا گیا۔ یہی وجہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ کو فتنۂ ارتداد پر استدلال کیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں تو ان لوگوں کو چھوڑنے کا حکم .....صرف اس صورت میں دیا گیا ہے جب یہ لوگ شرک سے توبہ کرلیں۔ نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں اور دیگر واجبی فرائض کو سرانجام دیں۔ مگر جب وہ کسی ایک فرض میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے تو پھر ان کے ساتھ کھلی جنگ ہوگی۔

مشرکین کے جرائم

"دوسرے مشرکین کے ساتھ کوئی عہد کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ان کا یہ حال ہے کہ تم پر قابو پا جائیں تو نہ تمہارے معاملہ میں کسی قرابت کا لحاظ کریں نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا۔ وہ اپنی زبانوں سے تم کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر دل سے انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کرلی پھر اللہ کے راستہ میں سدِّ راہ بن گئے۔ یہ بہت بڑے کرتوت تھے جو یہ کرتے

رہے"۔ (التوبہ: 8-9)

مشرکین کی اس روش پر خداوند قدوس نے ان کی شرائط صلح اور توبہ کے اعلانات کو رد کر دیا۔ کیونکہ ان کے دلوں میں بدعہدی تھی وہ کسی طور پر بھی کسی اخلاقی ذمہ داری یا پابندی کو قبول نہیں کر رہے تھے بلکہ اپنے عمل سے کھلی رکاوٹوں کے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ دین کی اشاعت کا کام مشکل اور ناممکن ہو جائے۔

توبہ کے لوازمات

"پس اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ دیں تو پھر تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور جاننے والوں کیلئے ہم اپنے احکام واضح کئے دیتے ہیں۔ اگر عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر حملے کرنے شروع کر دیں تو پھر ان کفر کے علم برداروں سے کھلی جنگ کرو کیوں کہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں' اب شاید کہ (تلوار کے زور ہی سے) وہ باز آئیں گے"۔ (توبہ: 11-12)

اس آیت میں پھر کہا گیا کہ اگر وہ عملاً توبہ کے بعد نماز روزہ' زکوٰۃ اور دوسرے واجبی فرائض کو کرنے لگ جائیں تو پھر انہیں دینی بھائی سمجھا جائے گا۔ اور پھر تمہارے لئے ان پر ہاتھ اٹھانا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا حرام ہو جائیگا۔ انہیں اسلامی معاشرے میں پورے پورے برابر کے حقوق حاصل ہوں گے۔ لیکن اگر وہ اپنی قسموں اور عہد و پیمان کو توڑیں گے تو پھر اس کے بعد ان کے ساتھ کوئی نیا معاہدہ کرنے کا کوئی سوال باقی نہیں رہے گا۔ اور اب ان کے بارے میں یقین کر لیا جائے گا کہ وہ شاید کبھی بھی راہ ہدایت پر نہ آئیں۔ اس لئے اب ان کا قتال بالکل جائز ہوگا۔

اللہ کے انعامات

''پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کیلئے جو حق کا انکار کریں۔ پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے بے شک اللہ درگزر کرنے والا اور بہت بڑا رحم فرمانے والا ہے''۔

(التوبہ: 27)

غزوہ حنین میں فتح حاصل کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکست خوردہ دشمنوں کے ساتھ جس فیاضی و کریم النفسی کا برتاؤ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے بیشتر آدمی مسلمان ہو گئے۔ اس مثال سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جب اہل کفر کو اپنی پے در پے شکستوں سے یہ یقین ہو گیا کہ اب ان کی ساری تدبیریں بے کار ہو گئی ہیں اور ان کیلئے کامیابی کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا ہے تو وہ خود بخود اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لینے کیلئے آ جائیں گے۔ اور اس طرح بھی مشرکین کیلئے سزا پانے کے بعد بھی توبہ کرنے کا دروازہ کھلا ہے تا کہ وہ انہیں ہدایت کا پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔

منافقین کا گروہ

''یہ لوگ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی' حالانکہ انہوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے وہ کچھ

کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے۔ یہ ان کا سارا غصہ اسی بات پر ہے تا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے۔ اب اگر یہ اپنی روش سے باز آ جائیں تو انہی کیلئے بہتر ہے اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو نہایت دردناک سزا دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور زمین میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا۔ (التوبہ:74)

یہ آیت منافقین کے اس گروہ کا حال بیان کر رہی ہے۔ جنہوں نے تبوک کے معرکہ کے دوران مسلمانوں پر بعض مواقع پر بڑی پھبتیاں کسیں اور دل آزاد جملے کہے۔ اور ایسی سازشیں کیں جن کے ذریعے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کو نعوذ باللہ گزند پہنچانا مقصود تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اللہ نے ان تمام احوال سے آگاہ کر دیا اور آپ نے ان کی تمام تدبیروں کو اُلٹ دیا۔ تو پھر وہ قسمیں اٹھا اٹھا کر اپنی برأت اور صفائی کیلئے کوشاں ہو گئے۔ یہ تمام منافقین مدینہ کے لوگ تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ میں آمد کی برکت سے اللہ نے مالی اور سماجی طور پر غنی کر دیا تھا۔ ایک متوسط درجہ کا شہر ایک بہت بڑی اسلامی حکومت کا دارالسلطنت بن گیا۔ وہی اوس و خزرج کے کاشتکار سلطنت کے اعیان و اکابر بن گئے۔ اور ہر طرف سے غنائم اور تجارت کی برکات سے مال و دولت کی بارش ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس کرم کا ذکر کر کے ان منافقین کو شرم دلا رہا ہے۔ اور ان کی محسن کشی اور احسان فراموشی پر ان کی ملامت کر رہا ہے۔ اور آیات واضح کر رہی ہیں کہ ایسے لوگ عادی مجرم ہیں۔ ان کے ضابطہ اخلاق میں شکر، اعتراف نعمت اور عہد کی پابندی جیسی کوئی خوبی پائی نہیں جاتی اس لئے ان کا انجام وہ دردناک عذاب ہی ہوگا جس کی طرف یہ اپنی کرتوتوں کی وجہ سے بڑی تیزی سے

لپکے جا رہے ہیں۔ ان آیات میں منافقین کیلئے توبہ کے بند دروازوں کی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

گناہگار مسلمانوں کیلئے توبہ کا حق

"کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے ان کا عمل مخلوط ہے۔ کچھ نیک ہے اور کچھ بد ہے۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے نبی تم ان کے احوال میں سے صدقہ لیکر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہو گی۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خیرات قبول کرتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ بہت بڑا معاف کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم عمل کرو اللہ اور اس کا رسول اور مومنین سب دیکھیں گے کہ تمہارا طرز عمل اب کیا رہتا ہے۔ پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے۔ اور وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو کچھ دوسرے لوگ ہیں جن کا معاملہ ابھی خدا کے حکم پر ٹھہرا ہوا ہے چاہے انہیں سزا دے اور چاہے ان پر مہربان ہو جائے۔ اللہ سب کچھ جانتا اور حکیم و دانا ہے۔

(التوبہ: 102-106)

ان آیات قرآنی میں ایمان کے جھوٹے دعویدار اور گناہگار مومن کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ عمل سے ہر دو کے خلوص اور نیت کے فرق کو بآسانی علیحدہ علیحدہ دیکھا جا سکتا ہے۔ ایمان کے جھوٹے دعویدار منافقین ہیں۔ ان کی طرف سے پیش کیا جانیوالا بڑے سے بڑا مال راہِ خدا میں بالکل قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے پس پردہ بدنیتی اور جھوٹ ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں خالص مومن شخص سے اگر کوئی غلطی یا فروگذاشت ہو جائے اور وہ اپنے قصور کا اعتراف کرے تو اس کو معاف کر دیا جائیگا۔ اس کے چھوٹے سے صدقہ کو بھی بڑی حیثیت دی جائے گی۔ اور اس کیلئے دعائے رحمت بھی کی جائے گی۔

ان آیات میں زبانی دعویداروں کے بارے ہدایت کی گئی ہے کہ ان کے دعوؤں پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ گناہوں کی تلافی کیلئے زبان اور قلب کی توبہ کے ساتھ ساتھ عملی توبہ کو دیکھا جائے۔ عملی توبہ کا بہترین طریقہ اللہ کی راہ میں اپنے مال کی خیرات ہے۔ وہ دل کے اندر پہنچنے والی گندگی کو مال کی قربانی سے دھو ڈالتا ہے۔ خیر کی طرف پلٹنے کی استعداد بڑھتی ہے۔ دنیا میں منافقین اگر اپنے نفاق کو کسی طور پر چھپا بھی جائیں تو آخرت میں ان کے اعمال بد کا پردہ منکشف ہوگا تو پھر ان کی دنیا کی پردہ پوشی کسی طور پر کام نہ آئیگی۔ اور اس طرح دنیا میں اس گناہ کی تلافی کا ایک موقع خود ضائع کر بیٹھیں گے۔ اب آخرت میں ان کی تلافی کا کوئی موقع بھی نہ ہوگا۔

اللہ کے نیک بندے اور انکی کامیابی کا اعلان

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے' مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ

کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے' تو رات' انجیل اور قرآن میں۔
اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو۔
پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا
ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ بے شک اللہ کی طرف
پلٹنے والے' اس کی بندگی بجالانے والے' اس کی تعریف کے کن
گانے والے' اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے' اس
کے آگے رکوع اور سجدے کرنیوالے' نیکی کا حکم دینے والے'
بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے
(اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے خرید و فروخت کا
یہ معاملہ کرتے ہیں) اور اے نبی ان مومنوں کو خوشخبری دے
دو"۔ (التوبہ: 111-112)

آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی قربانیوں کے ان سودوں کا حوالہ دیا ہے جو وہ پورے خلوص کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر کرتے ہیں۔ بندہ اپنا مال' جان اور اولاد بلکہ سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر جب اس کے حکم پر قربان کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ساتھ اسے ایک معاہدہ کا نام دیتا ہے۔ کہ بندے نے یہ قربانی دے کر میرے ساتھ اپنی کامیابی کے یقین کا معاہدہ کر لیا ہے۔ اس معاملہ میں انسان چونکہ بڑی آزمائش میں کامیاب ہوتا ہے۔ اپنے خدا کی بغاوت و سرکشی نہیں کرتا اور جان جو زسی کی دی ہوئی ہوتی ہے وہ اس کی تمنا کے مطابق اس کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔ تو گویا وہ اپنا ازلی وعدہ امانت پورا کر دیتا ہے اور اپنی امانت میں کسی قسم کی بددیانتی کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اس کی کامیابی پر جنت کی بشارت کی ضمانت دیتا ہے۔ انہی آیات میں اللہ کے بندوں کی چند خوبیوں

SCANNED BY: ATA-UL-MUSTAFA

کا ذکر کیا گیا ہے۔

1- بار بار اللہ کی طرف پلٹنے والے
2- بندگی بجالانے والے
3- تعریف کے گن گانے والے
4- زمین میں خدا کی خاطر گردش کرنے والے
5- اللہ کے آگے رکوع وسجدہ کرنے والے
6- نیکی کا حکم دینے والے
7- بدی سے روکنے والے
8- اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے

مندرجہ بالا خوبیاں دراصل اللہ کے بندوں کے وہ فرائض ہیں جن کی انجام دہی کے بغیر وہ اپنے رب کی رضا حاصل نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کا قرب انہی صفات سے مشروط ہے۔ اگر یہ صفات صرف اور صرف اللہ کیلئے خلوص کے ساتھ متصف ہوں گی تو وہ صحیح مومن ہوگا اور اللہ اسے جنت کی ضمانت دیتا ہے۔

جہاد سے رہ جانے والے نیک دل مسلمانوں کی معافی

''اللہ نے معاف کر دیا اپنے نبی کو اور ان مہاجرین و انصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبیؐ کا ساتھ دیا۔ اگرچہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چکے تھے (مگر جب انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا جبکہ نبی کا ساتھ دیا تو) اللہ نے انہیں معاف کر دیا بے شک اس کا معاملہ ان لوگوں کے ساتھ شفقت ومہربانی کا ہے۔ اور ان تینوں کو بھی معاف کر دیا ہے جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اور ان کی اپنی جانیں

بھی ان پر بوجھ بن گئیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کیلئے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔ یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔" (توبہ: 117-118)

ان آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی ان لغزشوں پر معافی کی خوشخبری دی ہے جو ان سے غزوہ تبوک کے دوران سرزد ہوئیں۔ مثلاً بعض لوگ باوجود استطاعت کے جنگ میں شریک ہوئے اور جنگ سے جی چُرا گئے۔ لیکن تین سچے مومن ایسے بھی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے معاملہ میں فیصلہ ملتوی کر دیا اور مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ جب تک خدا کا حکم نہ آ جائے کوئی ان سے کسی قسم کا معاشرتی تعلق نہ رکھے۔ یہ تینوں اصحاب مندرجہ ذیل تھے۔

1- حضرت کعب بن مالکؓ
2- حضرت بلال بن امیہؓ
3- حضرت مرارہ بن ربیعؓ

یہ تینوں سچے مومن تھے ان کی قربانیوں نے اس وقتی تساہل کے حوالہ سے اہل دل کو بڑا غمناک اور افسردہ ضرور کیا۔ چنانچہ ان پر سخت گرفت کی گئی۔ کوئی مسلمان بھی ان سے سلام کلام نہ کرتا۔ ان کی بیویاں بھی 40 دن قطع تعلق ہو گئیں۔ مقاطعہ 50 روز تک جاری رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی معافی کا اعلان کر دیا۔

یہی واقعہ دراصل اس پوری سورت کا عنوان بنا۔ اور اس میں چند اہم سبق اہل ایمان کیلئے مضمر ہیں جن کو حرزِ جان بنانا انتہائی ضروری ہے۔

1- اسلام کی مدد کے وقت کبھی ایک موقع پر بھی اس طرح تساہل نہ کرو کہ کفر کے مقابلے میں اپنی ضرورت کو ہیچ جانو۔ کفر و اسلام کی کشمکش میں ضرورت کے وقت جانا انتہائی ضروری ہے۔ اور ایک لمحے کا تساہل عمر بھر کی ساری ریاضت کو بے کار کر دیتا ہے۔

2- تساہل گناہ کو جنم دیتا ہے۔ چاہے وہ کسی بدنیتی پر مبنی نہ ہو کیونکہ آپ کے وقت تساہل سے کس قدر نقصان ہو سکتا ہے۔ اس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔

3- منافق سے درگزر کیا جا سکتا ہے لیکن مومن کی غلطی کی نظر اندازی ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کی غلطی کا احتساب ہی اسے مکمل کرنے میں مدد دیتا ہے۔

4- جرم کا اعتراف قابل قدر ہے۔ عذرات کا پیش کرنا مذموم عمل ہے۔

5- غلطی کی سزا صبر و شکر سے برداشت کرنا اللہ کے ہاں قبولیت کا باعث اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔

6- ایک مومن کے جرم کی سزا جب وارد ہو رہی ہو تو دوسرے مومنوں کو اس پر کسی قسم کی نفرت احتجاج یا واویلا کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ سزا دنیوی محاسبہ کا اہم جزو ہے اور اس سے مستقبل کی بہتری کی راہ نکلتی ہے۔

لوگوں کی مشکل وقت میں عاجزیاں اور بعد کی سرکشیاں

''وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے چنانچہ تم کشتیوں میں سوار ہو کر باد موافق پر فرحان و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکا یک باد مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے ہیں اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی

کیلئے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے مگر جب وہ ان کو بچا لیتے ہیں تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو یہ بغاوت الٹی تمہارے ہی خلاف پڑ رہی ہے۔ دنیا کے چند روز مزے ہیں' پھر ہماری طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے۔ اس وقت ہم تم کو بتا دیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو"۔

(یونس: 22-23)

انسان پر جب مایوسی اور خوف حاوی ہوتا ہے تو پھر اسے خدا یاد آتا ہے لیکن جب تک اس کی زندگی شاداں و فرحاں گزر رہی ہوتی ہے اس وقت اسے یہ یاد نہیں آتا کہ ان تمام شادمانیوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے کون کون سے سبب بنائے اور کون کون سی آسانیاں فرمائیں۔ بنی اسرائیل کو بھی یہی بیماری تھی۔ جب کسی مصیبت میں گرتے تو پھر یک دم مومن خالص بن کر اللہ کو پکارنے لگ جاتے اور جب تک ان کے کام بآسانی ہوتے رہتے اور اس وقت وہ سب کچھ اپنی محنت اور جرأت کا صلہ سمجھ کر نازاں رہتے حالانکہ یہ زندگی تو سراسر عارضی ہے اس کی خوشی تو آخر چند ساعت کی ثابت ہوگی لیکن اس کے بعد آنیوالے اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور اس زندگی کا کوئی آخر نہیں۔ انسان کو یہ حقیقت مان لینی چاہیے۔ کیونکہ روزانہ اس کے سامنے کتنے ہی لوگ اس جہان سے کوچ کرتے ہیں اور کتنے ہی لوگ نعمتوں سے محروم ہوتے ہیں اور کتنے ہی لوگ بیش بہا نعمتوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور یہ سب مالک کائنات کا کرم ہے۔ وہ جیتے جی ہر ذی روح کو نعمتوں سے مالا مال کرتا رہے گا لیکن جب بھی موت کا پیغام آ جائے گا تو پھر واپسی یا معافی کا دروازہ ہمیشہ

کیلئے بند ہو جائے گا۔ اللہ کی رضا جوئی بندے کی اصل بنائے تخلیق ہے۔ اس لئے اسے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کارساز و مالک جو ذات ہے۔ وہ بھی اصل میں شکر گزاری کی مستحق ہے۔ اس لئے جب وہ کسی نعمت سے نواز دے تو اس کا بھرپور شکر کریں اور جب کسی نعمت کو چھین لے تو اسے بھی اس کا کرم سمجھیں کیونکہ یہ بھی اس کی بخشش اور رحمت کا سبب ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قول اسی حوالہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں اگر کسی شخص کو تم دیکھو کہ اللہ نے اس کو پسندیدہ مطلوبہ چیزیں عطا فرما دیں اس کے باوجود کہ وہ نافرمانی پر قائم ہے تو یہ سمجھو کہ یہ اللہ کا انعام نہیں بلکہ ڈھیل ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اور پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی ان کو کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے پھر اچانک ہم نے پکڑا ان کو اور وہ ناامید ہو گئے''۔

اسلامی دعوت میں توبہ کی دعوت

''تم نہ بندگی کرو مگر صرف اللہ کی۔ میں اس کی طرف سے تم کو خبردار کرنے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدت خاص تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا' لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمہارے حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں تم سب کو اللہ کی طرف پلٹنا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے''۔ (ہود: 2-4)

سورۃ ہودی کی یہ بالکل ابتدائی آیات ہیں۔ اس سورۃ میں بھی اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کی تعلیمات اور ان کی اقوام کے طرز عمل کے آئینہ میں اسلام کی دعوت کو پیش کیا ہے۔ سورۃ کے آغاز میں قرآن مجید کے حوالہ سے ارشاد ہوا کہ یہ کتاب وہ فرمان خداوندی ہے جس کی آیات پختہ اور مفصل ارشادات ہیں۔ جو کہ ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے ہیں اور پھر دوسری آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی دعوت پیش کرنے کی تعلیم دی گئی کہ وہ لوگوں سے کہیں کہ وہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور میں ان کی طرف اللہ کی طرف سے خبردار کرنے والا بن کر مبعوث ہوا ہوں۔ خبردار کرنے والے سے مراد وہ ذات جو لوگوں کو ان کے اعمال کی اچھائی یا بُرائی اور اس کے نتائج سے خبردار کرنے والا ہے۔ دنیا کی حقیقت اور آدمی کی اصل ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے والا ہے۔

اللہ کے ہاں کڑے احتساب اور اس کے نتیجہ میں بُرے اعمال پر کڑے ملنے والے عذاب سے ڈرانے والا کے ہیں اور دوسرا اہم پہلو جس کو بتانے کا حکم دیا گیا ہے وہ بشارت دینے والا کے ہیں۔ بشارت سے مراد لوگوں کو ان کے نیک اعمال پر اللہ کی آخرت میں ملنے والی نعمتوں سے آگاہ کرنے کے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نذیر اور بشیر تھے اور کلام پاک ان کے انہی مناصب کے حوالہ سے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو تنذیر و تبشیر کے ساتھ ساتھ انہیں تعلیم دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی سابقہ ہونے والی کوتاہیوں پر مغفرت کے طلبگار بنیں اور آئندہ توبہ کرلیں کہ وہ کبھی دوبارہ ان کوتاہیوں کا اعادہ نہ کریں گے۔ اگر لوگ استغفار کرلیں گے اور سچی توبہ کرلیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کی محدود زندگی تک متاع حسن سے نوازے گا اور ہر صاحب فضل کو اپنے فضل سے مالا مال کرے گا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح

کیا ہے کہ دین کی راہ پر چلنے سے دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے۔ اور یہ بات غلط ہو جاتی ہے کہ دین کی راہ اپنانے سے دنیا بگڑ جاتی ہے اور زندگی فاقوں اور خستہ حالی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ خلوص دل سے مغفرت طلب کرنے اور توبہ کی راہ اختیار کرنے سے دنیا کی زندگی میں ہی متاع حسن یعنی انسان کی مادی خوشحالی اور قوی الجثہ ہونے کے ساتھ ساتھ شکر گزاری کی زندگی مل جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں متاع غرور ہے۔ جو بظاہر تو دنیاوی خوشحالی ہے لیکن بباطن خدا کی پھٹکار اور اس کے عذاب کا سرچشمہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان دنیا پرستی اور خدا فراموشی کا شکار ہو جاتا ہے۔

اور اس کے بعد باور کرایا گیا کہ اگر اس کے باوجود بھی اگر لوگ اللہ کی متاع خیر کے طلب گار نہیں بنتے تو پھر انہیں اللہ کے ہولناک عذاب کے دن سے ڈراؤ۔ جب سب کو خدا کی طرف لوٹ جانا ہے اور (اس وقت واضح اور کھل کر نظر آ جائیگا) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ اگر وہ نعمتیں دے سکتا ہے تو ان کے حساب کتاب کو چکانے اور شکر گزار کو انعام دینے اور نافرمان کو اس کی سرکشی کی سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

آیات بالا دراصل اسلامی دعوت کے اہم پہلو کو اجاگر کرتی ہیں کہ اسلام میں ایک خدا کی بندگی' خدا کی نعمتوں کی منصفانہ تقسیم اور استعمال اور دنیا میں خدا خوفی کے ساتھ رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور لوگ جب بھی حق کا دامن تھامنا چاہیں ان کو اپنی گناہوں کی زندگی سے واپس لوٹنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے پورے پورے مواقع حاصل ہیں اور اس لوٹنے میں ان کی زندگی دنیا میں بھی سرفرازی اور آخرت میں بھی بلند درجات کا باعث بنے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنے شکر گزار بندوں کو انعام دینے اور نافرمانوں کو برے انجام کے مزے چکھانے پر قیامت کے روز کوئی طاقت

روکنے والی نہیں ہے۔ وہ ایک بااختیار اور باجبروت قوت کی مالک کی ذات ہے۔ اس کی اطاعت و بندگی ہی میں انسان کی بھلائی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کی زندگی ہی میں اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کی زندگی پر فوراً مغفرت کا طلبگار بن جائے اور توبہ کر کے ایک پارسا کی اور خدا خوفی کی زندگی کو اپنا لے۔ جس سے اس کی دنیا متاع حسن اور آخرت فلاح و کامیابی سے فیض یاب ہو گی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی مغفرت طلبی

(حضرت نوح نے فوراً) کہنے لگے۔ ''اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا''۔ حکم ہوا ''اے نوح اتر جا' ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جن کو ہم کچھ مدت کے لیے سامان زندگی بخشیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا''۔ (ہود: 47-48)

حضرت نوح کی قوم پر جب زمین و آسمان سے پانی کا طوفان اُبل پڑا اور حضرت نوح علیہ اسلام اپنی کشتی میں ہر قسم کے جانوروں سے ایک ایک جوڑا' اپنے گھر والوں ماسوائے جو کافر ہیں اور چند فرمانبردار ماننے والے سوار کر کے چلنے لگے اور اس دوران کا بیٹا کھڑا طوفان میں گھرا جا رہا تھا تو حضرت نوح علیہ اسلام نے اسے ساتھ سوار ہونے کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر اپنے بچ جانے کی امید دلائی۔ تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ ''اے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو

سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے"۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو ایک بگڑا ہوا انسان ہے۔ لہٰذا تو اس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر جس کی حقیقت تو نہیں جانتا۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بنا لے"۔

جس پر حضرت نوح علیہ السلام نے مذکورہ بالا دعا کی' کہ اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا" جس پر اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی اور حکم دیا کہ اے نوح (علیہ السلام) تو اتر جا ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں تجھ پر اور ان پر جو تیرے ساتھ ہیں اور ان گروہوں پر بھی جن کو ہم کچھ مدت کے لیے سامان زندگی بخشیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا"۔

اس دعا کے اختتام کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ یہ غیب کے قصص تمہاری طرف وحی کئے جا رہے ہیں جن کا پہلے کسی کو علم نہ تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ سے یہ حقیقت امت مسلمہ کو باور کرا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حسب نسب کی کوئی رعایت نہیں ہے۔ صرف عمل صالح ہی مومنین میں رشتہ اسلامیت ہے۔ دوسری اہم بات جو ان آیات سے واضح ہوئی کہ اللہ کے نیک بندے اپنے دنیاوی وسائل پر بالکل اعتماد نہیں کرتے بالکل صرف اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہیں جبکہ دنیا دار لوگ دنیاوی وسائل پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور بالآخر ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھتے ہیں۔ تیسری اہم بات جو ان آیات سے واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے کاموں میں کسی کو بالاصرار التجا یا دعا کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ

اسے اپنی نعمتوں کے دینے یا نہ دینے کی حقیقت کا بخوبی علم ہے اور جو لوگ اپنے تئیں کسی نعمت کی بار بار دعا کرتے ہیں تو پھر انہیں اللہ کی طرف سے اس کے غصے اور عتاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہیں آ کر وہ نعمت حاصل ہو بھی جائے تو وہ ان کیلئے نعمت اذیت ناک بن جاتی ہے۔ اور ان کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ امت اسلامیہ کیلئے ان قصص میں واضح طور پر ہدایت اور عبرت آموز نصیحت ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو تلقین

''اور اے میری قوم کے لوگو اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف پلٹو تو پھر وہ تم پر آسمان کے دھانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت میں اضافہ کر دے گا مجرم بن کر (بندگی سے) منہ نہ پھیرو''۔ (ہود: 52-53)

حضرت ہود علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک نامور پیغمبر تھے جو بنی عاد کی طرف مبعوث ہوئے۔ انہوں نے بھی قوم کو اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دی اور جھوٹے خداؤں کی پوجا پاٹ سے ہٹ جانے کی تلقین کی۔ آپ نے قوم کو اپنی کوتاہیوں پر مغفرت طلب کرنے کا کہا اور انہیں نیکی کی زندگی کی طرف پلٹ آنے کی درخواست کی۔ اور انہیں خدا کی طرف سے ان پر آسمان سے اس کی رحمتوں کے دھانے کھول دیئے جانے کی نوید دی لیکن قوم نے اس پر ان سے جملہ بازی کرنی شروع کر دی اور صریحاً دعوت نہ ماننے کا اعلان کیا۔ اس پر حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں گواہ بناتے ہوئے کہا کہ تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا ہے میں اس سے بیزار ہوں تم سب کے سب مل کر میرے خلاف اپنی کرتوتوں میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو۔ اور مجھے بالکل ذرا مہلت نہ دو میرا اپنے رب پر پورا بھروسہ ہے جو کہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ اور جان لو کوئی

جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی پر اس کا ہاتھ نہ ہو۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ اگر تم منہ پھیرتے ہو تو منہ پھیر دیکھو۔ بے شک جو پیغام دے کر مجھے رب نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ تو میں تم کو پہنچا چکا اب تمہاری جگہ دوسری قوم کو رب ضرور اٹھائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔

اس مکالمہ کے بعد قوم ہود پر حجت تمام ہو گئی۔ اور حضرت ہود علیہ السلام اپنے پیروکاروں کو بچا کر نکل گئے اور قوم عاد کو ہوا کے طوفان نے عذاب خداوندی سے آ لیا۔ جس نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ قوم عاد کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ ان کی بلند و بالا عمارتیں' جدید تعمیرات پر مبنی شہر پل بھر میں ریت کے ڈھیر بن گئے۔ یہ خمیازہ صرف قوم عاد کی سرکشی اور کفر کا تھا' جس نے انہیں رحمت خداوندی سے دور کر دیا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی تلقین کی ذمہ داری پوری کر دی اور قوم نے رحمت کی طرف لوٹنے کا موقع ضائع کر دیا۔ اگر یہ قوم نبی کی دعوت پر لبیک کہتی۔ کفر سے توبہ کر لیتی اور کفر و عصیان کے کاموں کے چھوڑ کر بندگی اور اطاعت کو اختیار کر لیتی تو یقیناً ان پر خدا تعالیٰ کے انعامات کی بارش ہوتی۔ زندگی میں یہ مواقع خوش بختوں کو ہی نصیب ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ انتہائی بدبخت ہوتے ہیں جو جانتے بوجھتے کسل مندی اور دنیاوی چاہتوں پر اپنی آخرت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قربان کر دیتے ہیں۔ اور خدا کی طرف رجوع کرنا انہیں بوجھل لگتا ہے۔

حضرت صالح کی قوم ثمود کو توبہ کی دعوت

''اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا ''اے میری قوم کے لوگو اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین سے

پیدا کیا ہے اور یہاں تم کو بسایا ہے لہٰذا تم اس سے معافی چاہو
اور اس کی طرف پلٹ آؤ' یقیناً میرا رب قریب ہے اور وہ
دعاؤں کا جواب دینے والا ہے''۔ (ہود: 61)

قوم ثمود قوم عاد کی دوسری شاخ تھی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام نبی بن کر مبعوث ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو توحید کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے انہیں جھٹلایا۔ اور مطالبہ کیا کہ ہم آپ کو سچا نہیں مانیں گے جب سامنے پہاڑ سے ایک اونٹنی نکل آئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ڈرایا کہ کہ معجزہ کے پورے ہونے پر اگر تم ایمان نہ لائے تو پھر اللہ کا عذاب اٹل ہو جائے گا۔ لیکن قوم اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے حجت تمام کر دی۔

اللہ کی قدرت کاملہ سے پہاڑ کی چٹان شق ہوئی اور اس سے ان کے مطلوبہ اوصاف پر بنی ایک اونٹنی ظاہر ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی بھی اس اونٹنی کو کوئی ایذا نہ پہنچائے ورنہ ساری قوم پر عذاب آ جائے گا۔ قوم نے اس تنبیہ کو پرکاہ کی حیثیت نہ دی۔ اور اللہ کی نشانی کا خوب مذاق اڑایا۔ اور اونٹنی ہلاک کر ڈالی جس پر خدا کا عذاب آ پہنچا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے پیروکار بچا لئے گئے۔ لیکن باقی قوم ثمود نشان عبرت بن گئی۔

تفسیر قرطبی میں مروی ہے کہ جمعرات' جمعہ اور ہفتہ کے تین روز اس قوم کو توبہ کے لئے مہلت کے طور پر دیئے گئے اور جب کسی طور پر وہ نادم نہ ہوئے تو پھر چوتھے روز ایک سخت آواز جو ساری دنیا کی بجلیوں کی کڑک سے زیادہ ہیبت ناک تھی' نے آ پکڑا۔ جس سے انسانی قلب اور دماغ پھٹ گئے۔ سورۃ اعراف میں ہے کہ اس آواز کے ساتھ ایک زبردست زلزلہ بھی آیا جس سے پوری قوم ہلاک ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ زبردست آواز حضرت جبرائیل کی تھی۔ لیکن یہ آواز اور زلزلہ

عذاب الٰہی تھی جو کہ قوم ثمود کی بداعمالیوں' سرکشیوں اور نافرمانیوں کے جواب میں وارد ہوا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی بار بار تلقین اور دعوت کو انہوں نے کوئی وقعت نہ دی وہ دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ میں یہ بھول گئے کہ قدرت خداوندی کے سامنے ان کی ساری دولت' طاقت اور چالاکیاں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ اللہ تعالیٰ صرف تقویٰ کو پسند کرتا ہے۔ اور تقویٰ کی زندگی کے لوگ جتنا قریب آتے ہیں ان کی زندگی میں خداوند قدوس اپنی رحمت اس میں گھول دیتا ہے۔ زمین و آسمان سے ان پر اللہ کی نعمتوں اور آسائشوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اور انسان کیلئے وہ لمحہ بڑا ہی بدنصیبی کا ہوتا ہے جب وہ انہی نعمتوں کے غرور میں کھو کر نعمتوں کی بارش کرنے والے کے جبروت وسطوت کو بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غیور ہے۔ اسے کبھی بھی سرکشی پسند نہیں اور انسان کی سربلندی سراپا عاجزی' انکساری' خداترسی اور سراپا بندگی سے عبارت ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو تلقین

> ''اے قوم میرے خلاف تمہاری ہٹ دھرمی کہیں یہ نوبت نہ پہنچا دے کہ آخر کار تم پر بھی وہی عذاب آ کر رہے جو نوحؑ یا ہودؑ یا صالحؑ کی قوم پر آیا اور لوطؑ کی قوم کو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔ دیکھو اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے''۔ (ہود:89-90)

حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ نے بھی سابقہ انبیاء کی طرح اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کے سوا عبادت کے لائق نہ سمجھیں۔ اور ناپ تول میں کمی مت کریں' اور

لوگوں کے درمیان فساد کا بیج مت بوئیں۔ بے شک اگر تم لوگ صاحب ایمان رہو گے۔ تو تمہارے ہے اللہ کا دیا ہوا سب ہی بڑا بابرکت رہے گا۔ جس پر قوم شعیب بگڑ کر کہنے لگی کہ کیا تمہاری نماز نے تمہیں یہ تعلیم دے دی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤاجداد عبادت کرتے تھے۔ اور پھر اپنے مال و زرق کو بڑھانا چھوڑ دیں جن میں تصرف کا ہمیں پورا پورا حق ہے۔ آپ واقعی بڑے باوقار اور نیک چلن ہیں۔ جس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو باور کراتے ہوئے کہا کہ دیکھو یہ ساری سمجھ بوجھ کی باتیں میرے رب کی ہیں۔ اسی نے مجھے نیک روزی دی ہے اور اس میں بالکل نہیں چاہتا کہ جس کام سے آپ کو روک رہا ہوں اس کو خود بعد میں کرلوں۔ میرا کام تمہاری بھلائی ہے۔ جہاں تک کہ میری طاقت میرا ساتھ دے اور میری طاقت اللہ کے سوا کچھ نہیں۔ اس پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ میری قوم! میری دشمنی میں تم لوگ اس راہ پر نہ چل نکلو جس پر چل کر قوم نوحؑ' قوم ہودؑ اور قوم صالحؑ کو دو چار ہونا پڑا۔ اور پھر قوم لوطؑ تو تم سے کوئی زیادہ عرصہ دور نہیں گزری۔ اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں کی مغفرت کی سبیل کرو اور اس کی طرف پلٹ جاؤ یقیناً میرا رب بڑی رحمت والا اور محبت والا ہے"۔ اس پر قوم شعیب کے لوگ کہنے لگے "ہمیں زیادہ باتیں معلوم نہیں ہیں' جن کا تو ذکر کر رہا ہے۔ ہمیں تو اتنا معلوم ہے کہ تو ہم میں سے سب سے زیادہ گیا گزرا ہے۔ اگر ہم تیرے بھائی بند نہ ہوتے تو تجھے ان باتوں پر پتھروں کا شکار کر دیتے۔ ہماری نظروں میں تیری کوئی حیثیت نہیں ہے"۔ جس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا۔ "اے قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر میرے اللہ سے زیادہ ہے' اور تم اسے اپنے پیٹھ پیچھے کئے بھلائے بیٹھے ہو' جبکہ یقیناً میرے رب نے تمہاری کارگزاریوں کا پورا پورا احاطہ کر رکھا ہے۔ میری قوم! تم پھر اپنے کام کئے جاؤ اور

میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہوں۔ جلد تم سب جان لو گے کہ کس پر اللہ کا عذاب پڑتا ہے اور کسے رسوا کرتا ہے' اور کون جھوٹا ہے' اور دیکھتے رہو' پس میں بھی دیکھ رہا ہوں''۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے اس قول کے بعد قوم شعیبؑ پر حجت تمام ہوگئی اور پھر ایک سخت آواز اور کڑک نے اس قوم کو آ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے مخلص پیروکاروں کو بچا لیا اور باقی پوری قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

قوم شعیب کا طرز عمل وہی تھا جو آج ہمارے معاشرہ کو گرفت میں لئے ہوئے ہے' دیندار لوگ حق کی بات کہنے پر زبردست استہزا اور استحکا کا نشانہ بنتے ہیں۔ عبادت کو لوگ ذاتی اور بے کار محض فرض سمجھتے ہیں۔ جبکہ دنیاداری ان پر مسلط رہتی ہے۔ کاروباری منافقت اور ناپ تول میں کمی بیشی تجارت پر پوری طرح چھائی ہوئی ہے۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی ترقی انہی ہتھکنڈوں سے ممکن ہے۔ اللہ کی طرف سے رزق ملنے کا یقین کرنا تو بے وقوف لوگوں کا وظیفہ زندگی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے انہی گناہوں سے بچ رہنے کی اپیل کی تھی اور انہیں گناہوں کی مغفرت طلبی اور توبہ کرنے کی تحریک دی تھی لیکن قوم نے اسے استہزا کا نشانہ بنایا۔ آج بھی ملت اسلامیہ میں یہ گناہ جڑ پکڑے ہوئے ہیں انہیں ختم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کو دعوت دیتے ہیں۔ روز روز کے قحط' طوفان بادوباراں' سیلاب حادثے اور قتل و غارت کے جانکاہ سلسلے کیا عذاب الٰہی سے کم ہیں۔ آیات الٰہی کا تقاضا ہے کہ ہم عبرت پکڑیں اور اسی دعوت کو نظر میں رکھتے ہوئے آج اللہ تعالیٰ کے حضور مغفرت کیلئے سجدہ ریز ہوں۔ توبہ کریں اور آئندہ مصیبت کی زندگی سے نکل جانے کی سعی کریں۔

حضرت یوسف کی دُعا

''حضرت یوسف نے کہا اے میرے رب! قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں' اور اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کی اور ان عورتوں کی چالیں اس سے رفع کر دیں۔ بے شک وہی ہے جو سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے''۔ (یوسف:33-34)

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب کے بیٹے اور بنی اسرائیل کے نامور پیغمبر ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے حیران کن حُسن سے نوازا تھا۔ برادران یوسف نے جب آپ کو ایک کنویں میں ڈال دیا اور راہ جاتے تاجر نے پانی کی تلاش میں جب وہاں اپنا ڈول ڈالا تو آپ اس سے لٹک گئے تاجر نے ڈول نکالا تو ایک خوبصورت بچہ کو لٹکا دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ تاجر انہیں لے کر مال تجارت کے ساتھ مصر چلا گیا۔ جہاں تاجر کی بیوی نے انہیں بچہ بنا کر پالا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ ایک جوان رعنا بن کر ابھرے آپ کے حسن و جوانی کو دیکھ کر مصر کی عورتیں دنگ رہ جاتی تھیں۔ عزیز مصر کی بیوی تو اس حد تک فریفتہ ہو گئی کہ اس نے انہیں ناپاک جذبات کی تسکین کیلئے دام تزویر میں لانے کی کوششیں کرنے لگی مگر حضرت یوسف اس کے دام میں نہ آئے۔ جب جادو چلتے نہ دیکھا تو ایک روز بہانہ بنا کر گھر بلایا اور دروازہ جھٹ بند کر لیا اور انہیں بُرائی پر ابھارنے لگیں۔ قدرت آپ کی نگران تھی اور اس امتحان کی گھڑی میں آپ کو اپنی حفاظت میں رکھا۔ آپ نے اسے لاکھ سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئی آپ کے واضح انکار پر جب وہ ہاتھا پائی پر اترنے

لگی تو آپ تیزی سے دروازے کی طرف بھاگ نکلے عزیز مصر کی بیوی نے پیچھا کیا اور آپ پر ہاتھ ڈالا جس سے آپ کی پیچھے سے قمیض پھٹ گئی لیکن آپ دروازے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی دوران عزیز مصر کی بیوی کا چچا زاد بھائی سامنے سے آ نکلا تو بہانہ گھڑ لیا اور رونی صورت بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگا دیا لیکن چونکہ اس نے اسے پیچھے سے اسے آپ کی قمیض پکڑتے دیکھ لیا تھا اس لئے ان کو صورتحال کی حقیقت جاننے میں دیر نہ لگی۔ حضرت یوسف نے ان کے الزام کا پردہ چاک کیا لیکن عزیز مصر نے بیوی کے پرزور اصرار پر آپ کو قید کر دیا۔ آپ نے قید کے دوران ان کے دباؤ اور تحریص وتحریک سے بھرپور پیشکشوں کے وقت جو دعا کی وہ ان آیات قرآنی میں بیان کی گئی ہے۔ آپ اس وقت جن حالات سے دوچار تھے ان میں آپ کا ثابت قدم رہنا ایک معجزے سے کم نہ تھا۔ آپ ایک غریب الوطن اور جبری غلامی کے ماحول میں جس حسنِ رعنا کے مالک تھے اس نے آپ کو ہوس پرست اور عیش پرست بیگمات کی پُر دباؤ اور دھمکی آمیز سازشوں سے دوچار کر دیا تھا۔ آپ نے اس وقت پریشان ہو کر یہ دعا کی کہ اے میرے رب میں قید قبول کر سکتا ہوں لیکن بدکاری کی خواہشات کی تکمیل ان عورتوں کو خوش نہیں کر سکتا۔ میرے لئے ان کے دباؤ کا اکیلے مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ اس لئے میرا رب ہی میرا وسیلہ بن سکتا ہے۔ وہ ہی ان کے شر سے مجھے بچا سکتا ہے۔ آپ کی پُر خلوص اور پاکیزگی، تقویٰ سے بھرپور دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت بخشی اور ان عورتوں کی چالیں ناکام ہو گئیں آپ کی پاکیزگی اور پاکدامنی کے ثبوت عیاں ہو گئے۔ جس سے آپ امتحان کے اس مشکل مرحلے سے خدا کی مدد خاص سے کامیاب ہو گئے۔ قید سے رہائی مل گئی اور آپ ایک باعزت اور پاکدامن زندگی کے آزاد ماحول میں مؤثر قوت بن کر نکلے جس سے زندگی کے نئے اور کامیاب احکامات کھل گئے۔

معافی میں تاخیر کیوں؟

''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔ ان کے سامنے جب ہدایت آئی تو اسے ماننے اور اپنے رب کے حضور معافی چاہنے سے آخر ان کو کس چیز نے روک دیا' اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ منتظر ہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو جو پچھلی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے یا یہ کہ وہ عذاب کو سامنے آتے دیکھ لیں''۔

(الکھف:54-55)

اللہ تعالیٰ نے آیات مذکورہ میں لوگوں کی حق کی اطاعت کے حوالہ سے روش کو بیان کر کے اپنی طرف سے انسانی فطرت کے اس اہم پہلو کو بیان کر دیا ہے کہ انسان فطرتاً حجت باز اور جھگڑالو ہے۔ ہدایت آ چکنے کے باوجود اسے ہدایت کے قبول کرنے میں تذبذب ہے۔ کیونکہ یہ اپنے اسلاف سے مختلف نہیں۔ اسے بھی اپنے رب سے معافی کی خواستگاری میں وہی چیز روک رہی ہے جس نے پہلے لوگوں کو روک رکھا تھا' اور وہ یہی تھی کہ عذاب سے ڈرنے کی بجائے اس کی آمد کے منتظر تھے اور پھر جب عذاب آ پہنچا تو ان کا نشان تک نہ رہا اور ان کی ساری شان وشوکت قصہ پارینہ بن گئی۔ آج کا انسان بھی اسی روش کو اپنائے ہوئے ہے' یہ بھی عذاب اور گرفت الٰہی کا منتظر ہے۔ لیکن اسے پتہ نہیں کہ جس طرح ماضی میں انسان کو عذاب آ جانے کے بعد جب اپنے گناہوں پر معافی مانگنے کا موقع نہ ملا تو آج بھی یہی ہوگا۔ اور پھر حشر کے کڑے احتساب سے گزرنا پڑے گا۔ زندگی کے یہ لمحات غنیمت ہیں۔ آج کے انسان کو ماضی سے سبق سیکھنا چاہیے اور ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھا کر آج سے اللہ کے حضور اپنا حساب کتاب درست کرنے کیلئے کوشش کرنی چاہیے' اور یہ

کوشش اللہ کے حضور توبہ و بخشش کی پرخلوص استدعا کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔

ناخلف لوگوں کا انجام اور توبہ کی برکات

''پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی پس قریب ہے۔ کہ وہ گمراہی کے انجام سے دو چار ہوں البتہ جو توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کر لیں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہو گی۔ ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے در پردہ وعدہ کر رکھا ہے اور یقیناً یہ وعدہ پورا ہو کر رہنا ہے۔ (مریم:60-61)

انسان کی ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی بعثت کے ذریعہ سے جو اہتمام کیا اس پر لوگوں کا رویہ ہمیشہ ایک سا رہا۔ شروع میں جب انبیائے کرام سامنے ہوتے ہیں۔ اور ان کی پاکیزہ زندگیوں سے ان کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے تو وہ ازخود حق کی طرف رغبت کر لیتے ہیں لیکن اس وقت بھی بعض ٹیڑھی قسمت کے لوگ ان کی تعلیمات کو ٹھکرا دیتے ہیں' اور کفر کی زندگی کو اپنائے رکھتے ہیں۔ ان کا ٹھکانا ہمیشہ کے لیے جہنم ہے۔ لیکن وہ لوگ جو حق کو ماننے کے بعد اپنی زندگی میں فسق و فجور کو اپنا لیتے ہیں' نماز میں سستی کرتے ہیں اور خواہشات نفس کے پورے کرنے کی بروقت کوشش نہیں کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے بہتر یہی ہے کہ وہ توبہ کر لیں اور آئندہ اپنی کوتاہیوں سے مکمل باز رہنے کی کوشش کریں۔ یقیناً ان کی نیک عملی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گا کہ انہیں انعام میں جنت داخل کیا جائیگا' اور

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کبھی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔ اس یقین و ایمان سے ہی نجات آخروی یقین ہو گی۔

توبہ کی زندگی

''اور بے شک میں بڑا درگزر کرنے والا ہوں جب کوئی توبہ کرلے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے اور پھر سیدھے راستے پر چلتا رہے''۔ (طٰہٰ:81-82)

بنی اسرائیل کو دی گئی خدا کی تعلیمات اور انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ سرکشی ناقابل معافی جرم ہے۔ بغاوت اللہ کے غضب کو بھڑکاتی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں توبہ کی زندگی اختیار کرنے سے اللہ کی رحمت نچھاور ہوتی ہے۔ خداوند قدوس توبہ کے عمل کے لوازمات کے بیان کو گنوا دیتا ہے۔

1- سرکشی و نافرمانی سے لوٹ کر نیکی کی راہ اختیار کرنا۔
2- اللہ' اسکے رسول' اس کی کتاب اور آخرت پر صدق دل سے ایمان لے آنا۔
3- عمل صالح کو اختیار کر لینا۔
4- راہِ راست پر ثابت قدم رہنا اور غلط راہ کی طرف دوبارہ توجہ نہ دینا۔

آج بھی امت مسلمہ کیلئے یہ ہدایت ہے کہ اگر گناہوں کی زندگی سے ہٹنے کی توفیق مل رہی ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ آدمی ان چار امور پر کامل عمل پیرا ہو جائے۔ ورنہ کسی ایک میں کوتاہی توبہ کے عمل کو پورا نہیں ہونے دے گی۔ توبہ کی تکمیل اور بار آور ہونے کیلئے ان چاروں لوازمات کا پورا کرنا ضروری ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ

''لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا کہنے لگا ''آدم بتاؤں تمہیں وہ

درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے'' آخر کار دونوں اس درخت کا پھل کھا گئے نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے اور لگے دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کر لی اور اسے ہدایت بخشی''۔ (طٰہٰ :120-122)

ان آیات میں یہ تصریح کی گئی کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکایا کہ تیری ابدی زندگی اور لازوال سلطنت اسی درخت کے پھل کے کھانے سے مشروط ہے۔ دونوں میاں بیوی بہکاوے میں آ کر پھل کھا بیٹھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس بہکاوے سے انہیں پہلے سے خبردار کیا ہوا تھا۔ مگر وہ معاملہ کی شدت کو نہ سمجھ سکے پھل کھانے سے ان کے ستر کھل گئے جو انہیں خود بھی ناگوار گزرا۔ اور پھر ستر ڈھانپنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اپنے رب کی نافرمانی کا انجام دیکھ لیا۔ تو پھر اپنی غلطی کا احساس جاگ اٹھا۔ فوراً توبہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کر لی اور انہیں اپنا برگزیدہ نبی بنا لیا۔ ان آیات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ شیطان کی سرکشی اور بغاوت نے اسے راندہ درگاہ کر دیا لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی غلطی پر جب انہوں نے ندامت کی راہ اپنالی تو خداوند تعالیٰ نے اپنی طرف سے خلعت نبوت سے نواز دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کی پکار

''اور مچھلی والے جب بگڑ کر چل دیئے اور گمان کر لیا کہ ہم ان

پر گرفت نہ کریں گے۔ پھر جب اس نے تاریکیوں میں پکارا کہ ''نہیں ہے کوئی خدا مگر تو پاک ہے تیری ذات' بے شک میں نے قصور کیا'' تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچالیا کرتے ہیں۔

اور زکریا کو جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا ''اے پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور بہترین وارث تو تو ہی ہے''۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لئے درست کر دیا یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے''۔

(الانبیاء: 87-90)

مچھلی والے سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں ایک دوسری جگہ انہیں ''صاحب حوت'' بھی کہا گیا ہے۔ آپ کو ایک مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس وقت نگل لیا جب آپ اپنی قوم سے ناراض ہو کر اپنا وطن چھوڑ کر چل دیئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس کوتاہی کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا۔ جہاں مکمل تاریکیاں تھیں' اس وقت آپ نے اپنی غلطی پر توبہ کی اپنے رب کے حضور نہایت عجز و انکساری سے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی اور آپ مچھلی کے پیٹ کی قید تنہائی سے نکل گئے۔

اسی طرح حضرت ذکریا علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے نامور پیغمبر تھے۔ وہ بھی قوم کی نافرمانیوں کو دیکھ کر جب مایوس ہو گئے اور خدا کے عذاب کے آنے سے پہلے اس خوف سے نکل کھڑے ہوئے کہ کہیں عذاب کی زد میں خود نہ آ جاؤں۔ اللہ

تعالیٰ نے آپ کو کوئی اس طرح کی اجازت یا حکم نہ دیا تھا کہ آپ وطن چھوڑ کر چل نکلے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور پھر جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نرینہ اولاد سے نوازا اور آپ کے بیٹے حضرت یحییٰ کو اپنا برگزیدہ نبی بنایا۔ ان واقعات کے ذکر سے یہ بتانا مقصود تھا۔ کہ انبیائے کرام بھی جب حاجت مند ہوتے تو اپنے رب کے حضور دعا کرتے۔ سارے انبیاء کرام توحید کے داعی تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ چلتے پھرتے لوگوں کو گناہوں سے توبہ کرنے اور اس کے حضور اپنی نجات کی دعا کرنے کی دعوت دیتے۔

مرقس کا بیان ہے کہ وہ لوگوں سے گناہوں کی توبہ کراتے تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ فقیرانہ لباس میں چلتے پھرتے لوگوں سے یہ کہتے۔ ''توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی قریب آ گئی ہے'' وہ لوگوں کو نماز روزہ کی تلقین کرتے اور انہیں اپنے حق سے زیادہ کچھ نہ لینے کی تلقین کرتے۔

اہل جہنم کا اعتراف جرم

''اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے آگ ان کے چہروں کی کھال چاٹ جائے گی اور ان کے چہرے باہر نکل آئیں گے۔ کیا تم وہی لوگ نہیں ہو کہ میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ وہ کہیں گے۔ ''اے ہمارے رب بدبختی ہم پر چھا گئی تھی ہم واقعی گمراہ لوگ تھے اے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال دے پھر ہم ایسا قصور کریں تو ظالم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جواب دے گا۔ دور ہو جاؤ میرے سامنے سے پڑے رہو اسی میں اور زبان مت

کھولو۔تم وہی لوگ تو ہو کہ میرے کچھ بندے جب کہتے تھے کہ اسے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہمیں معاف کر دے ہم پر رحم کر تو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے۔تو تم نے ان کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ ان کی ضد نے تمہیں یہ بھی بھلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں اور تم ان پر ہنستے رہے آج ان کے اس صبر کا میں نے یہ پھل دیا ہے' کہ وہی کامیاب ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا ''بتاؤ زمین میں تم کتنے سال رہے' وہ کہیں گے'' ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ ہم وہاں ٹھہرے ہیں شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ ارشاد ہو گا ''تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہونا۔ کاش تم نے یہ اس وقت جانا ہوتا۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے''۔

(المومنون:103-118)

ان آیات قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے اعتراف جرم کو بیان کیا ہے۔ یہ اعتراف جرم بے وقت تھا۔ کیونکہ روز محشر کے بعد ان کے گناہوں کی بدولت ان پر جہنم وارد کر دی گئی ہو گی۔تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کیا انہوں نے وہ سب کچھ اب حقیقت کی شکل میں دیکھ لیا ہے جس کا وہ دنیا میں مذاق اڑاتے تھے۔تو اس وقت وہ اپنی غلطیوں اور گناہوں کا پوری لجاجت کے ساتھ اعتراف معافی کے خواستگار ہوں گے لیکن اس وقت بازی ہاتھ سے نکل چکی ہو گی۔سزا کا عمل شروع ہو چکا ہو گا' اور اب کسی معافی یا کمی بیشی کا وقت نہ ہو گا۔

ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے' کہ اعتراف جرم پر معافی صرف دنیا کی

زندگی میں ہی ممکن ہے۔ اس لئے انسان کو اس دنیا کی زندگی کو غنیمت جاننا چاہیے۔ اور فوراً اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر کے اپنے رب سے معافی کی درخواست کرنی چاہیے تو پھر ممکن ہے کہ انسان کی بار بار کی معافی سے اس کی سیاہ کاریوں کی سیاہی کسی وقت دُھل جائے' اور اس کا نامہءِ اعمال صرف نیکیوں کے نور سے منور ہو۔ دوسری بات جو ان آیات سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں صرف ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ہے۔ اس لئے اس کی خاطر گناہوں کی روش اختیار کرنا کلی طور پر گھاٹے کا سودا ہے۔ آخرت کی زندگی ایک طویل اور نہ ختم ہونے والے زندگی ہے۔ اس لئے دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے اور وہ اسی طور پر ممکن ہے کہ انسان گناہوں سے تائب ہو اور بروقت اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعا کے ساتھ ساتھ اپنے رب سے اس کی رحمت اور کرم کی بارش کرنے کی دعائیں مانگتا۔ کیونکہ آخرت کی کامیابی صرف اور صرف اس کی رحمت سے ممکن ہے۔ جبکہ اعمال کی بہتری تو صرف اس کی رحمت کی نظر کیلئے ایک بہانہ ہے۔

پاک دامن عورتوں پر تہمت

> ''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں' بے شک اللہ ضرور (ان کے حق میں) غفور اور رحیم ہے''۔
>
> (النور: 4-5)

لوگوں کی آشنائیوں اور ناجائز تعلقات کے چرچے کرنا معاشرے کے فساد کا بہت بڑا باعث ہیں۔ کیونکہ اس سے بے شمار برائیاں پھیلتی ہیں۔ اور سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ بالکل غیر محسوس طریقے سے زنا کاری اور بدکاری کا ماحول بن جاتا ہے اور لوگ اس کی قباحت اور خرابی کو نظر انداز کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسلام اس کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ کسی انسان کو یہ اجازت نہیں کہ وہ ایسی بات سرعام کہتا پھرے اگر کوئی ایسی بات کہے گا تو اسے اپنی صفائی کے لیے چار گواہ پیش کرنے ہوں گے جو واقعہ کے عینی شاہد ہوں گے۔ اور اگر عینی شاہد نہ ہوں گے تو تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور وہ آدمی ہمیشہ کیلئے غیر معتبر ہو جائیگا' اور اس کی کوئی شہادت کبھی قبول نہ کی جائیگی۔

ان آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تہمت لگانا ایک بالکل غیر اخلاقی جرم ہے۔ انسان کو اس جرم کے ارتکاب پر کڑی سزا دی جانے چاہیے۔ کیونکہ اس سے معاشرے کا بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی آدمی غلطی سے کوئی سنی سنائی بات ایسی کہہ دے جس کا وہ عینی شاہد نہ ہو اور وہ کسی مرد یا عورت کی بدنامی کا باعث ہو تو اسے فوراً توبہ کر لینی چاہیے اور اس مرد یا عورت سے معافی کا خواستگار ہو' اپنے رب کے حضور معافی کا خواستگار ہو' اور آئندہ کبھی بھی ایسی حرکت کرنے کا تصور تک نہ کرے تو پھر انشاء اللہ انسان کی غلطی کو اللہ ضرور معاف کر دے گا۔ اور اس کی آئندہ کی زندگی میں نیکی کو فروغ ملے گا اور لغزشوں میں کمی آ جائیگی۔ کیونکہ نیکی کے لئے بے تابی اور گناہ سے مکمل سرتابی ہی توبہ کا اولین مقصد ہے اور اللہ تعالیٰ خلوص نیت سے کی گئی توبہ کو ہی قبول کرتا ہے۔ توبہ کی برکات سے کماحقہ فائدہ انسان کو تب ہی ملے گا جب آئندہ کی زندگی میں وہ گناہ کی زندگی سے مکمل طور پر دور ہو جائیگا۔ اور نیکی کے کاموں میں

پورے شوق اور ذوق کے ساتھ کوشش کرے گا تو یقیناً اس کی زندگی میں توبہ کی برکات پھلیں پھولیں گی اور آخرت کی کامیابی کا دروازہ کھلنے کے احکامات بڑھیں گے۔

کبائر گناہ سے توبہ

''جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے' اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں ..... یہ کام جو کوئی کرے وہ گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اس کو مکرر عذاب دیا جائیگا۔ اور اسی میں وہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا الاّ یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لاکر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور و رحیم ہے' جو شخص توبہ کر کے نیک عملی اختیار کرتا ہے۔ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے۔ جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔

(الفرقان: 68-70)

اللہ کے ساتھ شرک' قتل ناحق اور زنا تین بڑے گناہ ہیں' جو کوئی یہ گناہ کرتا ہے قیامت کے روز اسے مکرر عذاب دیا جائیگا۔ اور اس میں ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ یعنی سلسلہ عذاب ٹوٹنے نہ پائیگا۔ بلکہ پے در پے عذاب دیا جاتا رہے گا۔ شرک کی معصیت اللہ کے حقوق میں بغاوت ہے جبکہ قتل اور زنا اللہ کی مخلوق کے حقوق میں بغاوت ہے۔ اس لئے جو کوئی ان تینوں گناہ کا ارتکاب کرے گا اسے اپنے ہر گناہ کی سزا ملے گی۔ ہر گناہ کی سزا الگ الگ کر کے دی جائیگی۔ ایسے میں اس آدمی کیلئے کتنے بڑے عذاب کا دروازہ کھلے گا۔ قرآن مجید اس عذاب سے بچنے

کیلئے جس حل کی تجویز دیتا ہے وہ توبہ ہے۔ توبہ نجات کی امید اور معصیت کی زندگی سے بچ نکلنے کی ایک آسان راہ ہے۔ توبہ کی ہی نعمت تھی جس نے عرب کے بگڑے ہوئے لوگوں کو سنبھال لیا' اس کا اندازہ کئی واقعات سے ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز مسجد نبوی سے عشاء کی نماز پڑھ کر پلٹا تو دیکھا ایک عورت میرے دروازے پر کھڑی ہے میں اس کو سلام کر کے اپنے حجرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر کے نوافل پڑھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور پوچھا تو کیا چاہتی ہے؟ وہ کہنے لگی میں آپ سے ایک سوال کرنے آئی ہوں۔ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا۔ ناجائز حمل ہوا۔ بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے مار ڈالا۔ اب میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرا گناہ معاف ہونے کی بھی کوئی صورت ہے؟ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ وہ بڑی حسرت کے ساتھ آہیں بھرنے لگی اور واپس جانے کیلئے مڑی اور بولی۔ افسوس یہ حسن آگ کے لئے پیدا ہوا تھا۔ صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ کر جب فارغ ہوا تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رات کا سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو ہریرہ آپ نے تو غلط جواب دیا۔ تم نے یہ کیا کر دیا؟ کیا تم نے یہ قرآن کی آیت نہیں پڑھی۔ **والذین لایدعون مع اللّٰہ الٰھا اخر ..... عملاً صالحاً**۔ حضور کا یہ جواب سن کر میں اس عورت کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا لیکن وہ نہ ملی۔ رات کو عشاء ہی کے وقت وہ مل گئی۔ میں نے اسے بشارت دی اور بتایا کہ سرکار رسالت مآبؐ نے تیرے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔ وہ سنتے ہی سجدے میں گر گئی اور کہنے لگی شکر ہے اس خدائے پاک کا جس نے میرے لئے معافی کا دروازہ کھولا۔ پھر اس نے گناہ سے توبہ کی اور اپنی لونڈی کو اس کے بیٹے سمیت آزاد کر دیا۔

بے قرار کی دعائیں سننے والی ذات کون ہے؟

''کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف کو رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو''۔ (النمل: 61-62)

سورۃ نمل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتوں اور نعمتوں کو گنوا گنوا کر پوچھا ہے کہ یہ سب کچھ دینے والی اور کرنے والی ذات اس کے سوا اور کون ہے؟ انہی نعمتوں میں ایک نعمت یہ بھی ہے کہ جب کوئی بے قرار اور مضطرب دل کے ساتھ کوئی اس کے حضور دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ اس کو ضرور سنتا ہے یہ سب کچھ اسکی رحمت کے مظاہر ہیں اور ان سوالات سے الوہیت کے بارے میں گھڑے گئے غلط عقائد کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی خالقیت' رزاقیت' علامیت اور بے شمار دیگر قدرتوں اور قوتوں کا مظہر مانے بغیر چارہ کار نہیں رہتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوالات جس برہان اور دلیل کے ساتھ پوچھے ہیں ان کا ایک اپنا ہی انداز ہے اور اس سے انسان کی سلیم العقل فطرت کو زندگی ملتی ہے۔اور ضمیر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہاں میں مانتا ہوں کہ خدائے واحد تو ہی ہے اور تیری یہ ساری قدرتیں تجھے ہی زیب دیتی ہیں اور کوئی تیرا ان قدرتوں میں شریک نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ

''جب (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اپنی پوری جوانی کو پہنچ گئے اور ان کی نشوونما مکمل ہوگئی تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا۔ہم نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔(ایک روز) وہ

شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ اہل شہر غفلت میں تھے وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ایک اس کی اپنی قوم کا تھا اور دوسرا اس کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا اس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم کے والے کے خلاف اسے مدد کیلئے پکارا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گھونسہ مارا اور اس کا کام تمام ہو گیا۔(یہ حرکت سرزد ہونا تھا) موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ شیطان کی کارفرمائی ہے وہ سخت دشمن اور کھلا گمراہ کن ہے پھر وہ کہنے لگے اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کر ڈالا میری مغفرت فرمادے چنانچہ اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی وہ غفور رحیم ہے۔موسیٰ نے عہد کیا کہ اے میرے رب یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے اس کے بعد میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا"۔ (القصص:14-17)

حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی اٹھارہ یا بیس سال کے ہی تھے یعنی اپنے پورے شباب میں تھے اور آپ نے دینی ودنیوی علوم سے پورا پورا اکتساب فیض کر لیا تھا۔ابھی آپ کو نبوت کے منصب پر فائز نہ کیا گیا تھا۔آپ شاہزادے بن کر رہتے لوگ آپ کی بہت تعظیم کرتے۔آپ کی دانائی، حکمت اور سفارش سے فرعون نے اسرائیلوں کیلئے ایک دن چھٹی کا مقرر کیا اور اوقات کار میں تخفیف کی آپ کے دل میں اسرائیلوں کیلئے بڑی محبت تھی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک روز شہر آئے تو اس وقت تمام لوگ سوئے ہوئے تھے اور بازار ایک اسرائیلی اور قبطی آپس میں لڑ رہے تھے۔اسرائیلی نے آپ کو مدد کیلئے پکارا تو آپ نے اس کی مدد میں قبطی کو ایک گھونسا مارا۔گھونسہ لگتے ہی مصری قبطی گر پڑا اور دم توڑ دیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی اس

حرکت پر بڑی ہزیمت ہوئی۔ کیونکہ ان کا ارادہ مطلقاً قتل کا نہ تھا اور نہ ہی گھونسہ سے کوئی موت واقع ہونے کا امکان ہوتا ہے ایک بھلا چنگا ہٹا کٹا آدمی صرف ایک گھونسے سے جان ہار دے یہ ماننے کا امر نے تھا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ ضرور شیطان کی کارستانی ہے، جس سے اس کا مقصد ایک عظیم فساد کھڑا کرنا ہے۔ آپ نے اپنے رب کے حضور التجا کی کہ اے مالک تو جانتا ہے کہ میرا کسی طرح بھی قتل کا ارادہ نہ تھا لیکن میری حرکت سے ایک جان چلی گئی۔ اب تو ہی ستر پوشی کر سکتا ہے اور مجھے اس جرم کی عقوبت سے بچا سکتا ہے۔ بے شک تو ہی معاف کرنے والا ہے چنانچہ اللہ نے اس کی دعا قبول کر لی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خلوص اور درد سے کی گئی دعا کو ضرور سنتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے عہد کیا کہ وہ آئندہ کسی ظالم کا مددگار نہیں بنے گا۔ دوسرے روز پھر وہی اسرائیلی ملا اور اس نے آپ کو مدد کیلئے بلایا تو آپ نے انکار کر دیا۔ جس پر وہ کہنے لگا۔ کہ اے موسیٰ کیا تو آج مجھے اس طرح قتل کرا دے گا جس طرح کل تو نے قتل کیا تھا۔ کیا تو اس ملک میں جابر بن کر رہنا چاہتا ہے۔ اصلاح نہیں کرنا چاہتا۔ پھر ایک آدمی نے اطلاع دی کہ شہر میں کل کے واقعہ کے حوالہ سے بڑا اشتعال ہے اس لئے تو شہر سے نکل جا۔ چنانچہ آپ شہر سے نکل آئے اور انتہائی خوف اور سراسیمگی کے عالم میں پھر اپنے رب کے حضور دعا کی کہ "اے رب مجھے ظالموں سے بچا لے" مصر سے نکل کر حضرت موسیٰ نے مدین کا رخ کیا تو کہا کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے ٹھیک راستے پر ڈال دے گا۔ مدین اس وقت فرعون کی سلطنت سے باہر تھا۔ مدین قریب ترین آزاد اور آباد علاقہ تھا۔ یہاں پر حضرت موسیٰ اس کنویں پر پہنچے جہاں پر دو عورتیں اپنے جانوروں کو پانی پلانے کی کوشش کر رہی تھیں جب کہ دوسرے لوگ اپنے جانوروں کو بآسانی پانی پلا رہے تھے۔ آپ نے ان کی مدد کی اور جانوروں کو پانی پلا دیا کیونکہ عورتوں نے بتایا کہ ان

کے ایک بوڑھے والدین چرواہوں کے جانوروں کی موجودگی میں پانی نہیں پلا سکتیں۔جانوروں کو پانی پلا کر آپ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور اپنے رب کے حضور دعا کی ''پروردگار !جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کردے میں اس کا محتاج ہوں'' چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد ایک عورت شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں۔تاکہ آپ نے ہمارے لئے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کا آپ کو اجر دیں۔حضرت موسیٰ اس کے ساتھ اس کے والد کے پاس پہنچے اور اپنا سارا واقعہ سنایا۔تو انہوں نے کہا کہ آپ کوئی خوف نہ کریں اب تو ظالم لوگوں سے بچ نکل آئے ہو۔

یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کی سبیل تھی۔رعویل ایک بوڑھا اور دو بیٹیوں کا باپ تھا۔اس کو جوان بیٹے کی صورت میں نوجوان مل گیا۔اس نے اس کو پورے پیار اور اعزاز کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ دی۔اجرت پر اپنے ریوڑ کا نگران بنالیا۔معاہدہ یوں طے ہوا کہ اگر حضرت موسیٰ آٹھ سال تک انکی ملازمت کریں گے تو دونوں بیٹیوں میں سے ایک کی شادی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر دی جائیگی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے تسلیم کر لیا۔اور پھر آٹھ سال ملازم رہے جس کے بعد اپنے اہل وعیال کو لیکر طور کی جانب نکل گئے۔جہاں آپ کو نبوت کے منصب پر سرفراز کیا گیا۔

اس واقعہ سے حضرت موسیٰ کی للّٰہیت' خدا ترسی' خلوص اور مخلوق خدا کے ساتھ پیار ومحبت کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایک مرد مومن میں بھی یہی خوبیاں پیدا ہوں تو پھر خدا کی رحمت کا سزاوار ہونا اسی طرح ممکن ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا مورد قرار دیا۔

انسان اور خلافت ارضی

''ہم نے اس امانت کو آسمانوں' زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کیلئے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا' بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔(اس بار امانت کو اٹھانے کا لازمی نتیجہ ہے) تاکہ اللہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول کرے اللہ درگزر فرمانے والا اور رحیم ہے''۔

(الاحزاب:72-73)

بار امانت سے مراد وہ ذمہ داری ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں اختیارات اور عقل دے کر انسان پر ڈالی ہیں۔اسی کو قرآن مجید میں خلافت ارضی بھی کہا گیا ہے۔انسان نے اس بار امانت کو بڑی آسانی سے قبول کر لیا اور اس کا احساس نہ کیا کہ اس کی وجہ سے اس پر دنیا اور آخرت کی زندگی میں کتنے بڑے امتحانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔اللہ تعالیٰ انسان کی اس سادگی کو انسان کا اپنے اوپر ظلم اور جہالت قرار دیتا ہے۔بار امانت کے ازلی وعدہ سے جو انحراف کرے گا وہ گویا منافقت اور شرک کے گناہ کا مرتکب ہوگا کیونکہ روز ازل کے وقت تو انسان نے اللہ کی خلافت کو اپنے نام کر لیا لیکن دنیا میں آ کر اس کی ربوبیت تک کا انکار کر بیٹھا۔پس جو لوگ اس ازلی معاہدے سے منحرف ہوئے وہ گویا منافقت اور شرک کے گناہ میں ملوث ہوئے۔اور اللہ تعالیٰ روز محشر کو ان کو ان کے اس جرم پر سزا دے گا۔مگر وہ لوگ جو اپنے عہد پر قائم رہے اور انہوں نے حتیٰ المقدور اللہ کی بندگی کی راہ کو اپنایا۔اس دوران جو کوتاہی ہوئی یا بھول چوک ہوئی اس پر توبہ کی اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے مردوں اور عورتوں کو ضرور

مغفرت ورحمت سے نوازے گا۔ کیونکہ وہ ذات غفور اور رحیم ہے۔

روز محشر اور کامیاب لوگ

''اور (فراموش نہ کریں یہ لوگ) وہ دن جبکہ وہ ان کو پکارے گا اور پوچھے گا کہ جو رسول بھیجے گئے تھے انہیں تم نے کیا جواب دیا تھا۔ اس وقت کوئی جواب ان کو نہ سوجھے گا اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ ہی سکیں گے البتہ جس نے آج توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے وہی یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہاں فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔''

(القصص:64-67)

روز محشر احتساب کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روز جس سوال اور جواب سے دو چار کرے گا وہ اس خاص رحمت کے بغیر کامیابی سے سر کرنا ناممکن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ جب لوگوں سے پوچھے گا کہ تمہارے پاس جب میں نے رسول بھیجے تو یاد کرو تم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ان کی دعوت کا تم نے کیا جواب دیا؟ اس وقت وہ جواب بھی کیا دیں گے کیونکہ ان کا ماضی ان کی زبانوں کو گنگ کردے گا۔ اس روز صرف وہی لوگ کامیاب ہوں گئے اور اللہ کی رحمت سے صحیح جواب دیں گے جن لوگوں نے اپنی دینوی زندگی میں اپنے گناہوں سے توبہ کرلی ہوگی اور اللہ کے رسول کی دعوت پر ایمان لایا ہوگا اور اپنی ساری زندگی کو عمل صالح سے گزارا ہوگا تو یقیناً یہ لوگ فلاح وکامیابی کے مستحق ہوں گے۔ کیونکہ یہ دن ان کی نیک زندگی کا اجر اور انعام ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ

''ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا کہنے لگے خدایا مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی شخص کے لائق نہ ہو تو بڑا ہی بخشنے والا ہے''۔ (صٓ :34-35)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ہوا کہ اس طرح بناؤ کہ لوہے کی آواز بھی نہ سنی جائے۔ آپ نے ہر چند تدبیر کی لیکن کارگر نہ ہوئی پھر آپ کو پتہ چلا کہ سمندر میں ایک شیطان صخر نامی ہے وہ کوئی بہتر ترکیب بتا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا وہ حاضر ہوا اور اس کی ترکیب کارگر ہوئی اور اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا قرب مل گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کی وجہ ایک انگوٹھی تھی ایک دن جب حمام جانے لگے تو اپنی انگوٹھی اس شیطان کو دے بیٹھے اس نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور شیطان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل ڈال دی گئی۔ حضرت سلیمان کا تاج وتخت چھن گیا اور تخت پر وہ شیطان قابض ہو گیا۔ وہ چالیس دن قابض رہا۔ اس طرح کی کئی اور روایات بھی اسرائیلیات سے مروی ہیں۔ جو ان آیات میں دیئے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تاج وتخت چھن جانے کے واقعہ سے متعلق ہیں۔ حضرت سلیمان کو جب مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی مل گئی تو آپ کا تاج وتخت واپس مل گیا۔ آپ نے اس سلسلہ میں اللہ کے حضور کئی مناجات کیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین دعائیں کیں۔

1- مجھے ایسا حکم دے جو تیرے حکم کے موافق ہو۔
2- مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔
3- جو شخص اس مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تو وہ ایسا لوٹے جیسے آج ہی پیدا ہو۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا و مناجات

''ہمارے بندے ایوب کا بھی ذکر کہ جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو..... یہ ہے نہانے کا ٹھنڈا پانی اور پینے کا پانی اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ اپنی خاص رحمت اور عقلمندوں کی نصیحت کیلئے۔''

(ص آ: 41-43)

حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر اور امتحان مثالی رہا۔ ابن ابی حاتم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ایوب اٹھارہ سال تک دکھ درد میں مبتلا رہے۔ اپنے اور غیر سب انہیں چھوڑ گئے صرف دو مخلص دوست آپ کے پاس وقتاً فوقتاً آتے۔ ایک دن ایک دوست نے دوسرے سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ ایوبؑ نے خدا کی کوئی نافرمانی کی ہے جو اٹھارہ سال سے اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے جب یہ سنا تو انہیں دلی صدمہ پہنچا فرمانے لگے کہ خدا خوب جانتا ہے۔ کہ میری تو یہ حالت تھی کہ دو شخصوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھتا تو جب وہ دونوں اللہ کا نام بیچ میں لاتے تو مجھے شرم آتی اور میں اپنے پاس سے دے کر ان کے جھگڑے کو ختم کرا دیتا تاکہ نام خدا کی بے ادبی نہ ہو۔ آپ اتنے معذور تھے کہ اٹھنا بیٹھنا تو کجا پاخانہ پر سے بھی بیوی اٹھا کر لاتی۔ ایک مرتبہ وہ موجود نہ تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوئی تو آپ نے اس روز بارگاہ ایزدی میں بڑی لجاجت

صحت کے لیے دعا کی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا اور وحی فرمائی کہ زمین پر لات مارو جس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا آپ اس میں نہائے اور جسم بالکل تندرست ہو گیا۔ دوسری جگہ لات لگی تو دوسرا چشمہ جاری ہوا اور آپ نے اس سے سیر ہو کر پانی پیا جس سے جسم کے اندر کی بیماری بھی جاتی رہی۔ اتنی دیر میں آپ کی بیوی واپس آ گئی تو آپ کو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ بیمار شوہر کی جگہ کوئی تندرست آدمی بیٹھا ہے۔ جس کا چہرہ نورانی ہے اس وقت وہ پوچھنے لگی۔ کہ اے اللہ کے بندے یہاں تو اللہ کے نیک بندے ایوب تھے جو نہایت دکھ اور درد میں مبتلا تھے جب وہ تندرست ہوتے تھے تو وہ بے شک تیری ہی طرح کے تھے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ وہ میں ہی ہوں۔ اس کے بعد آپ کی دو کوٹھیوں میں سے ایک جس میں گیہوں تھے اس پر سونا برسا اور بھر گئی اور ایک کوٹھی اناج سے بھر گئی۔ اور اس طرح آپ کے صبر اور دعا سے اللہ کی رحمت نے آپ کی قسمت میں دین و دنیا کی ساری سعادتیں پھر جمع کر دیں اور یہ سب کچھ امتحان کے اٹھارہ سالوں میں آپ کی ثابت قدمی، خدا خوفی اور ایمان و یقین میں استقامت کی وجہ سے ہی ممکن ہوا۔

رحمت کی نوید

> ''(میری جانب سے) کہہ دو اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ واقعی وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے۔ تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور حکم برداری کئے جاؤ اس سے قبل تمہارے پاس عذاب آ جائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے''۔
>
> (الزمر: 53-54)

اس آیت میں تمام نافرمان لوگوں مشرکوں اور کافروں کو توبہ کی دعوت دی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ خدا کی ذات غفور و رحیم ہے وہ ہر تائب کی توبہ قبول کرتا ہے ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کے اگلے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے۔ خواہ وہ کیسے ہی ہوں کتنے ہی ہوں کبھی کے ہوں۔ اس آیت کو بغیر توبہ کے معنی میں لینا صحیح نہیں اس لئے کہ شرک بے توبہ بخشا نہیں جاتا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ بعض مشرکین جو قتل و زنا کے بھی مرتکب تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے گذارش کی کہ یہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہمیں ہر لحاظ سے اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے' لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے ہو چکے ہیں ان کا کفارہ کیا کیا ہوگا اس پر آیت **والذین یدعون مع اللّٰہ الخ** اور یہ آیت نازل ہوئی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ جس نے شرک کیا ہو؟ آپ نے تھوڑی دیر خاموشی کے بعد فرمایا خبردار رہو جس نے شرک بھی کیا ہو۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے ایک بوڑھا شخص لکڑی ٹیکتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں کیا مجھے بھی بخشا جائیگا آپ نے فرمایا کیا تو خدا کی توحید کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا ہاں اور آپ کی رسالت کی بھی گواہی دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔

ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت اسماء فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا آپ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ **انہ' عمل غیز صالح** اور اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا۔ **یعبادی الذین**

اسواسر فواعن الفسهم لاتقنطو من رحمته الله ط ان الله يغفر الذنوب جميعاً و لايبا لى انه' هوا الغفور الرحيم ہ۔ ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بندے کو رحمت ربی سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ گو گناہ کتنے ہی بڑے اور کتنے ہی کثرت سے ہوں' توبہ اور رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ اور وہ بہت ہی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ الم يعلموا ان الله هو يقبل التوبة عن عباده کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور فرمایا۔ ومن يعمل اسوءً و يظلم نفسه الخ یعنی جو برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔

اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا ہے

''حٰمٓ۔ اس کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور دانا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول فرمانے والا ہے۔ سخت عذاب والا' انعام و قدرت والا جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اس کی طرف واپس لوٹنا ہے''۔

(مومن: 1-3)

تفسیر ابن کثیر میں وارد ہے۔ قرآن مجید میں بسیار ایسی آیات میں جن میں رحم و کرم کے ساتھ عذاب و سزا کا بھی بیان ہوا ہے۔ تاکہ بندہ خوف اور امید کی حالت میں رہے۔ وہ وسعت و غنی والا ہے' وہ بہت بہتری والا ہے بڑے احسانوں اور زبردست نعمتوں اور رحمتوں والا ہے۔ بندوں پر اس کے انعام و اکرام اس قدر ہیں کہ کوئی انہیں شمار نہیں کر سکتا''۔ چہ جائے کہ ان کا شکر ادا کر سکے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا۔ کہ میں نے کسی کو قتل کر

دیا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے آپ نے شروع سورت کی دو آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا نا امید نہ ہو اور نیک عمل کئے جا۔ ابن ابی حاتم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شامی حضرت عمرؓ کے پاس آیا کرتا' ایک دفعہ لمبی مدت تک وہ نہ آیا۔ تو امیر المومنین نے لوگوں سے اس کے احوال پوچھے۔ انہوں نے کہا کہ اس نے پینا بہ کثرت شروع کر دیا ہے حضرت عمرؓ نے اپنے کاتب کو بلوا کر کہا کہ لکھو۔ یہ خط ہے عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف بعد از سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا' توبہ کو قبول فرمانے والا سخت عذاب والا اور بڑے احسان والا ہے۔ جس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ خط اس کی طرف بھجوا کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ اپنے بھائی کیلئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو متوجہ کر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ جب اس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملا تو اس نے اسے بار بار پڑھنا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا ہی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر گناہوں کی بخشش کا وعدہ بھی کیا ہے کئی کئی مرتبہ اسے پڑھ کر رو دیئے پھر توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی۔ حضرت فاروق اعظم کو یہ پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا اسی طرح کیا کرو جب تم دیکھو کہ کوئی مسلمان بھائی لغزش کھا گیا تو اسے سیدھا کرو اور مضبوط کرو اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ شیطان کے مددگار نہ بنو۔ حضرت مصعب بن زبیر ایک دفعہ کوفے کے گردونواح میں تھے آپ کے ساتھ راوی حضرت ثابت بنانی بھی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ایک باغ میں دو رکعت نماز شروع کی اور اس میں سورۃ مومن تلاوت کرنے لگے۔ میں ابھی الیہ المصیرہ تک پہنچا ہی تھا۔ کہ ایک شخص نے جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا اور جس پر یمنی چادریں تھیں مجھ سے کہا کہ جب غافر

الذنب پڑھو تو یا غافر الذنب اغفرلی ذنبی اور جب قابل التوب پڑھو تو کہو یا قابل التوب اقبل توبتی اور جب شدید العقاب پڑھو تو کہو یاشدید العقاب لاتعاقبنی کہو۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گوشہ چشم سے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا فارغ ہو کر میں دروازہ پر پہنچا وہاں جو لوگ بیٹھے تھے ان سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی تمہارے پاس سے ایسا آدمی گرزا ہو جس پر یمنی چادریں تھیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ اب لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے۔

عدم دعا سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے

> ''تمہارے رب کا فرمان سرزد ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرتے رہو میں تمہاری دعاؤں کو قبول فرماتا رہوں گا۔ یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے''۔ (مومن:60)

امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے۔ اے وہ خدا جسے وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے۔ جو بکثرت اس سے دعائیں کرتا ہے' اور وہ بندہ سخت برا معلوم ہوتا ہے جو اس سے دعا نہ کرے۔ اے میرے رب یہ صفت تو تیری ہی ہے۔ کہ جب انسان اس سے نہ مانگے تو وہ ناخوش ہوتا ہے۔ اور انسان کی حالت یہ ہے۔ کہ اس سے مانگو تو وہ روٹھ جاتا ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس امت کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں۔ 1- ہر نبی کو خدا کا فرمان ہوا کہ تو اپنی امت پر گواہ ہے' لیکن تمام لوگوں پر اس امت کو گواہ بنایا گیا ہے۔ 2- تمام انبیاء سے کہا گیا کہ تم پر دین میں حرج نہیں ہے۔ لیکن اس امت سے فرمایا گیا کہ تمہارے دین میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ 3- ہر نبی سے

کہا گیا کہ مجھے پکار میں تیری پکار قبول کروں گا لیکن ادھر اس امت سے فرمایا گیا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول کروں گا لیکن ادھر اس امت سے فرمایا گیا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول فرماؤں گا۔ ابو یعلیٰؒ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ چار خصلتیں ہیں جن میں ایک میرے لئے ہے ایک تیرے لئے' ایک تیرے اور میرے درمیان اور ایک تیرے درمیان اور میرے دوسرے بندوں کے درمیان۔ جو میرے لئے خاص ہے وہ تو یہ کہ صرف میری ہی عبادت کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور جو تیرا حق مجھ پر ہے وہ یہ ہے کہ تیرے ہر عمل خیر کا بھرپور بدلہ میں تجھے دوں گا۔ اور جو تیرے اور میرے درمیان ہے وہ یہ کہ دعا کر اور میں قبول کیا کروں اور چوتھی خصلت جو تیرے اور میرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ کہ تو ان کیلئے وہ چاہے جو اپنے لئے پسند رکھتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عین عبادت ہے' اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ایک اور جگہ میں ہے کہ جو شخص خدا سے دعا نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کی موت کے بعد ان کی تلوار کی میان میں سے ایک پرچہ نکلا جس میں تحریر تھا۔ کہ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع کو تلاش کرتے رہو بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت رب کی رحمت جوش میں ہو۔ اور تمہیں وہ سعادت مل جائے جس کے بعد کبھی بھی حسرت و افسوس نہ کرنا پڑے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ ایک دن میں نے سُنا۔ کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بہ آواز بلند کہہ رہا ہے خدایا! اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ کرتا ہے۔ خدایا اس پر بھی تعجب ہے

جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پُرزور آواز لگائی اور کہا کہ پورا تعجب اس پر ہے جو تجھے مانتے پہچانتے ہوئے بھی دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے وہ کام کرتا ہے جن سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟

جواب آیا۔ انسان ہوں تو ان کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدہ کے ہیں۔

بدگمانی' غیبت اور جاسوسی سے توبہ کا حکم

''اے ایمان والو بہت بدگمانیوں سے بچو۔ یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ میں تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔ (حجرات:12)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بدگمانی اور تہمت دھرنے سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ دل میں خواہ مخواہ کسی کے لیے دہشت رکھ لینے اور جاسوسی کرتے رہنے سے باز آنے کی تلقین کی۔ غیبت اور بدگمانی قبیح اخلاقی برائیاں ہیں۔ قرآن مجید نے غیبت کو سگے بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا۔ ان سے پورا معاشرہ نفرت' بے زاری اور دل آزاری سے بھر جاتا ہے۔ جب کہ اسلام اخوت ومودت کا حکم دیتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک مجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ابن ماجہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے طواف کعبہ فرماتے ہوئے کہا کہ کتنا پاک گھر ہے ؟تو کیسی اچھی خوشبو والا ہے؟تو کس قدر عظمت والا ہے اور کیسی بڑی حرمت والا ہے؟اس کی قسم جس کے ہاتھ ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔بھید نہ ٹٹولو ایک دوسرے کے بھید حاصل کرنے کی کوشش میں نے لگ جایا کرو۔حسد،بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو۔سب مل کر خدا کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ایک دوسرے سے روٹھ کر نہ بیٹھ جایا کرو ایک دوسرے سے میل جول ترک نہ کیا کرو ایک دوسرے سے بغض اور حسد نہ کیا کرو بلکہ سب مل کر خدا کے بندے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہوکر زندگی گزارو۔کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑ دے۔طبرانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین خصلتیں میری امت میں پائی جائیں گی۔

1- مال لینا۔
2- حسد کرنا۔
3- بدگمانی کرنا۔

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضور پھر آپ نے ان کا تدارک کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ جب حسد کرو تو استغفار کر لے۔ جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر اور جب شگون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد نکلے

اپنے کام سے نہ رک' اسے پورا کر۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہمیں بھید ٹٹولنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگئی تو ہم اس پر پکڑ کر سکتے ہیں۔ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تو لوگوں کی پوشیدگیاں اور ان کے راز ٹٹولنے کے درپے ہوگا تو تو انہیں بگاڑ دے گا امام اوزاعی فرماتے ہیں۔

تجسس سے مراد کسی چیز کو کریدنے کے ہیں۔ ان لوگوں کی سرگوشی پر کان لگانے کے جو کسی کو اپنی باتیں سنانا چاہتے ہوں۔ غیبت کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت اپنے مسلمان بھائی کی کسی ایسی بات کا ذکر ہے جو اسے بری معلوم ہو' تو کہا گیا اگر وہ بات اس میں ہو جب بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں غیبت تو یہی ہے' ورنہ بہتان اور تہمت ہے۔ معراج والی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں اور وہ ان سے چہرے نوچتے اور سینے کریدتے ہیں۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھانے اور ان کی عزتیں لوٹتے تھے۔ یعنی غیبت کرنے والے لوگ۔ ابویعلی میں ہے قیامت کے دن غیبت کرنے والوں کے سامنے گوشت لایا جائے گا کہ دنیا کی زندگی میں جس طرح مردہ بھائی کا گوشت کھاتا تھا اب بھی اسی طرح کھا لیکن وہ چیخ چلا کر پیچھے ہٹیں گے لیکن انہیں جبراً وہ مردہ گوشت کھلایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں سے بچنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر مومنین خدا سے ڈریں اور ماضی کے گناہوں پر توبہ کرلیں تو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا

مہربان ہے وہ ضرور معاف کردے گا۔ ورنہ قیامت کے دن ان گناہوں کی وجہ سے کڑا عذاب ملے گا۔

غیبت گوئی کی توبہ کا طریقہ علمائے کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے اور پھر سے اس گناہ کو نہ کرنے کا ارادہ کرے۔ پہلے جو کر چکا ہے اس پر نادم ہو۔ جس کسی کی غیبت کی اس سے معافی مانگ لے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ جن مجلسوں میں اس کی برائی کیا کرتا تھا اب اس کی اچھائیاں اور بھلائیاں بیان کیا کرے اور اس برائی کو اپنی طاقت کے مطابق رفع کردے۔

توبتہ النصوح کا حکم

''اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور سچی خالص توبہ کرو ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچائے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ایمان داروں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہو گا یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں ضیاء عطا فرما اور ہمیں بخشش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے''۔

(تحریم: 8)

خالص سچی توبہ سے انسان کے اگلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں میل کچیل دھل جاتی ہے اور برائیوں کی عادت چھوٹ جاتی ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے ایک دفعہ اپنے خطبہ میں فرمایا کہ لوگو میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے سُنا ہے کہ خالص سچی توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر اس کا ارادہ تک نہ کرے۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ

توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اسی وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو اور اگر گناہ میں کسی انسان کا حق ہے تو وہ حق باقاعدہ ادا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ نادم ہونا بھی توبہ ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ اس امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب ایام میں کیا کام کریں گے؟ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاخانہ کی جگہ سے وطی کرے گا جو اللہ اور اس کے رسول نے مطلق حرام قرار دیا ہے۔ اور اس فعل پر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ہوتی ہے۔ اسی طرح مرد مرد سے بدفعلی کریں گے۔ جو خدا اور اس کے رسول کی ناراضگی کے امر ہیں ان لوگوں کی نماز بھی خدا کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ جب تک یہ لوگ اس گناہ کبیرہ سے خالص سچی توبہ نہ کرلیں۔ حضرت زرؓ نے حضرت ابیؓ سے پوچھا کہ توبہ النصوح یعنی خالص سچی توبہ سے کیا مراد ہے' تو انہوں نے فرمایا میں نے بھی یہی سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ قصور سے گناہ ہو گیا پھر اس پر نادم ہونا' اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف مائل نہ ہونا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توبہ النصوح یہ ہے کہ جیسے گناہ کی محبت دل میں تھی ویسی ہی اس کی دشمنی دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس پر استغفار کرے۔ جب کوئی شخص توبہ کرنے کی پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر جما رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جس طرح اسلام لانے سے پہلے کی تمام خطائیں اسلام فنا کر دیتا ہے۔ اسی طرح سچی توبہ بھی اپنے سے پہلے کی تمام خطائیں جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ توبہ النصوح کی اہم شرط یہ ہے کہ آدمی مرتے دم تک اس گناہ کا خیال تک نہ کرے۔

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور توبہ

1- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر بار استغفار کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم میں ایک دن میں اللہ سے ستر دفعہ بخشش مانگتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری)

2- حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک امر واقع یہ ہے کہ میرے دل پر بھی پردہ سا چھا جاتا ہے۔ اور بے شک میں ایک دن میں سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

توبہ استغفار جہاں گناہوں' لغزشوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ہے وہاں صاحب امر کیلئے وہ درجات کی بلندی اور ان سے وابستہ لوگوں کیلئے باعث نفع و بخشش ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ معصوم عن الخطا تھے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا' سونا جاگنا غرضیکہ ہر وقت کا ہر لحہ معرفت الٰہی اور شکر الٰہی سے مزین رہتا تھا اس لئے آپ ہر درجہ مشغولیت ذکر و شکر کو عبودیت اور عبدیت کے منصب کے

حوالہ سے شکر گزاری کیلئے ضروری سمجھتے تھے۔ آپ کے دل پر آنے والے پردہ سے مراد حجاب نورانی ہے۔ جس کو توبہ و استغفار سے زیادہ شفاف کر کے تجلیات ربانی کیلئے کارگر بناتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس بیان میں سے جو اللہ کی طرف سے روایت کیا جاتا ہے' یہ بھی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے بندو! بے شک میں نے ظلم کو اپنی ذات پر حرام کر دیا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے۔ تو آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر وہ جسے میں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر وہ جسے میں کھانا دوں تو تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جسے میں لباس عطا کروں۔ پس تم لوگ مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس دوں گا۔ اے میرے بندو! بے شک تم لوگ گناہ کرتے ہو رات میں بھی اور دن میں بھی اور میں سارے گناہوں کو بخشتا ہوں تو مجھ سے بخشش طلب کرو میں تمہیں بخشش دوں گا اے میرے بندو! بے شک تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو جو بھی تم مجھے پہنچانا چاہو اور اگر تم ہرگز مجھے نفع نہیں پہنچا سکتے جو بھی مجھے نفع پہنچانا چاہو۔ اے میرے بندو اگر تمہارے پہلے تمہارے پچھلے تم میں سے انسان اور تم میں سے جن سب کے سب کسی اعلیٰ ترین مرد کے اعلیٰ درجہ کے تقویٰ والے دل پر ہو جائیں یا تم میں سے کوئی اس حالت کا ہو جائے تو یہ بات میرے ملک میں کسی چیز کو بڑھا نہیں سکتی۔ اے میرے بندو اگر تمہارے پہلے اور تمہارے پچھلے اور تمہارے انسان تمہارے جن ایک فاسد ترین آدمی

کے دل کی حالت پر ہو جائیں یا تم میں سے کوئی ایک اس کی حالت پر ہو جائے تو اس سے میرے ملک میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پچھلے اور تمہارے اگلے تمہارے انسان اور تمہارے جن ایک روئے زمین پر کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں جو وہ چاہیں اور میں۔ ایک انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی۔ مگر اتنی کمی کہ اگر کوئی شخص سمندر میں سوئی داخل کرے اور اس سے جو پانی لگ کر باہر آئے۔ اے میرے بندو! تمہارے اعمال ہی ہیں جن کو میں گن رہا ہوں۔ پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ تو وہ شخص جو خیر کو پائے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جو شخص اس کے سوا کچھ اور پائے تو وہ ملامت نہ کرے مگر صرف اپنے نفس کو ہی۔ (مسلم)

2- سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ایک کم سو انسانوں کو قتل کیا پھر وہ مسئلہ پوچھنے نکلا تو وہ ایک راہب کے پاس پہنچا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور پھر اس نے پوچھنا شروع کیا تو ایک آدمی نے اس سے کہا کہ فلاں فلاں بستی میں جا۔ وہ ادھر چل پڑا اور راستے میں ہی اس پر موت کے آثار ہوئے۔ تو اس آدمی نے اپنا سینہ گھسیٹ کر اس بستی کے قریب ہونے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی بالآخر موت ہو گئی۔ تو اس بندے کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے بستی والی زمین کی طرف وحی کیا کہ تو قریب ہو جا۔ اور پہلے والی زمین کو وحی کیا تو دور ہو جا۔ پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان پیمائش کرو تو وہ بندہ صرف ایک

بالشت اس بستی کے قریب پایا گیا تو اس کو بخش دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

3- گناہگاروں کو بخشنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ ءِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائے گا اور ایسی قوم لائے گا جو گناہ کریں گے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشش دیں گے۔

(مسلم)

4- اللہ تعالیٰ رات دن توبہ کیلئے دست رحمت پھیلائے رکھتا ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا دست رحمت پھیلاتا ہے۔ تاکہ دن کو برائی کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے اور دن کو اپنا دست رحمت پھیلاتا ہے تاکہ رات کے وقت برائی کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ مغرب سے سورج طلوع کرے گا۔ (مسلم)

5- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کی رحمت کی جانب رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور اپنی رحمت سے اس کی جانب رجوع کرتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

6- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ

کرے گا اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرے گا اور اس پر اپنا فضل وکرم فرما دے گا۔ (مسلم)

7- حضرت جندب (ابو ذر غفاری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں کو نہیں بخشے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کون شخص ہے جو میرے اوپر قسم ڈالتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا بے شک میں نے اسے بخش دیا اور بے شک قسم اٹھانے والے کے سارے اعمال ضائع کر دیئے۔ (مسلم)

8- اللہ تعالیٰ کی بندہ کی توبہ پر خوشی کا حال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے انتہائی خوش ہوتا ہے۔ جبکہ وہ اس کے حضور توبہ کرتا ہے۔ اس کی خوشی اس آدمی سے زیادہ ہوتی ہے جس کی سواری جنگل میں گم ہو گئی اور اس سواری پر اس کا کھانا اور پانی بھی تھا۔ اور وہ اس سواری کے دستیاب ہونے سے بالکل مایوس ہو گیا تو وہ درخت کے نیچے آیا اور اس کے سایہ کے نیچے سو گیا۔ اس حالت میں کہ وہ اپنی سواری سے نا امید ہو چکا تھا۔ اسی مایوسی کی حالت میں اچانک اس کی وہ سواری اس کے پاس آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ تو وہ اس کی مہار پکڑ لیتا ہے۔ پھر وہ بندہ شدت خوشی سے یوں کہہ اٹھتا ہے اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں یہ خطا وہ انتہائی خوشی کی وجہ سے کرتا ہے۔ (مسلم)

9- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک بندہ گناہ کرتا ہے۔ تو کہتا ہے اے رب میں نے گناہ کیا پس اس گناہ کو بخشش دے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کیا

میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب ایسا ہے جو گناہ بخش دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندہ کا گناہ بخش دیا۔ پھر بندہ جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ٹھہرا رہتا ہے۔ یعنی گناہ نہیں کرتا۔ پھر گناہ کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے اے میرے رب میں نے گناہ کیا پس اسے بخش دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کا گناہ بخش دے گا۔ اور جو اس کی گرفت بھی کر سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا۔ پھر بندہ جب تک اللہ چاہتا ہے ٹھہرا رہتا ہے یعنی گناہ نہیں کرتا۔ پھر بندہ گناہ کرتا ہے تو عرض کرتا ہے اے میرے رب مجھ سے اور گناہ ہو گیا ہے تو میرے لئے گناہ بخش دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب اس کا گناہ بخشش دیتا ہے اور اس گرفت میں بھی لا سکتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا بندہ جو چاہے کرے۔ (بخاری و مسلم)

10- سید الاستغفار کلمات

حضرت شعداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سید الاستغفار یہ ہے۔

اللھم انت رَبی لااله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عهدک ووعدک مااستطعت واعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی واغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ کلمات یقین سے پڑھ لیتا ہے اور وہ اسی دن فوت ہو جاتا ہے۔ تو وہ اہل جنت میں سے ہے اور جو شخص ان کلمات کو رات کے وقت پڑھتا ہے' ان پر یقین رکھتے ہوئے اور صبح ہونے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے تو اہل جنت میں سے ہے۔
(بخاری)

11- گناہ بخشش دیئے جائیں گے چاہے آسمان کے اوپر تک پہنچ جائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے بے شک تو جب تک مجھ سے دعا کرے گا اور مجھ سے امید رکھے گا تو میں تجھے بخش دوں گا اس کے باوجود جو کچھ تیرے اندر ہو گا۔اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اے آدم کے بیٹے اگر تیرے گناہ آسمان کے اوپر کے کنارے تک پہنچ جائیں۔اور پھر مجھ سے استغفار کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔اور مجھ کوئی پرواہ نہیں ہے اے آدم کے بیٹے اگر تو مجھ سے ملاقات کرے گا زمین جتنے گناہوں کے ساتھ پھر تو مجھ ایسے حال میں ملے کہ تو نے مجھ سے کسی چیز کو شریک نہیں کیا ہو گا۔تو میں زمین جتنی مغفرت لے کر تیرے پاس آؤں گا۔اسے ترمذی' ابوداؤد اور راوی نے بھی ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔اور اسے حسن غریب کہا ہے۔

12- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو بندہ یہ جانتا ہے کہ میں گناہوں کے بخشنے پر قدرت رکھتا ہوں تو میں اسے بخش دیتا ہوں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے جب تک کہ اس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا ہو گا اسے شرح السنہ نے روایت کیا ہے۔

13-استغفار تنگی سے نکلنے کا ذریعہ ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے لئے استغفار کو لازم کر لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے ہر تنگی

سے نکلنے کی جگہ مہیا کر دیتا ہے اور فکر سے اسے کشادگی عطا کرتا ہے۔اور اسے اس جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا۔

(مسند احمد' ابو داؤد' ابن ماجہ)

14- گناہ پر اصرار قابل مذمت ہے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔جس شخص نے استغفار کر لیا اس نے گناہ پر اصرار نہ کیا چاہے وہ دن میں ستر دفعہ گناہ کی طرف لوٹے۔ (ترمذی ' ابوداؤد)

15-بہتر خطا کار توبہ کرنے والے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدم کے اکثر بیٹے خطا کار ہیں اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی' ابوداؤد)

16-توبہ واستغفار دل کو صاف کر دیتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک کالا نکتہ پڑ جاتا ہے۔پھر اگر توبہ اور استغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔اور گناہ زیادہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نکتہ بڑھ جاتا ہے حتیٰکہ اس کے سارے دل پر چھا جاتا ہے۔تو یہ وہی میل کچیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے کلا بل ران علی قلوبھم ما کانو یکسبون۔

(مسند احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

17-توبہ جان گلے تک پہنچنے سے پہلے تک قبول ہوتی ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے اس کے گلے میں جان پہنچے سے پہلے تک (یعنی مرنے سے پہلے تک)

(ترمذی' ابن ماجہ)

18-اللہ تعالیٰ معافی مانگنے پر بندے کو ضرور بخشے گا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک شیطان نے کہا یا رب مجھے تیری عزت کی قسم میں ہمیشہ تیرے بندوں کو بہکاتا رہوں گا۔ جب تک ان کی روحیں ان کے جسم میں باقی رہیں گی۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ جب تک میرے بندے مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے میں بھی ان کو بخشتا رہوں گا۔ (مسند احمد)

19-توبہ کا دروازہ

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مغرب میں ایک دروازہ رکھا ہے جس کی چوڑائی ستر سال ہے۔ یہ توبہ کا دروازہ ہے۔ یہ دروازہ بند نہ ہوگا۔ جب تک کے سورج مغرب کی جانب طلوع نہ ہوگا۔ اور یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول مبارک ہے۔

یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانها لم تکن امنت من قبل

یعنی جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی کی جان کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جس نے پہلے ایمان نہیں لایا تھا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

20- توبہ قیامت تک منقطع نہ ہوگی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہجرت ختم نہ ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہوگی اور توبہ اس وقت تک منقطع نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا۔ (یعنی قیامت واقع ہوگی)۔

(مسند احمد، ابو داؤد، دارمی)

21- عبادت وریاضت پر گھمنڈ سب کچھ برباد کر دیتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ان دونوں کی آپس میں بڑی محبت تھی۔ ان میں سے ایک عبادت میں زیادہ مصروف رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ میں بڑا گناہگار ہوں تو وہ آدمی جو عبادت زیادہ کرتا تھا اس نے کہا اے گناہ کرنے والے تو اس سے رک جا جس میں تو پڑا ہے وہ بندہ کہتا تھا مجھے اور میرے رب کو خالی چھوڑ دے یہاں تک کہ ایک دن اس عابد مرد نے دوسرے کو ایک گناہ میں پایا جو اسے بڑا عظیم محسوس ہوا تو اس نے کہا باز آجاؤ اس نے کہا مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو کیا تو میرے اوپر نگہبان ہے۔ تو اس عابد نے کہا اللہ قسم اللہ تعالیٰ تجھے کبھی نہیں بخشے گا اور تجھے جنت میں داخل نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف فرشتہ بھیج دیا یا فرشتہ نے ان دونوں کی روحیں قبض کرلیں۔ تو وہ دونوں بندے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے گناہ گار سے فرمایا تو میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا اور پھر عابد سے فرمایا کہ کیا تجھ میں طاقت ہے کہ تو میری رحمت کو میرے بندوں سے روک لے گا۔ تو اس نے عرض کیا یا رب مجھے یہ طاقت نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ (مسند احمد)

22-اللہ تعالیٰ کو بخشنے میں کسی کی پرواہ نہیں ہے

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں۔کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔کہ آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

باعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمتہ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً ولایبالی۔ یعنی اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔اور اسے کوئی پرواہ نہیں۔ (مسند احمد' ترمذی)

23- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق یعنی **والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ** (یعنی وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور خواہشات سے بچتے ہیں مگر چھوٹے گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں بے شک تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے) نے فرمایا الٰہی اگر تو بخشے تو بڑے گناہ بخش دے گناہ صغیرہ تیرے کس بندے نے نہیں کیا۔

(ترمذی)

24-اللہ تعالیٰ سب کچھ پر قادر ہے جبکہ کسی انسان کا عمل اس کا کچھ بھلا یا بُرا نہیں کر سکتا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو جاؤ سوائے اس کے جسے میں ہدایت دے دوں تو مجھ سے ہی ہدایت مانگو تمہیں ہدایت دوں گا۔تم سب فقیر ہو سوائے اس کے جسے میں غنی کر دوں تو مجھ سے ہی مانگو میں تمہیں روزی

دوں گا اور تم سب گناہگار ہو سوائے اس کے جسے میں سلامتی عطا کر دوں تو تم میں سے جس نے جان لیا کہ میں بخشش دینے پر قادر ہوں پھر اس نے مجھ سے معافی مانگی تو میں اسے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے زندہ و مردہ تر و خشک میرے بندوں میں سے نیک ترین بندے کے دل پر جمع ہو جائیں تو ان کی یہ نیکی میرے ملک میں مچھر کے پر کے برابر بھی کچھ نہیں بڑھا سکے گی اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ و مردہ تر و خشک میرے بندوں میں سے بد بخت ترین کے دل پر جمع ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مچھر کے برابر کچھ کم نہ کر سکیں گے۔ اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ و مردہ تر و خشک ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا اور آرزو مجھ سے طلب کرے پھر میں ہر مانگنے والے کو دے دوں تو یہ میرے ملک کے مقابل ایسا ہی کم اور تھوڑا ہو گا جیسا تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اس میں سوئی ڈبوے پھر اسے اٹھائے یہ اس لئے ہے کہ میں بہت دینے والا ہوں بہت بزرگ ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں میری عطا صرف فرما دینا ہے۔ اور میرا عذاب بھی صرف فرما دینا ہے۔ میرا حکم کسی چیز کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں تو فرما دیتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

25-اللہ تعالیٰ ہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آیت قرآنی ہے **هو اهل والتقویٰ و اهل المغفرة** (وہی ذات ہے جس سے ڈرا جائے اور وہی ذات بخشش کرنے والی ہے) تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ہی ڈرا جائے تو جو مجھ سے ڈرے گا میں اس لائق ہوں کہ اسے بخش دوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، داری)

26- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے شمار کیا کرتے تھے ایک مجلس میں جس میں آپ ہمارے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور ایک سو بار پڑھتے تھے۔

(مسند احمد' ترمذی' ابوداؤد)

27-توبہ کی دعا

حضرت بلال بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ پڑھا کرے۔ ''استغفر واللہ الذی لا الہ الاھو الحی القیوم و اتوب الیہ'' یعنی میں معافی مانگتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ تو اس کی بخشش کردی جائے گی۔ اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہو۔ (ترمذی' ابوداؤد)

28-اولاد کی والدین کیلئے استغفار قبول ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''بے شک اللہ عزوجل نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند کرتا ہے۔ وہ بندہ صالح عرض کرتا ہے۔ یا رب! میرے لئے یہ درجے کی بلندی کہاں سے آ گئی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تیرے بچے کی تیرے لئے استغفار کی وجہ سے۔ (مسند احمد)

29-مردہ قبر میں دعا و استغفار کا محتاج ہوتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں ہوتا میت قبر میں مگر ڈوبنے والا اور فریاد کرنے والے کی

طرح جو کہ دعا کی انتظار میں ہوتا ہے۔ جو اسے باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب ان میں سے کسی کی طرف سے اسے دعا پہنچتی ہے۔ تو وہ اس میت کے نزدیک دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل قبور کیلئے البتہ اہل زمین کی دعائیں پہاڑوں کی مانند بنا کر داخل کرتا ہے اور بے شک زندوں کا مردوں کیلئے سب سے بہتر ہدیہ استغفار ہے۔ (شعب الایمان بیہقی)

30-استغفار کی زیادتی مبارک ہے

حضرت عبداللہ بن بسیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مبارک ہے اس شخص کو جو اپنے اعمال نامے میں بہت زیادہ استغفار پائے گا۔ (ابن ماجہ، نسائی)

31- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر کہ جب وہ نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب ان سے بُرا کام ہو جائے تو وہ استغفار کریں۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

32- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ بندہ مومن سے جو فتنے میں مبتلا ہو اور توبہ کرنے والا ہو سے محبت کرتا ہے۔

33-مومن کیلئے گناہ پہاڑ ہوتے ہیں

حضرت حارث بن سُوید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بے

شک مومن جب اپنے گناہ دیکھتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی پہاڑ کے نیچے دبا جا رہا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے۔ کہ وہ اس پر گر ہی پڑے گا۔ اور بے شک جب فاجر اور بدکردار اپنے گناہ دیکھتا ہے تو یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے مکھی اس کی ناک کے اوپر سے گزر گئی تو اس مکھی کی طرف یوں اشارہ کیا تو اسے اپنے اوپر سے ہٹا دیا۔

34-رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب آیت قرآن

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس آیت **بعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من** (الاتبہ) کے بدلے تمام دنیا کی چیزوں کو بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ اس آیت میں تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ آیت کا ترجمہ ہے۔

اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بے شک اللہ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا اور اسے کوئی پرواہ نہیں۔ اس پر ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! چاہے کسی نے شرک بھی کیا ہو۔ وہ بھی بخشا جائیگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ آگاہ رہے اور سنو جس نے شرک کیا ہو گا اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے گا۔ لیکن توبہ کے ساتھ شرک کے سوا باقی گناہ اگر چاہے گا تو بغیر توبہ کے بھی بخش دے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تین بار فرمایا۔

35-اللہ تعالیٰ شرک کرنے سے پہلے اپنے بندے کو بخش دیتا ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ حجاب در آنے سے پہلے اپنے بندہ کی مغفرت کر دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (فداک امی وابی) حجاب سے آپ کی کیا

مراد ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حجاب سے مراد یہ ہے کہ انسان شرک وکفر پر مر جائے۔ (مسند احمد، بیہقی)

36- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے کہ وہ دنیا میں کسی شی کو اس کے برابر نہیں کرتا تھا یعنی دنیا میں اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کرتا تھا، تو پھر چاہیے اس پر اگر پہاڑوں جتنے بھی گناہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ (بیہقی)

37- اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ تو اس نے ایک تحریر لکھی وہ تحریر اس کے پاس اس کے عرش پر ہے وہ تحریر یہ ہے کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ (بخاری ومسلم)

38- اللہ تعالیٰ کی ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کیلئے خاص رکھی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں۔ اس نے ان میں سے جنوں اور انسانوں کے درمیان صرف ایک نعمت نازل فرمائی ہے اور مویشیوں اور کیڑوں مکوڑوں کے درمیان بھی ایک ہی رحمت نازل فرمائی ہے۔ جس کے ساتھ وہ ایک دوسرے پر مہربانی کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت کرتے ہیں اور اس رحمت کے ساتھ وحشی جانور اپنی اولاد پر مہربان ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے نوے اور نو رحمتیں قیامت کے دن کیلئے پیچھے کر رکھی ہیں۔ ان کے ساتھ وہ اپنے بندوں پر

رحمت کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

39- کافر جان لے تو اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر بندہ مومن جان لے جو اللہ کے پاس عذاب ہے جس کے ساتھ وہ بندوں کو سزا دے گا تو کوئی بھی ایمان والوں میں سے بہشت کی امید اور طمع نہ کر سکے گا۔ اور اگر کافر یہ جان لے کہ اللہ کی رحمت کتنی ہے تو اس کی جنت سے کوئی بھی ناامید نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

40- جنت کی قربت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ بھی ایسی ہی ہے۔ (بخاری)

41- اللہ کے عذاب کے زیادہ ڈر رکھنے پر بخشش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی نیکی بھی نہ کی تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب وہ مر جائے تو اسے جلا دو اور اس کا آدھے جسم کی راکھ جنگل میں اور آدھی دریا میں اڑا دو۔ رب کی قسم اگر اللہ نے اس پر تنگی کی تو اسے وہ عذاب دے گا جو جہنم میں سے کسی کو نہ دے جب وہ شخص مر گیا تو اس کے ورثا نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا اور جنگل کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا۔ پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی تھی تو وہ بولا۔ یا رب تیرے ڈر سے۔ تجھے تو خبر ہے۔ اس پر اللہ

تعالیٰ نے بندے کو بخش دیا۔ (بخاری و مسلم)

42- اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں سے ایک عورت کی چھاتیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں وہ دوڑ رہی تھیں جب بھی قیدیوں میں سے کوئی بچہ پاتی تو اسے پکڑتی اور اپنے پیٹ سے چمٹا لیتی اور اسے دودھ پلاتی۔ یہ دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ اس عورت کو اپنے بچے سے کس قدر پیار ہو گا۔ اور یہ کیا اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکے گی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ اگر وہ پھینکنے پر قادر ہو تو کبھی نہ پھینکے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر ہے۔ (بخاری و مسلم)

43- نجات صرف اللہ کی رحمت پر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کو بھی نہ دے سکے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے بھی نہ دے سکے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے مہربانی سے اپنی رحمت میں چھپائے۔ لہٰذا ٹھیک رہو میانہ روی اختیار کرو۔ صبح و شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں کر لیا کرو۔
(بخاری و مسلم)

44- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں نہ پہنچا سکے گا اور نہ

آگ سے بچا سکے گا۔ اور نہ مجھے مگر اللہ کی رحمت سے۔

45-اسلام لانے پر ہر برائی مٹ جاتی ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ جب اسلام لاتا ہے اور اس کا اسلام اچھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر برائی جو وہ ماضی میں کر چکا ہے' مٹا دیتا ہے۔ اور بخش دیتا ہے۔ اس کے بعد قصاص اور بدلہ ہوتا رہتا ہے۔ نیکی تو ایک سے دس اور دس سے سات سو تک ملتی ہے' اور گناہ اس کے برابر مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔ (بخاری)

46-نیکی دس گنا اور گناہ لکھنے میں تامل رہتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہوئی ہیں۔ تو جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگر اسے عملاً نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس پوری نیکی لکھتا ہے اگر وہ ارادہ بھی رکھتا ہے اور عملاً بھی وہ نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے پاس دس نیکیوں سے بڑھا کر سات سو گنا تک لکھتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کئی مثل زیادہ لکھتا ہے۔ جو برائی کا ارادہ کرتا ہے مگر عملاً اسے نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی ایک نیکی کامل لکھتا ہے اور اگر وہ ارادہ بھی کرتا ہے اور عملاً بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک برائی لکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

47-نیکی فرحت بخشتی ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس شخص کا حال جو برے عمل کرتا ہے پھر اچھے عمل کرتا ہے اس شخص کے حال کی طرح ہے جس پر تنگ زرہ ہو۔ جس نے اس کے گلے کو تنگ کر رکھا

ہو۔ پھر وہ کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کا حلقہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زرہ رفتہ رفتہ بدن سے الگ ہو کر زمین پر آ گرتی ہے۔ (شرح السنہ)

48-اللہ سے جو ڈرا اس کیلئے دو جنتیں ہیں

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا منبر پر کھڑے وعظ فرما رہے تھے کہ آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی

ولمن خاف مقام ربه جنتان

(یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرا اس کیلئے دو بہشتیں ہیں)

اس پر میں نے عرض کیا کہ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ آپ نے دوبارہ وہی آیت پڑھی اس پر میں نے دوبارہ کہا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ آپ نے پھر تیسری مرتبہ وہی آیت پڑھی۔ میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ اس نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہو۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اگرچہ ابو درداء کی ناک فاک آلودہ ہی ہو۔ (مسند احمد)

49-اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے ماں کی مامتا سے بھی زیادہ محبوب ہیں

حضرت عامر الرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کمبل لپٹا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "میں ایک درخت کی جھاڑی پر گزرا تو میں نے اس جھاڑی میں چڑیا کے چوزوں کی آواز سنی۔ میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ دیا۔ اتنے میں ان کی ماں آ گئی وہ میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے اس کے سامنے وہ بچے کھول دیئے ان پر گر

پڑی۔ میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا وہ سب میرے ساتھ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' انہیں رکھ دو۔ میں نے انہیں رکھ دیا۔ ان کی ماں انہیں چمٹ رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس ماں کی اپنے بچوں سے اتنی مامتا پر تعجب کرتے ہو۔ اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے' جتنی بچوں کی ماں چوزوں پر ہے۔ آپ نے پھر انہیں واپس لے جانے کا حکم دیا اور انہیں اپنی جگہ پر رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے واپس انہیں ان کی جگہ پر رکھ آیا۔ (ابوداؤد)

-50 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بعض غزوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گزرے تو آپ نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں۔ اس وقت ان کی ایک عورت ھانڈی چولہے پر رکھے آگ جلا رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا جب آگ بھڑک کر اونچی ہوئی تو عورت بچے کو دور ہٹا دیتی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور بولی۔ کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں تو اس نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا اللہ تعالیٰ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں' تو پھر عورت بولی کہ ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر جھکا لیا اور آپ بہت روئے۔ پھر سر مبارک اس کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف سرکش بندے ہی کو عذاب دے گا جو اللہ تعالیٰ پر سرکشی کرے گا اور لا الہ الا اللہ

کہنے سے انکاری ہوگا۔ (ابن ماجہ)

51- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے اس جستجو میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے راضی کرنا چاہتا ہے۔ آگاہ رہو کہ اس پر میری رحمت ہے تو حضرت جبرائیل کہتے ہیں کہ فلاں بندے پر اللہ کی رحمت ہے۔ پھر یہی بات عرش اٹھانے والے سارے فرشتے کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ساتویں آسمان والے بھی یہ کہنے لگتے ہیں پھر یہ رحمت اس کیلئے زمین پر نازل ہوتی ہے۔

(مسند احمد)

52- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اُس فرمان کے مطابق اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے اور بعض سیاہ اور بعض سبقت لے جانے والے سب لوگ جنتی ہیں۔ (بیہقی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور توبہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت وہ خوش قسمت اللہ کے بندے ہیں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ ان کی زندگی تقویٰ، عمل صالح اور راسخ الایمانی کا ایمان افروز نمونہ ہے۔ لیکن مشتے چند کے مصداق صرف چند بصیرت آموز واقعات ذیل میں قلمبند کئے جائیں گے۔

● اسد بن سعید کا قبول اسلام

یہودی سردار کعب بن اسد اپنی قوم کے امراء سے مخاطب تھا۔ دیکھو میں

تمہارے سامنے تین باتیں رکھتا ہوں کسی ایک کو قبول کرلو۔

1- ہم سب لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت قبول کرلیں۔ کیونکہ اللہ کی قسم تم سب کو یقین ہو چکا ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں جن کی بشارت تمہاری کتاب میں دی گئی ہے۔

2- اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالو تا کہ ہم بے فکر ہو کر اہل اسلام کا مقابلہ کرسکیں۔ اگر کامیاب ہو گئے تو بیوی بچے بہت مل جائیں گے۔

3- آج رات سب مل کر ان پر حملہ آور ہو جائیں اور انہیں بے خبری میں قتل کردیں۔

امرائے یہود نے کسی ایک بات کو بھی قبول نہ کیا۔ اس دوران ایک نوجوان اسد بن سعید کا دل کعب کی باتیں سن کر نور ایمان سے منور ہو گیا۔ وہ فوراً اپنے بھائی ثعلبہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہنے لگا۔ بھائی ثعلبہ: کیوں بھائی کیا آپ نے کعب کی وہ بات سنی جو اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے کہی ہے۔

ثعلبہ: بھائی! میں نے وہ سنی ہی نہیں بلکہ وہ تو میرے دل کی گہرائیوں میں اتر چکی ہے۔

اسد: بھائی آپ کو یاد ہو گا کہ خدا ترس پادری الہبیان نے بھی کہا تھا۔ کہ نبی آخر الزماں ظہور کے زمانہ قریب آ گیا ہے اور میں اس شہر میں ہجرت صرف اس لئے کر کے آیا تھا کہ اس نبی آخر الزماں کا انتظار کروں یہ شہر اس کی ہجرت گاہ بنے گا میری آرزو ہے کہ ان کی بعثت ہوتے ہی ان کی بات مان لوں گا۔ زمانہ انتہائی قریب ہے۔ جماعت یہود تم سے پہلے ان کی طرف کوئی اور سبقت نہ کر جائے۔

اس دوران ان کے دوست اسد بن عبید بھی آ داخل ہوئے۔ دونوں نے اپنے دل کا حال اس کے سامنے رکھا۔ جس پر وہ کہنے لگا۔ اللہ کی قسم محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آؤ ہم اپنی قوم کو ظلمت میں چھوڑ کر نور ایمان سے منور ہو جائیں۔

اسد: نہیں ٹھہر جاؤ پہلے ہم اپنی قوم میں عذر خواہی کر کے سرخ رو ہو جائیں۔

چنانچہ ان تینوں نے ہمت کر کے اپنی قوم سے کہا اے بنو قریظہ اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی برحق ہیں۔ ابن الہیان نے آپ سے اس پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا جس پر یہودی کہنے لگے یہ وہ نہیں ہے۔ چنانچہ ان تینوں نے قوم کو انکار پر چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم تینوں کو دوہرا اجر ملے گا تم جہاں اپنے نبی پر ایمان لائے وہاں تم نے اسلام کو قبول کر کے اپنے ایمان کو نبی آخر الزمان کی بیعت سے بھی منور کر لیا۔

یہ بشارت سن کر تینوں نوجوان خوشی کے مارے دیکھنے لگے یہ ان کی زندگی کا انتہائی سعادت والا دن تھا۔

● شاہ حبشہ نجاشی کیلئے رسول اللہ کی بخشش کی دعا

جب مکہ میں مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ رہی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ مسلمانوں کو اذیت ناک حالات سے بچنے کیلئے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اور اس طرح مردوں اور خواتین پر مشتمل ایک قافلہ 380 مسلمانوں کے ساتھ حبشہ جا پہنچا۔ قریش مکہ کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے طے کیا کہ انہیں سرزمین حبشہ سے نکالنے کیلئے ایک وفد بھیجا جائے۔ چنانچہ عمرو بن عاص کی قیادت میں یہ وفد روانہ ہوا۔ عبداللہ بن ربیعہ بھی اس قافلے میں شامل تھا۔ بڑے تحفے اور تحائف بادشاہ، وزراء اور امراء کیلئے بطور رشوت لیکر گئے۔ درباریوں

سے ملاقاتیں کیں۔ اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ سب نے ان کی حمایت پر آمادگی ظاہر کی۔ بادشاہ سے ملے تو اس نے آنے کی وجہ پوچھی تو عمرو بن عاص نے کہا۔

بادشاہ سلامت! ہماری قوم کے چند نادان لوگوں نے اپنی قوم کے دین کو خیر باد کہہ دیا ہے اور نہ ہی آپ کے دین کو قبول کیا ہے۔ ایک نیا دین اختیار کیا ہے۔ جسے ہم جانتے نہیں آجکل وہ آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہیں۔ ہماری قوم کے سرداران نے انہیں لینے کیلئے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ چند درباریوں نے بھی عمرو بن عاص کی ہاں میں ہاں ملائی اور بادشاہ سے سفارش کی کہ آپ سرداران مکہ پر یہ احسان کر گزریں۔ نجاشی نے ساری گفتگو بڑے غور سے سنی اور پھر کہنے لگا۔

''مجھے آپ کی گفتگو سننے کا موقع ملا۔ لیکن اس وقت تک انہیں آپ کے سپرد نہ کروں گا جب تک انہیں بلا کر ان سے بات چیت نہ کرلوں۔ وہ ہمارے پناہ گزیں ہیں۔ انہوں نے دوسرے پڑوسیوں پر ہمیں ترجیح دی۔ ہاں اگر جو آپ کہہ رہے ہیں اس میں کوئی صداقت ہوئی تو پھر وہ آپ کے حوالہ کروں گا۔ اور اگر معاملہ کچھ اور ہوا تو کبھی آپ کے حوالے نہ کروں گا۔ بلکہ ان کی حمایت کروں گا''۔

عمرو بن عاص کے ساتھی نے حالات دیکھ کر فوراً چل دینے کا اشارہ کیا۔ اور باہر آ کر سوچنے لگے کہ کہیں کل نجاشی مسلمانوں کی باتوں سے متاثر نہ ہو جائے اس لئے کوئی ایسا پہلو سوچیں جس سے نجاشی کو ان پر غصہ آئے۔

بادشاہ نے ایک خادم کو مسلمانوں کے پاس بھیجا کہ کل تمہارا ایک وفد ہمارے دربار میں آئے کیوں کہ آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ مسلمانوں کو پہلے سے اس کی اطلاع ہو چکی تھی۔ قاصد سے پیغام سن کر یقین ہو گیا چنانچہ قریش کے منصوبوں

پر طرح طرح سے غور کیا جانے لگے۔ حضرت مصعب بن عمیر' حضرت زبیر بن عوام حضرت سفیان بن عفان اور حضرت جعفر بن ابی طالب پر مشتمل ایک وفد دربار میں پہنچا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب کو بات کرنے کیلئے منتخب کیا گیا۔ نجاشی عربی اچھی جانتا تھا اس لئے اس نے ان سے عربی میں پوچھا۔

''اے جماعت ! تم نے کس دین کی وجہ سے اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ تم ہمارے دین پر بھی نہیں ہو۔ تم نے مجھے ایسے سلام بھی نہیں کیا جس طرح تمہاری قوم کے لوگوں نے کیا ہے''۔

جعفر بن ابی طالب :۔ بادشاہ سلامت ! ہم لوگ انتہائی جاہل تھے۔ بتوں کو پوجتے اور مردار کھاتے تھے بدکاری' قطع رحمی اور پڑوسیوں سے بدسلوکی ہم میں عام تھی۔ ہمارا طاقت ور کمزور کو کھا جاتا تھا۔

کہ اللہ نے ہم میں اپنا رسول مبعوث کیا۔ جس کے حسب نسب کو ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اس کی پاکدامنی' امانت' دیانت اور صداقت سے ہم پوری طرح باخبر ہیں۔ اس نے ہمیں ایک رب کو ماننے کا حکم دیا اور اسی کی عبادت کرنے کو کہا۔ ہمیں امانت' صلہ رحمی' حسن سلوک اور سچائی کا حکم دیا۔ یتیم کا مال کھانے' پاک دامن پر تہمت لگانے سے منع فرمایا۔ جھوٹی گواہی اور ہر قسم کی بری باتوں سے روک دیا۔ چنانچہ ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے اور اس کے لائے ہوئے احکام کی اتباع کی۔ اکیلے ایک رب کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے۔ اس کے حلال کو کھاتے اور اس کے حرام کئے ہوئے سے دور رہتے ہیں۔ ہماری قوم اس پر ہماری دشمن بن گئی۔ اور ہمیں اذیت ناک تکلیفیں دیں۔ جان کی امان پا کر آپ کے ملک کا رخ کیا تا کہ ہم پر یہ کوئی ظلم نہ کر سکیں۔ جہاں تک آپ

کے طریقے پر سلام کرنے کا تعلق ہے تو سنیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ اہل جنت کا سلام ''السلام علیکم'' ہے ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم نے آپ سے وہی سلام کیا ہے جو ہم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔

نجاشی پورے انہماک سے جعفر بن ابی طالب کی تقریر سنتا رہا۔ اور اپنے دل میں نبی آخر الزمان کے ظہور کے بارے کی گئی پیشگوئیاں بھی ذہن میں دہراتا رہا۔ آخر پھر اس حوالہ سے حضرت جعفر سے پوچھا!

''اچھا بتایئے کہ جو کلام وہ نبی لے کر آئے ہیں اس میں سے کچھ کلام تمہیں یاد ہے تو سنائیں''۔

جعفر بن ابی طالب: جعفر بن ابی طالب نے سورۃ مریم کے ابتدا سے پڑھنا سے شروع کیا اور نجاشی پورے جذب وتوجہ کے ساتھ سورۃ کی آیات کے معانی ومفاہم کو سمجھتا رہا۔ کہ اس دوران نجاشی کے آنسو بہہ نکلے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ بادشاہ کے رونے سے تمام پادری بھی رونے لگے۔ پھر نجاشی بولا۔

یہ کلام اور جو حضرت عیسیٰ لے کر آئے تھے ایک ہی چراغ کے سوت ہیں اے اہل قریش تم چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم میں انہیں تمہارے سپرد نہ کروں گا۔ اور پھر جعفر سے نرم دل میں کہا۔ چلے جاؤ اور میرے ملک میں چین سے رہو۔

عمرو بن عاص اپنی ہزیمت پر بڑا سٹ پٹایا۔ دوسرے دن پھر دربار میں حاضری طلب کی اور شکایت کی کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا ایک' عام بندہ کہتے ہیں۔ خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ درباریوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔ چنانچہ دوبارہ مہاجرانِ اسلام کے وفد کو طلب کرلیا گیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب نے کہا۔ اللہ کی قسم! ہم وہی کہیں گے جو ہمارا دین کہتا ہے۔ ہمارے نبی نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی پیدا کردہ ایک روح ہیں اور اس کا ایک حکم

ہیں جسے اس نے پاک دامن مریم کی طرف القاء فرمایا۔ نجاشی یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور ایک تنکا اٹھا کر کہنے لگا۔ اللہ کی قسم عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس سے وہ اس تنکے بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ بادشاہ کی بات سن کر اہل قریش کے وفد اور عیسائی پادریوں کی بڑی سبکی ہوئی جو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کیلئے ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ عمرو بن عاص کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو امن کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی اور کہا کہ مجھے اتنی بات بھی گوارہ نہیں ہو گی کہ مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے اور تمہیں کسی قسم کی کوئی اذیت پہنچے۔ حضرت جعفرؓ نے اس موقع پر نجاشی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط دیا۔ نجاشی نے خطہ کو بوسہ دیا اپنے سر پر رکھا اور خط پڑھا۔ خط پڑھ کر انتہائی خوش ہوا۔ اسے بار بار چومتا اپنے چہرے پر ملتا اور سر پر رکھتا۔ اور اپنے خط میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور اس نے پیغام کو حق قرار دیا۔

نجاشی کے کھلم کھلا اظہار حق پر پادری بگڑ گئے اور بغاوت کا زہر پھیلانے لگے۔ آخر دو گروہ آپس میں بھڑ پڑے اور نجاشی کی جماعت کو اللہ نے غلبہ دیا۔ مسلمانوں کو اس پر بڑی خوشی ہوئی۔ اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ اور آپ کے انصار کثیر اور دین کی اشاعت زوروں پر تھی۔ قریش مکہ سے مڈبھیڑ بھی ہوئی۔ ''ام حبیبہ بنت ابی سفیان'' بھی ہجرت حبشہ کے قافلہ میں تھیں۔ ان کے شوہر عبداللہ بن جحش نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے عقد میں لینے کا عندیہ دیا۔ جس کو حضرت ام حبیبہ نے مان لیا۔ چنانچہ شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں آپ کا نکاح بوساطت حضرت جعفر بن ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا اور آپ کو بڑے عزو احتشام کے ساتھ مدینہ رخصت کیا۔ ایک مخبر ساتھ بھیجا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

حضور نجاشی کا خط پہنچایا اور حضرت جعفر نے نجاشی کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ اس نے مسلمانوں کی سلامتی کیلئے کن کن مشکلات کا سامنا کیا۔ اس کے بعد بتایا کہ نجاشی نے ہمیں تحائف دیئے اور ہمارے لئے سواری کا انتظام کیا۔ وہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ سے اس نے استغفار کی درخواست کی تھی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے وضو فرمایا اور تین مرتبہ یہ دعا فرمائی

اللھم اغفر للنجاشی اے اللہ نجاشی کو بخش دے۔

تمام مسلمانوں نے مل کر آمین کہی۔

● حضرت عمرو بن عاص کی کفر سے توبہ

جب حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ کو خیر باد کہہ کر مدینے جارہے تھے انہی دنوں قریش سردار عمرو بن عاص جو نجاشی کے پاس مہاجرین اسلام کو بے دخل کرانے کیلئے آیا تھا' آج خود قصر شاہی کے سامنے کھڑا حبشہ میں اقامت پذیر ہونے کی درخواست کر رہا تھا۔ نجاشی نے پوچھا ''عمرو بتاؤ میرے ہاں کس طرح آنا ہوا''۔

عمرو: رسول اللہ کا معاملہ دن بدن ترقی کر رہا ہے اور قریش تنزلی و پستی کے شکار ہیں۔ اس لئے مجبور ہو کر اپنے شہر مکہ کو چھوڑ کر آ گیا ہوں۔ اور آپ کے ملک میں رہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

نجاشی: (نجاشی کا چہرہ کھل اٹھا) عمرو! بلاشبہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے پاس وہی عظیم فرشتہ آتا ہے جو موسیٰ اور عیسیٰ کے پاس آتا تھا۔

عمرو: بادشاہ سلامت کیا واقعتاً ایسا ہی ہے۔

نجاشی: ہاں اللہ کی قسم ایسا ہی ہے۔ عمرو! تیرا ناس ہو تو میری بات مان لے اور

ان کی اتباع کر لے۔ اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں۔ اور وہ اپنے مخالفین پر اسی طرح غالب آئیں گے جس طرح موسیٰ بن عمران فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے۔ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میری قوم میری بات مان لے گی تو انہیں ضرور اسلام کی دعوت دیتا مگر وہ تو اپنے دین کے شیدائی ہیں۔

عمرو: (عمرو کا سینہ اسلام کیلئے کھل گیا) بادشاہ سلامت! یہ خیال میرے دل میں پہلے بھی آیا تھا۔ لیکن کیا آپ مجھ سے اسلام کی بیعت لیں گے۔

نجاشی: ہاں لوں گا۔ یہ کہہ کر نجاشی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور عمرو نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے کوسے توبہ کر لی اور اللہ کے دین پر پورے صدق دل سے ایمان لے آیا اور کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

دو سال بعد جب نجاشی کا انتقال ہوا۔ تو حضرت عمرو بن عاص نے مسلمانوں کو اطلاع بھیجی۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی وحی کے ذریعے اطلاع ہو چکی تھی۔ مسلمانوں نے بڑی محبت کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی اور کہا اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو۔ اور بار بار کہا۔ اے اللہ نجاشی پر رحمت فرما۔ وسیع رحمت میں داخل فرما۔ اس سے راضی ہو جا اور اسے خوش کر دے اور جنت کو اس کا ٹھکانہ بنا۔

● ضماد ازدی کی کفر سے توبہ

ضماد ازدی ایک ماہر طبیب امراض خبیثہ تھا۔ وہ انتہائی زیرک، دانش مند اور وسیع المشرب انسان تھا۔ اس کی کاہنوں، نجومیوں، جادوگروں، شاعروں اور پادریوں سے طویل مجلسیں تھیں۔ مکہ میں وہ عموماً ایام حج میں آتا۔ لیکن اس دفعہ وہ مسلسل تین

سال تک مکہ نہ آ سکا۔ اس طویل غیر حاضری کے بعد جب وہ مکہ آیا تو اسے عجب حالات سننے کو ملے۔ جس سے اس کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا اشتیاق بڑھ گیا۔ لیکن اس سے قبل اس نے بہتر سمجھا کہ وہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) سے حالات کی بُھنک لے لے۔ چنانچہ ان سے ملے اور پوچھا۔

ابوالحکم: میں نے چند لوگوں سے محمد نامی شخص کے بارے بڑی حیرت انگیز باتیں سنی ہیں وہ کون ہے اور اسے کیا ہے؟

ابوجہل: (جلتے بھنتے لہجے میں) وہ عبدالمطلب کا پوتا ہے۔

ضماد: اسے کیا ہوا؟

ابوجہل: بھئی! اس نے تو ایسا کام کیا ہے جو پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اس نے ہماری جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ہمارے عقلمند اس کے سامنے بے وقوف بنے بیٹھے ہیں۔ دنیا سے چلے جانے والوں کو وہ گمراہ اور ہمارے دیوتاؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔

ضماد: (تعجب سے) کیا دیوتاؤں کو بھی بُرا بھلا کہتا ہے؟

ابوجہل: بھئی صرف بُرا بھلا ہی نہیں بلکہ جی بھر کے ان کے عیوب بیان کرتا ہے۔

ضماد: (کف افسوس کہتے ہوئے) ہائے کیا اس کی عقل جاتی رہی ہے۔ ہائے عبدالمطلب کا پوتا اور کسی نے بھی رحم نہ کھایا کہ اس کا علاج کرا لیتے؟

عقبہ بن ربیعہ: (مجلس میں آتے ہوئے) بھئی ضماد وہ تو جادوگر ہے اس نے اپنے جادو کے زور پر باپ بیٹے' شوہر بیوی اور بھائی بھائی کے درمیان پھوٹ ڈال دی ہے۔ نہ معلوم وہ اور کیا کیا گُل کھلائے گا؟

امیر بن خلف: (جو قریب ہی بیٹھا تھا گفتگو میں حصہ لیتا ہے) ضماد بھئی وہ جادوگر سے زیادہ پاگل ہے۔ آپ کو تو جنات سے لگنے والے امراض کا

پتہ ہے۔ اسے کوئی ایسا ہی جن لگ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی باتیں مجھے آسیب زدہ لگتی ہیں۔

ضماد: امیر بھائی! میرا بھی یہی خیال ہے۔ تم لوگ اب پریشان نہ ہوں۔ میں اس کا علاج کر کے یہ دردسر ہمیشہ کیلئے ختم کر دوں گا۔

ابوجہل: ضماد! محمد کا معاملہ بڑا سنگین ہے۔ یہ آپ کے بس میں نہیں ہم نے ان سے کئی مرتبہ فرمائش کی ہے لیکن وہ نہیں مانتا۔

اُمیہ: ضماد! آپ جلدی کریں۔ اسے صرف جنات کی بیماری ہے آپ اس مرض کا علاج کریں۔ آپ کو اس کی مہارت ہے ہمیں تو آپ کا بڑا انتظار تھا۔

ضماد کو یہ باتیں خوش کن لگیں اور بڑے اعتماد سے اٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

سرداران قریش! آپ اطمینان رکھیں۔ میں تمہارے ساتھی کا علاج کر کے یہ پریشانی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دوں گا۔

ضماد وہاں سے اٹھا اور سیدھا آپ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ سارا دن مارا مارا پھرتا رہا۔ کہیں آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ چنانچہ مایوس ہو کر گھر لوٹ گیا۔ اور دوسرے دن صبح سویرے ہی حرم شریف آ نکلا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ابراہیم پر کھڑے اپنی عبادت میں مصروف تھے۔ ضماد انہیں بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ آپ کا کبھی کھڑے ہونا' کبھی جھکنا' کبھی زمین پر سجدہ ریز ہو جانا اور کبھی دوزانو بیٹھ جانا اسے عجیب لگا۔ ضماد آپ کی سنجیدگی متانت اور توازن کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اسے کسی قسم کے جنات کے اثرات کا نام ونشان تک نظر نہ آیا۔ وہ آپ کے ساتھ ہی بیٹھ کر غور سے آپ کی حرکات وسکنات کا جائزہ لینے لگا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو

بولا: عبدالمطلب کے پوتے!

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (آپ متوجہ ہوئے اور بولے) کیا چاہتا ہے؟

ضماد نے بڑے غور سے اب آپ کے چہرے پر نظر ڈالی اور پہلی دفعہ آپ کے چہرے سے ہویدا ہیبت وجلال اور حق وصدق کے اعتماد کے آثار دیکھے۔ دیکھتے ہی ہکا بکا رہ گیا۔ منہ سے زبان گنگ ہو گئی۔ لیکن سنبھلا اور بولا۔ ''میں ضماد ہوں جنات کے اثرات کا علاج کرتا ہوں آپ کے بارے میں آپ کی قوم کے اکابر سے عجب تذکرے سنے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ عقلمندوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ پر جنات کا سایہ ہے۔ اس لئے آپ سے ملنے چلا آیا۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کا علاج کر دوں؟

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بھئی ضماد آپ خاصے زیرک ہیں۔ آپ کی ذکر کردہ کوئی بات میرے اندر نہیں ہے۔ (اس کے ساتھ ہی آپ نے اعراض کر لیا)

ضماد: بھتیجے! آپ مرض کو شدید خیال نہ فرمائیں میں نے ایسے علاج کیے ہیں جہاں آپ سے زیادہ سخت مریض تھے۔ اور وہ تندرست ہو گئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (پوری طرح متوجہ ہوتے ہوئے) **الحمدللّٰہ احمدہ واستعینہ ومن بہ واتوکل علیہ من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلاھا دی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ' و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد:۔**

ضماد کے کانوں نے ایسا عجیب وغریب کلام اب تک نہ سنا تھا۔ کہنے لگا۔

بھتیجے ٹھہر جا۔ یہی کلمات دوبارہ کہو۔ آپ نے دوبارہ فرما دیا۔ پھر کہنے لگا۔ ایک مرتبہ پھر کہو آپ نے پھر فرما دیئے۔ ضماد جوں جوں سنتا اس کا تعجب بڑھتا گیا پھر کہنے لگا۔ اللہ کی قسم میں نے کاہنوں جادوگروں اور شعراء کی مجالس دیکھیں مگر ایسا کلام میں نے نہیں سنا۔ آپ کے یہ کلمات تو وضاحت و بلاغت کا سمندر ہیں۔ بھتیجے

آپ کس کی طرف بلاتے ہیں؟

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اس بات کی طرف کہ تو اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ جس کا کوئی شریک نہیں اور بتوں کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن سے نکال پھینک اور اس بات کی گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ضماد: اگر میں یہ گواہی دے دوں تو اس کے بدلے مجھے کیا ملے گا؟

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تجھے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت دے گا۔

ضماد: (حالت متغیر ہوگئی اور دل نور ایمان سے جگمگ کر اٹھا) فوراً بولا انی اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له واخلع الاوثان منی رقبتی و ابرامنها واشهد انک رسول الله

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اپنے آپ سے بتوں کا قلادہ اتار پھینکتا ہوں اور ان سے برات کا اعلان کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ضماد کے اسلام لانے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد خوشی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا کی وہ بھی اس پر بے حد مسرور تھا۔ کہ اللہ نے اسے ہدایت اور درستگی سے نوازا جس پر وہ دل و جان سے اللہ کی حمد وثناء کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ کچھ عرصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا۔ اسلام کی باتیں سیکھیں اور قرآن کریم کی تعلیم لی۔ قریش کی جماعت سے منقطع ہوگیا۔ وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ پورے اطمینان سے آپ کا علاج معالجہ کر رہا ہے۔ ایک روز ایک شخص نے قریش کو کہا۔

جماعت قریش! تمہیں کچھ علم ہے کہ تمہارے ساتھی ضماد کا کیا ہوا ہے؟

سب بولے! کیا ہوا ہے کیا اس نے علاج کر دیا ہے۔

وہ شخص مضحکہ خیز ہنسی ہنسا اور پھر بولا اس نے اپنا علاج کروا لیا ہے اور اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اختیار کر لیا ہے۔ امیہ بن خلف یہ سن کر جھنجھلا اٹھا بولا! تیرا ناس ہو تو کیا صحیح کہہ رہا ہے۔

وہ شخص بولا! لات وعزیٰ کی قسم! بالکل صحیح کہہ رہا ہوں میں نے کل رات دیکھا کہ وہ ان کے پہلو میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔

یہ سن کر قریش سردار مبہوت رہ گئے۔ ان کے خوابوں پر اوس پڑ گئی۔

ابوجہل بولا: ضماد کی وجہ سے اس کا پورا قبیلہ ازد ہلاک ہو جائے گا۔ اس پاگل کا تو یہ خیال تھا کہ وہ ان کا علاج کر لے گا اور خود ہی ان کے دین کا پیروکار ہو گیا۔

عتبہ بن ربیعہ: اللہ کی قسم! مجھے یہی اندیشہ تھا۔ کیونکہ میں کئی مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر سامعین کے قلوب پر ان کے کلام کا غیر معمولی اثر ان کی گفتگو کی مٹھاس اور قوت رائے دیکھ چکا ہوں۔

امیہ بن خلف: لات ضماد کو رسوا کرے۔ وہ اپنے آپ کو طبیب سمجھتا رہا اور پھر خود ہی مریض ہو گیا۔ لات کی قسم۔ اگر وہ مجھے کہیں نظر آ گیا تو ایسی عبرت ناک سزا دوں گا کہ اس کی رسوائی اسے کہیں کا نہ چھوڑے گی۔

ادھر ضماد کا دل اب نور ایمان سے پوری طرح روشن ہو چکا تھا۔ وہ تو ایسا کلام سن رہا تھا جس نے اس کے دل میں سے سارے شوک وشبہات دور کر دیئے۔ اس کے سارے توہمات جاتے رہے اور اب اس کا دل قرآن کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شفقت سیرت سے اس قدر مضبوط ہو چکا تھا کہ کسی کی دھمکی اور کسی کی بڑھک اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھی۔

حصین بن عبید کی کفر سے توبہ

حصین بن عبید خزاع ایک نامور قریشی تھے۔ وہ ایک عمر رسیدہ شیخ اور بنو خزاعہ کے سردار تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ ان کے گہرے دوستانہ مراسم ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریشی سرداروں نے مل کر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں بھیجا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی دعوت و تبلیغ سے باز آنے پر آمادہ کر سکیں۔ ان کی رائے تھی کہ کم از کم سطح پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے دین کی عیب گوئی، بتوں کو جھٹلانے اور اپنے دین کی سرعام دعوت دینے سے باز آ جائے کیونکہ اسکی دعوت سے قریش کی جمعیت پارہ پارہ ہو گئی ہے۔ حصین نے بخوشی حامی بھر لی اور امید دلائی کہ اس کے کہنے سے ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعوت سے باز آ جائیں گے۔ اس نے بتایا کہ وہ خود بھی اس سے پہلے ان کو روکنے کیلئے جانے کا سوچ رہا تھا۔ مجھے تمہاری تکلیف سے زیادہ اپنی تکلیف بھی ہے۔ میرے بیٹے عمران پر اس کے اثرات پڑ گئے ہیں اور وہ شاید اس کے دین کا پیروکار بن چکا ہے۔ میں نے بیٹے کو بڑا سمجھایا ہے لیکن اس نے میری ایک نہ سنی۔ اللہ کی قسم اس معاملے میں بہت پریشان ہوں۔

قریشی سردار بڑے خوشی خوشی چل دیئے۔ اور دوسرے روز حصین بن عبید آپ کے گھر پہنچا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر پر تھے اور وہاں عمران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پڑھ رہا تھا۔ عمران کی نگاہ اٹھی تو اس نے اپنے باپ کو آتے دیکھ لیا۔ کہ ایک لڑکا ان کا ہاتھ تھامے ادھر آ رہے ہیں۔ عمران فوراً بولا! اے اللہ کے رسول! میرے والد حصین آپ کی خدمت میں آ رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ انہیں قریش نے بھیجا ہوگا۔

آپ اللہ سے ان کی ہدایت کی دعا کیجئے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ انہیں راہ ہدایت بخش دے۔ اور یہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عمران! آپ تسلی رکھیں۔ انشاء اللہ بہتر ہوگا۔

حصین سو سال کے تھے اور بڑی آہستگی کے ساتھ زمین پر پاؤں رکھتے آ رہے تھے۔ بینائی ضعیف، ہڈیاں نرم اور قویٰ کمزور تھے۔ حصین دروازے پر پہنچے تو اندر آنے کی اجازت چاہی۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ تشریف لائیں۔ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

(انتہائی خندہ پیشانی سے) بھئی۔ شیخ کو جگہ دو (اور اپنے سامنے بٹھا لیا)

عمران بالکل غیر متوجہ ہو کر بیٹھا رہا۔

حصین: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس قصہ کی کیا حقیقت ہے جو آپ کے متعلق ہم تک پہنچا ہے۔ کہ آپ ان کے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہیں، ان کا ذکر برے الفاظ سے کرتے ہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو گمراہ ٹھہراتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اے حصین غور سے سن ہمارے اسلاف جو شرک پر تھے وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

حصین: ہائے ہائے آپ کیا کہہ رہے کہ عبدالمطلب آگ میں جائے گا؟ بھتیجے وہ کون سی آگ ہے؟

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ہاں وہ دہکتی ہوئی آگ ہے جو اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کیلئے تیار کی ہے۔

حصین: بھئی ہم نے تو آج تک کبھی ایسی آگ کا نہیں سنا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (پوری طرح حصین کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتے ہیں) حصین

کتنے خداؤں کو پوجتے ہو؟

حصین: سات کو۔ چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمانوں میں ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کسے پکارتے ہو؟

حصین: اس خدا کو جو آسمانوں میں ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جب کبھی آپ کا مالی نقصان ہو جائے تو پھر کسے پکارتے ہو؟

حصین: آسمان والے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کوئی بھلائی مطلوب ہو تو پھر کسے پکارتے ہو؟

حصین: اسی آسمان والے کو۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حصین سن لیں۔ دعائیں صرف وہی ایک خدا قبول کرتا ہے۔ اور خواہ مخواہ اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔ ان چھ خداؤں کو خیر باد کہہ دو۔ صرف اسی ایک خدا کی عبادت کرو۔ جو ہر مصیبت میں کام آتا ہے۔ حصین! اسلام قبول کر لیں۔ نجات پا جاؤ گے۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو پھر میں تمہیں تیرے نفع کی دو باتیں سکھاؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں حصین کے دل میں اتر گئیں اور اس کے دل و دماغ نے آپ کی باتوں کی تصدیق کرنا شروع کر دی۔ حق اور باطل بالکل علیحدہ علیحدہ اس کے سامنے آ گیا۔ یقین آنے لگا۔ جو بات کر رہے ہیں وہ حق ہے۔ اور شرک سراسر ضلالت اور گمراہی ہے۔ نور ایمان قلب و ذہن پر حاوی ہو گیا تو بولے۔ میں کیسے مسلمان ہو سکتا ہوں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھیں اور کہیں۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

حصین : کلمہ شہادت پڑھنے لگے۔ تمام صحابہ کرام اور عمران خوشی خوشی کھڑے ہو گئے۔ والد کے گلے، ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے لگے۔

حصین نے عمران کو محسوس کیا تو کہا۔ کیا عمران تم موجود ہو؟ خدا کی قسم مجھے ابھی تک تمہارا علم نہ تھا' حمد و ثنا صرف اسی ذات کی ہے جس نے مجھے راہ حق دکھلا دی۔

حصین اٹھے تو انہیں یاد آیا کہ دو باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنی تھیں۔ فوراً بولے۔ اے اللہ کے نبی وہ دو باتیں بتائیں جن کا آپ نے میری فلاح کیلئے بتانے کا وعدہ کیا تھا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ہاں حصین زبان سے میرے ساتھ کہو۔

اللهم الهمني رشدي و اعذني من شرور نفسي.

اور پھر صحابہ کرام سے فرمایا آپ انہیں ان کے گھر تک پہنچا آئیں۔ چنانچہ حصین خوشی خوشی اپنے گھر کی طرف صحابہ کرام کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے باہر نکلے تو بلند آواز سے کہنے لگے۔

الحمد لله الذی هدا نی لدینه الحق. اللهم الهمني رشدي و اعذني من شرور نفسي.

چند دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پھر حاضری دی اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کلمات سکھائے تھے وہ میری زبان پر رواں ہو گئے ہیں۔ اب پھر حاضری دی تا کہ آپ مزید کوئی نئی بات ارشاد فرمائیں۔ جسے میں ورد زبان بنا لوں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یوں کہو۔

اللهم اغفرلي ما اسررت و ما اعلنت و ما اخطات وما

عمدت و ما علمت و ما جهلت.

آپ نے فوراً کلمات پڑھے اور یاد کر لئے۔ اور انہیں حرز جان بنا لیا۔ اسلام لانے کے بیس روز بعد اپنے خالق حقیقی کے حضور جا پہنچے۔ خدا رحمت' کند' این عاشقان پاک طینت رائے۔

حکم بن کیسان کا قبول اسلام

حکم بن کیسان اسلام کا کٹر مخالف تھا۔ ابوجہل کا انتہائی قریبی اور رازدار غلام تھا۔ مال کی بہتات تھی۔ اس کی ہر چاہت پوری ہوتی تھی کیونکہ ابوجہل کا اسے بڑا اعتماد حاصل تھا۔ طائف سے مکہ آتے ہوئے جب اسلامی دستے کی قید میں آ گئے تو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی قلبی پریشانیوں کو بھانپ لیا۔ آپ نے اسے تسلی دلاتے ہوئے کہا۔ کہ آپ لوگ محفوظ ہیں۔ کسی قسم کی غمگینی کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ساتھ انتہائی بہتر سلوک کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تالیفی کلمات سے قدرے مطمئن ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف آیات میں حکم کو شرک نفرت، جہنم کا خوف اور جنت کا شوق دلانے کی باتیں کیں۔ جس پر حکم نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ انتہائی کریم انسان نکلے۔ آپ کے آباؤ اجداد بھی انتہائی کریم تھے۔ آپ مجھ پر احسان فرمائیں اور مجھے ایسے دین کو قبول کرنے پر مجبور نہ کریں جس سے مجھے دلی نفرت ہے۔ میں ہبل کے علاوہ کسی کو معبود نہیں بنا سکتا۔ یہ ہبل تمام قریش اور میرے آقا ابوالحکم کا خدا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: دیکھو حاکم ہبل کیسے عبادت کے لائق ہے۔ وہ تو پتھر کا بت ہے اس کو خدا سمجھنا تو کھلی گمراہی ہے بے جان اور بے فائدہ پتھر کو کارساز

ماننا تو کھلی حماقت ہے۔ عبادت تو صرف اسی اللہ کی ہونی چاہئے جو آسمان اور زمین کا خالق و مالک ہے۔ اس کے ساتھ جو کسی کو شریک ٹھہرائے گا وہ بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوگا۔ اور اس کا انجام جہنم ہے۔

حکم بن کیسان: (آپ کا تحمل اور بردباری دیکھ کر پھر جرات کر کے بولے) دیکھو مجھے تو یہی پسند ہے جو میری قوم کو پسند ہے۔ میں کسی بھی بات میں ان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: دیکھو حکم۔ میں تیری بھلائی چاہتا ہوں۔ تو اسلام قبول کر لے بچ جائیگا۔ لا الہ الا اللّٰہ کہہ دے کامیاب ہو جائے گا۔

حکم بن کیسان: جب تک قریشی سردار اس کلمے کو نہیں کہہ لیتے میں نہیں کہہ سکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت تحمل و بردباری سے اسے پھر بھی ترغیب دیتے رہے۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو قریب کھڑے تھے، انہیں بار بار غصہ آ رہا تھا۔ خصوصاً جب وہ ابوجہل کا بار بار تذکرہ کرتا۔ ایک بار آنحضرت سے کہنا بھی چاہا لیکن آپ نے چپ رہنے کا حکم دے دیا۔ اور آپ نے بڑی مشکل سے اپنے غصہ کو ضبط کیا۔ اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کیلئے بلانے آ گئے۔ چنانچہ آپ حکم بن کیسان کو اسی حال میں چھوڑ کر نماز کیلئے تشریف لے گئے۔

نماز کے بعد تشریف لائے تو دوبارہ اسے ترغیب دی لیکن وہ بڑے روکھے انداز میں بولا۔

محمدؐ: آپ اس معاملے میں مجھ سے بات نہ کریں۔ میں اپنی قوم کے دین کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آیا۔ اور آپ سے کہنے لگے۔

''اے اللہ کے رسول۔ یہ ہرگز ایمان نہیں لائے گا آپ اس سے کیوں اتنی گفتگو فرما رہے ہیں؟ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا کر اس کے اصل مقام جہنم میں پہنچا دوں''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر اسی طرح خیر خواہی کے ساتھ حکم سے دوبارہ بات شروع کی۔ انتہائی نرمی اور ترغیب سے حق کی دعوت دی جس سے سرکش، نفس ضد اور ہٹ دھرمی سے ہٹنے لگا۔ جب آپ نے محسوس کیا تو کہا۔

حکم اسلام قبول کر لو۔ بچ جاؤ گے۔ لا الہ الا اللّٰہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔

حکم بن کیسان: اسلام کیا ہے؟

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اکیلے اللہ کی عبادت کر جس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دے کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

حکم بن کیسان: میں مسلمان ہوتا ہوں۔

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد رسول اللّٰہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی خوشی ہوئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بولے۔ ''اگر تمہاری بات مان کر اسے قتل کر دیتا تو یہ جہنم کا ایندھن بنتا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم کے اس اچانک اسلام قبول کر لینے پر بڑی حیرت ہوئی اور اپنے جی میں کہنے لگے۔ جو بات آپؐ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں میں اس کے بارے میں آپؐ کو کیا کہہ سکتا ہوں۔

اپنی سابقہ گفتگو میں ندامت کرتے ہوئے بولے۔

"اے اللہ کے رسول! میرا مقصد تو اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی تھی"

حکم اس کے بعد اللہ رب العالمین کا نہایت فرمان بردار، عبادت گزار بندہ بن گیا۔ ہر وقت اطاعت خداوندی پر کمربستہ رہتا۔ اور عزم کر لیا کہ آئندہ کی عمر دین اسلام کی سربلندی میں لگائے گا۔ چنانچہ ایمان قبول کر لینے کے بیس ماہ بعد بیڑا معمونہ کے سریہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا تو وہاں شہید ہو گیا اور اپنے خالق حقیقی میں حاضری سے باریاب ہو گیا۔

ایاس بن معاذ نور ایمان کی تلاش میں

ایاس بن معاذ بنو عبدالاشھل کے ان نوجوانوں میں سے ایک تھا۔ جنہیں بنو اوس اور بنو خزاج کی لڑائی سے سخت نفرت تھی۔ جبکہ یہودی اس آگ کو بھڑکانے کیلئے آئے روز کوئی نہ کوئی نیا شوشہ ایندھن کے طور پر چھوڑ دیتے۔ انہوں نے سوچا کہ جنگ کا پانسہ پلٹنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کسی عرب قبیلے سے حلیفانہ تعلق قائم کر لیا جائے۔ اور اس طرح بنو خزاج کو ہمارے حلیفوں کے ہوتے ہوئے لڑنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مشن میں وہ متعدد قریشی سرداروں سے ملنے مکہ آئے۔ مکہ کے سرداروں سے انہیں کوئی خاطر خواہ معاونت تو نہ ملی البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی ملاقات کا وسیلہ بن گیا۔ اور بالمشافہ اسلام کی دعوت سننے کا موقع مل گیا۔ وفد کا سربراہ ابو الحسیر تھا۔ اسکے اندر تو رعونت تھی اس لئے اس کو اس دعوت سے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ البتہ وفد میں شامل الیاس بن معاذ کے دل میں ایمان کا نور جگمگا اٹھا۔ قرآن مجید کی تلاوت سنی تو وہ اپنے ہم وطن دوستوں سے کہنے پر مجبور ہو گیا۔

''ہم وطنو! اللہ کی قسم جس کام کیلئے تم لوگ آئے ہو اس سے یہ بات کہیں بہتر ہے''۔

ایاس کی اس بات سے اکثر دوسرے دوستوں کو خوشی ہوئی لیکن ان کے قائد ابو الحسیر نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرایا۔ کہ ہم ان باتوں میں نہیں پڑتے۔ یہ تو وہی دعوت ہے جس کے بارے میں ہمیں عتبہ بن ربیعہ نے بتایا تھا۔ ہم اس دعوت کو مان کر قریش کو ناراض نہیں کر سکتے۔ لیکن ایاس کا دل دعوت حق کو قبول کرنے کیلئے تڑپ رہا تھا۔

وفد ناکام واپس لوٹ گیا۔ اور جس کا اندیشہ تھا وہ ہو کر رہا۔ دونوں قبیلوں میں لڑائی ہوئی خوب خون ریزی ہوئی قریب تھا کہ سب کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے میدان اوس کے ہاتھ میں تھا۔ بے شمار موت کی نیند سلا دیئے گئے کہ بعض اوس کے بزرگوں نے مزید قتل و غارت سے نوجوانوں کو روک دیا۔ یہ جنگ یوم بغاث کے نام سے معروف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے ایک روز قبل لڑائی ختم ہوئی تھی۔ آپ کی تشریف آوری سے دونوں قبیلوں میں رشتہ اخوت استوار ہو گیا۔

ایاس کو بڑا دکھ تھا کہ ہم نے ایک قابل عزت دعوت کو ٹھکرا کر اللہ کے غیض و غضب کو اپنا حق بنا لیا۔ صرف اسی دعوت سے ان پر مسلط عذاب ٹل سکتا تھا۔ ایاس بیمار ہو گیا۔ اس کی روح مرجھانے لگی۔ اس پر جان کنی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اس کے رشتہ دار اور دیگر لوگ اس کے اوپر جمع ہو گئے۔ ایاس کو موت کا احساس ہونے لگا تو اس نے منہ سے یہ کلمات کہنا شروع کر دیئے۔

لا الہ الا اللہ واللہ اکبر. الحمد للہ و سبحان اللہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر

قوم کے لوگ یہ کلمات سن کر بڑے متفکر ہو کر پوچھنے لگے۔

ایاس! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ لیکن ایاس کوئی جواب نہ دے سکے اور وہی کلمات دہراتے رہے یہاں تک کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس طرح ایاس انصار میں سے پہلا آدمی تھا جس نے ایمان کی سلامتی کے ساتھ اپنے خالق سے ملاقات کی۔

عمرو بن مرہ نور حق کی تلاش میں

عمرو بن مرہ قبیلہ جہنیہ کا یہودی تھا۔ وہ پہلی مرتبہ مکہ آیا۔ لوگوں کے ساتھ مناسک حج ادا کرتا رہا۔ لیکن اس نے مسجد حرام میں نصب بتوں کا منظر دیکھا تو اسے بہت بُرا لگا۔ اس کے دل میں یہ سوال اٹھا کہ یہ خود تراشیدہ بت کیونکر تقدیس و تطہیر کا مظہر بن گئے اور ہم اپنے آپ کو ان کے سامنے کیونکر ذلیل و حقیر بنا کر سجدہ ریز ہوں۔ پھر وہ لمحات اور بھی اس پر بھاری ہو گئے جب اس نے لوگوں کو ننگے اور تالیاں پیٹتے طواف کرتے دیکھا۔ سوچنے لگے یہ کیسی عبادت ہے یہ تو کھلی گمراہی ہے۔ لوگوں نے خواہ مخواہ کی خرافات اپنی عبادت میں شامل کر لی ہیں۔ اسی سوچوں میں گم رات کو سو گیا تو ایک عجیب خواب دیکھا۔ کہ بیت اللہ کے بیچ سے ایک بہت بڑی روشنی نمودار ہوئی۔ آس پاس روشن ہو گیا۔ قریب تھا تمام میدانی و پہاڑی علاقے روشن روشن نظر آنے لگے۔ جہنیہ کے پہاڑ بھی سے یوں دکھائی دیئے جیسے ان کے سامنے کھڑا ہے۔ دوسری طرف دیکھا تو اسے یثرب کا مشہور پہاڑ احد سامنے دکھائی دیا اور اس پر عجیب و غریب روشنی پڑ رہی ہے۔ وہ دہشت زدہ ہو کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا وہ سوچنے لگا۔ اللہ کی قسم نہ معلوم یہ کیا خواب تھا۔ انہی سوچوں میں تھا کہ یکدم اسے ایک آواز سنائی دی۔

انقشعت الظلماء و سطح الضیاء و بعث خاتم الانبیاء

یہ آواز سن کر وہ اور زیادہ پتھر ہو گیا پھیلتا نور سمٹنے لگا اور دوبارہ رات کی تاریکی اس پر ہویدا ہونے لگی۔ دوبارہ لیٹ گیا۔ نیند ابھی پوری نہ ہوئی تھی۔ دوبارہ آنکھ لگی تو پھر ایک نور ظاہر ہوا جس سے تاریکی کافور ہو گئی۔ پوری دنیا اسے روشن روشن نظر آنے لگی۔ ''حیرہ'' کے محلات سامنے نظر آنے لگے۔ دوسری طرف شاہ ایران کا دارالسلطنت ''مدائن'' اس کا قصر ابیض دکھائی دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ نور تو پہلے نور سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔ نور دیکھنے میں وہ پوری طرح مستغرق ہو گیا کہ پھر اسے آواز سنائی دی۔

ظهر الا سلام و تسرت الاصنام و و صلت الارحا م

عمرو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ اردگرد تاریکی تھی۔ خواب ایک واہمہ سا بن گیا۔ خوف اور دہشت سی مزاج پر چھا گئی تو یکدم پھر ایک آواز آئی۔

انقسشعت الظلماء و سطح الضیاء و بعث خاتم الانبیاء

ظهر الاسلام و کسرت الاصنام و و صلت الارحام

اپنے جی میں کہنے لگا یہ خاتم الانبیاء کون ہیں اور یہ کون سا سلام ہے۔ بتوں کو کون توڑے گا۔ کس میں اتنی جرات ہے؟

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک طمانیت اس کے دل میں بیٹھنے لگی تو ضرور اس خواب سے اشارہ ملا ہے کہ اب کوئی نیا انقلاب آنے لگا ہے۔

عمرو کو اپنی پریشانیاں ختم ہوتی نظر آئیں۔ اس کے جی میں ایک امید سی بندھی کہ ''اللہ کی قسم مجھے تو خواب سچا معلوم ہوتا ہے جو پورا ہو کر رہے گا''۔

چنانچہ اس نے خواب کی کیفیت لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دیں اور کہنے

لگا۔

''قریش کے قبیلہ میں کوئی نیا حادثہ جنم لینے والا ہے'' لوگ اس کی تعبیرات اور کیفیات سے بڑے ہی حیران و متعجب ہوئے۔

عمرو اب مکہ سے لوٹا تو وہ کلی طور پر بدل چکا تھا۔ اس کے دل سے بہت سی کدورتیں ختم ہو چکی تھیں۔ بتوں سے اسے عداوت سی ہو گئی تھی۔ اس کے والد جو اپنے قبیلہ کے بت خانہ کے مجاور تھے سے بھی وہ اعراض اور کنارہ کش کرنے لگا تھا۔ وہ ہر مکہ سے آنے جانے والے سے وہاں کے حالات کی شدبد لینے لگا۔ لوگ کہتے کہ ہم نے کوئی نئی خبر نہیں سنی اور نہ ہی کوئی قابل ذکر واقعہ پیش آیا ہے۔ موسم حج کو کئی ماہ گزر گئے ہیں۔ آئندہ موسم حج قریب ہے تو اس پر شاید کوئی خبر سننے کو مل جائے۔ اتفاق سے قبیلہ جہنیہ کا ایک شخص ان دنوں مکہ آیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے دین کا تذکرہ کر رہے ہیں تو اس نے دلچسپی سے معلومات حاصل کیں اور واپس لوٹتے ہی عمرو کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا۔

''عمرو! آپ کا خواب سچا ہو گیا''

عمرو: (حیرت زدہ ہو کر) کیا ہوا؟ فوراً بتاؤ۔

شخص: مکہ مکرمہ میں ''محمد'' نامی ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی بتاتا ہے اور اپنے آپ کو اس دنیا کی طرف بلا رہا ہے جس کا نام اسلام ہے۔ بت پرستی چھوڑنے کو کہتا ہے اور اعلان کرتا پھرتا ہے۔ **لا الہ الا اللہ** کہو۔

عمرو: کیا واقعتاً؟

شخص: بھئی لات و منات کی قسم! آپ سے جھوٹ نہیں کہہ رہا۔

عمرو: تیرا ناس ہو مکروہ ناموں کی قسم مت کھاؤ۔ اللہ کی قسم! میرے خواب کی یہی تعبیر ہے

عمرو فوراً اپنے گھر والوں کے پس گیا اور ان سے کہا کہ میں مکہ جانا چاہتا ہوں۔ آدھی رات کو اٹھا اور قوم کے بت کے پاس جا کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پھر اپنی سواری پکڑی اور خوشی خوشی مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں اسکی زبان پر بے ساختہ شعر نکلنے لگے۔

شهدت بان الله حق وانی
لا اله الا حجار اول تارک
فشمرت عن ساقی الازار مهاجراً
اجوب الیک الوعث بعد الذکاء ک

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبود حقیقی ہے۔ اور میں پتھر کے تراشیدہ بتوں کی معبودیت کو خیر باد کہتا ہوں۔ میں ہجرت کے ادارے سے سفر کیلئے تیار ہو گیا اور ہر تنگ و دشوار گزار راہ کو طے کرنے لگا۔ تا کہ اس شخص کی صحبت اختیار کروں جو حسب نسب اور ذات کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر ہیں جو لوگوں کے آسمان والے معبود کا رسول ہے۔

عمرو بن مرہ مکہ پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پر نظر پڑی تو اسے وہاں پر سچائی کا نور جگمگاتا نظر آیا۔ آپ سے دعوت اور نبوت کے بارے پوچھنے سے پہلے بولا۔ ''مجھے آپ کی بعثت سے قبل ہی آپ کے بارے میں بتا دیا گیا''۔

پھر آپ کو سارے خواب کی کیفیات بتا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور کھل اٹھا اور فرمایا۔

''اے عمرو۔ میں اللہ کا رسول ہوں مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور انہیں ایک دوسرے کے خون کی حفاظت صلہ رحمی، صرف اللہ کی عبادت کرنے اور بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیتا ہوں۔ جو قبول کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو انکار کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ عمرو! تم بھی ایمان لے آؤ اللہ تمہیں جہنم کی آگ سے مامون کر دے گا''۔

عمرو: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں ایمان لا چکا ہوں اور اب پھر آپ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں آپ حلال و حرام کے جو بھی احکام لائے ہیں میں ان سب پر ایمان لاتا ہوں''

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عمرو! تمہیں اسلام مبارک ہو، تجھے یہ ہجرت مبارک ہو۔

عمرو: اے اللہ کے رسول میں آپ کو مرحبا کہتا ہوں۔ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے آپ کی صحبت عطا فرمائی اور جس حق کی آپ دعوت دے رہے ہیں اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور یہ اس ذات کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوا۔

اس کے بعد عمرو کی درخواست پر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی قوم کی طرف داعی بنا کر روانہ کیا۔ اور انہیں وصیت فرمائی کہ درست بات کو لازم پکڑنا، تندخوئی، تکبر اور حسد سے پرہیز کرنا۔

مکہ سے واپس گھر پہنچے تو سب سے پہلے اپنے والد سے ملا وہ بڑے غضب ناک تھے۔ عمرو نے اپنے والد سے کہا۔

ابا جان۔ یہ بت تو ہمارا اپنا تراشیدہ تھا۔ یہ ایک پتھر تھا۔ اس کے توڑنے سے وہ تو چنداں ناراض نہیں ہوا اور نہ ہی اس نے کوئی مزاحمت کی۔ کیونکہ وہ ناراض ہوتا

تو مجھے ضرور نقصان پہنچاتا اور اپنا دفاع کرتا وہ تو خاموش ہے اور آپ ناراض ہیں۔
ابا جان۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین حق کا داعی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ وہ مکہ میں لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ ابا جان تم بھی ایمان لے آؤ شرک پر اصرار کر کے اللہ کی دعوت کو نہ ٹھکراؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے والد کا شرح صدر کر دیا۔ اور وہ ایمان لانے پر تیار ہو گئے اور پھر اس کے بعد ان کے تمام گھر والے ایمان کے نور سے منور ہو گئے۔ پھر آپ نے قبیلہ والوں کو دعوت دینی شروع کی۔ شروع میں قدرے مزاحمت ہوئی لیکن بالآخر قبیلہ کے سرکردہ افراد کو دعوت کی حقیقت سے شرح صدر ہو گیا اور تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت کعب بن مالک انصاری کی توبہ

غزوہ تبوک پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب صحابہ کرامؓ کو تیاری کا حکم دے دیا۔ حضرت کعب بن مالک انصاری نے بھی ذوق وشوق میں دو اونٹ خرید لئے اور دوسرا سامان بھی تیار کر لیا۔ مگر جب روانگی کا وقت آیا تو کچھ سستی اور تذبذب کی وجہ سے موخر ہو گئے۔ روزانہ یہی سوچتے کہ میں کل روانہ ہو کر ان سب کو پیچھے سے جا پکڑوں گا لیکن شیطانی کسل مندی نے ایسا جکڑا کہ تاخیر ان کے لئے ایک مستقل شرمندگی کا باعث بن گئی۔ اور ایسے سست ہوئے کہ پھر جانے کا پروگرام نہ جانے میں بدل گیا۔ شہر میں نکلتے تو منافقین اور معذوروں کے سوا کسی کو نہ دیکھتے۔ چونکہ سب اہل ایمان آنحضرت کے ساتھ جہاد پر جا چکے تھے اور آپ باوجود صحت، وسائل اور تنومندی کے جہاد پر نہیں گئے تھے اس لئے ضمیر اس پر ملامت کرتا تھا لیکن اب کا پچھتانا کسی کام کا نہ تھا۔ ہر طرف سے انگلیاں اٹھنے لگ گئیں۔ منافقین

داد دیتے اور طرح طرح کے حیلے سمجھاتے لیکن آپ کی دلی کیفیت تو ان کی سوچ سے بہت مختلف تھی۔ آپ دل سے زار و قطار رو رہے ہوتے تھے۔ اور ان کی طفل تسلیاں جلتی پر تیل کا کام کرتی تھیں۔ آپ نے فیصلہ کرلیا کہ ایک گناہ تو ہو گیا لیکن اب کسی دوسرے گناہ کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے کیا بہانہ بناؤں وہ تو دلوں کے بھید جاننے والے ہیں۔ وہاں سے معافی مانگنا زیادہ ضروری ہے نہ کہ اپنی اگلی کوتاہی کے جواز کے بہانے تلاش کرنا۔ چنانچہ عزم صمیم کرلیا کہ آنحضرت کے سامنے جا کر اپنی غلطی تسلیم کرلوں گا۔ 80 کے قریب اور لوگ بھی ہیں جو تبوک میں نہیں گئے۔ وہ سب بھی حضور کے ہاں معافی کیلئے پہنچ گئے اور اپنے عذرات بیان کئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا۔ لیکن جب حضرت کعب خدمت نبوی میں پیش ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متبسم ہو کر پوچھا:۔

"کعب تم غزوہ میں کیوں شریک نہ ہوئے کیا بیمار تھے؟ سامان نہ تھا"

کعب بن مالک: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کوئی عذر نہ تھا بالکل تندرست و توانا تھا۔ سامان بھی تھا محض میرے نفس کی سستی اور تذبذب نے مجھے شرکت جہاد سے محروم کر دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کعب تم بجا فرماتے ہو لیکن اب اپنے گھر جاؤ اور حکم خداوندی کا انتظار کرو۔

صحابہ کرام کے سامنے حضرت کعب بن مالک کو انتظار کی صعوبت میں ڈال دیا گیا۔ معافی نہ ملی ور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرما دیا "کہ کوئی ان سے بات چیت نہ کرے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے"

چنانچہ معاملہ بڑا تکلیف دہ ہو گیا۔ مسجد نبوی جاتے تو ایک گوشے میں بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ کوئی صحابی تک کلام نہ کرتا۔ گھر والوں نے بھی قطع تعلق کر لیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر تک ڈالنا چھوڑ دی۔ کعب دل شکستہ ہو گئے۔ دل پر چھریاں چلنے لگیں۔ ایک روز اپنے چچیرے بھائی ابو قتادہ سامنے آئے۔ انہیں آپ سے بے پناہ محبت تھی۔ لیکن وہ بھی آنکھ تک نہ ملاتے۔ حضرت کعبؓ نے بڑی دل شکستگی کے ساتھ جرات کر کے ابو قتادہ کو مخاطب کیا۔

''ابو قتادہ! تمہیں اللہ کی قسم تم ہی بتاؤ کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے کس قدر محبت کرتا ہوں''۔

ابو قتادہ خاموش رہے۔ بدستور منہ پھیر لیا۔ اور دور کھڑے ہو گئے۔

کعب بن مالک: ''ابو قتادہ بولتے کیوں نہیں؟ کیا میں اللہ اور اس کے رسول سے بے پناہ محبت نہیں کرتا''

حضرت کعب بن مالک نے تین بار ابو قتادہ سے یہی سوال پوچھا اور پھر جا کر ابو قتادہ نے صرف مختصر سا جواب دیا۔

''خدا اور خدا کے رسول ہی اچھی طرح جانتے ہیں''

کعب کا دل چکنا چور ہو گیا۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور روتے روتے لوٹنے پوٹنے لگے۔ لیکن کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور پھر اٹھ کر چل دیئے۔ راستے میں غسان کے عیسائی بادشاہ کا قاصد ملا جو انہی کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ شاہ غسان کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کعب سے ناراضگی کی خبر ملی تو اس نے قاصد بھیجا اور لکھا ''ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب اور دوسرے لوگوں نے تجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ ہم تمہاری قدر و منزلت پہچانتے ہیں۔ اگر تم اس قاصد کے ساتھ ہمارے پاس آ جاؤ تو ہمیں اپنا انتہائی قدر دان پاؤ گے''۔

خط پڑھ کر دل غصہ کی آگ سے جلنے لگ گیا۔ آنکھوں سے آتش ناک آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ اور خشیت الٰہی سے گھگھی بندھ گئی۔ دل میں کہنے لگے اے کعب کیا تو نے یہ روز بد بھی دیکھنا تھا کہ تمہیں دین کا دشمن اپنا سمجھنے لگ گئے اور ان کی جرات ہو گئی کہ وہ تجھے اپنے آقا سے جدا ہونے کیلئے بڑے اعتماد سے دعوتیں دینے لگ جائیں۔ کعب نے غصے سے اپنے آپ کو گھر کے ستون سے باندھ لیا اور زور زور سے کہنے لگے کعب اب تیرا یہی علاج ہے کہ تو اس ستون کے ساتھ بندھا رہ تو خدا اور اس کے رسول کا مجرم ہے۔ تو نے شیطان کی پیروی کر کے جہاد سے منہ پھیر لیا اور تو نے یہ نہ دیکھا کہ تیرے خدا نے تیرے رسول نے مجھے جہاد پر جانے کیلئے کہا تھا۔ اب تیری لجاجت اور آہ و زاری کس کام کی ہے۔ جب تو اپنے خدا کا بندہ نہ بن سکا۔ اپنے رسول کا کہا نہ مان سکا تو پھر اس کے بندے تجھ سے کلام کیوں کریں؟ تو اب اپنے کئے پر شرمندہ ہوتا رہ۔ تیرا خدا ہی تیرا پرسان حال ہے۔ اسی کے حضور آہ و زاری کر۔ غرضیکہ حضرت کعب ہر وقت اپنے رب کے حضور اسی دردمندی اور آہ و زاری کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے رہتے۔ معافیاں مانگتے رہتے۔ لیکن کسی طرف سے دلاسہ نہ ملا۔ آخر چالیسویں روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب کو پیغام بھیجا کہ ''بیوی سے الگ ہو جاؤ'' عاشق رسول تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے یاد کیا گیا۔ یہی بڑا کرم تھا۔ بڑے مطمئن لہجے میں بیوی کو بلایا اور اسے کہا کہ آقا کا حکم ہے اس لئے تم میکے چلی جاؤ۔ قاصد سے پوچھا ''کیا آقا نے طلاق کا حکم تو نہیں دیا'' قاصد نے جواب دیا۔ ''نہیں'' اب پھر رات دن اللہ کے حضور آہ و زاری و درخواست گاری کرتے۔ روتے اور بڑی لجاجت کے ساتھ اللہ سے معافی کی درخواست کرتے۔ پچاسویں دن رحمت خداوندی جوش میں آ گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی آ گئی۔ تو آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے خوش ہو کر صحابہ کرام کو خبر دی کہ کعب کو اطلاع دے دو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوراً بھاگ کر حضرت کعب بن مالک کے مکان کے قریبی ٹیلے پر چڑھ گئے اور زور سے پکارے ''کعب تمہیں مبارک ہو تمہاری توبہ اللہ نے قبول کر لی''۔

کعب نے آواز سنی تو فوراً اپنے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ سجدے سے اٹھے تو آقا کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ بارگاہ نبوی میں جا کر حضور کے قدموں میں پڑ گئے۔ آپ نے اٹھایا، پیار دیا اور فرمایا، کعب تمہار زندگی میں آج کا دن بڑا ہی مبارک ہے۔ تمہیں بشارت ہو کر اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی''۔

وفور مسرت میں کعب نے عرض کیا۔

''اے اللہ کے رسول! میں اس خوشی میں اپنا کل مال صدقہ کرتا ہوں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں کعب صرف ایک حصہ صدقہ کر دو''۔

جس پر حضرت کعب نے فرمایا ''میں اپنے سارے مال کا ایک حصہ راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ اللہ نے میری توبہ قبول کر لی۔ انشاء اللہ دم نزع تک کبھی حق کی راہ سے انحراف نہ کروں گا''۔

مرارہ بن ربیع اور بلال بن امیہ بھی دو ایسے بزرگ تھے جو غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوئے اور ان کی توبہ بھی حضرت کعب بن مالک کی توبہ کے ساتھ قبول ہوئی اور ان کے ساتھ بھی وہی کچھ سلوک ہوا اور بیتا جو حضرت کعب بن مالک انصاری کے ساتھ ہوا۔ ان کو بھی اپنے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح عشق

تھا۔لیکن اپنی کاہلی اور سستی کی وجہ سے نہ جانے کی غلطی کر بیٹھے اور اس کی بڑی قیمت صبر و استقامت کے ساتھ ادا کرنا پڑی۔

واقعہ افک اور مسطح بن اثاثہ کی توبہ

مسطح بن اثاثہ ایک نہایت غریب اور مسکین مسلمان تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پروردہ نعمت اور عزیز تھے۔ اور شروع سے لیکر اس وقت تک آپ ہی اس کی کفالت کرتے آ رہے تھے لیکن افسوس کہ جب غزوہ بنی مصطلق 6ھ میں پیش آیا تو جب مہم میں شریک سب لوگ واپس ہوئے تو ان کا پڑاؤ مدینہ کے قریب ہوا۔ صبح کے وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں رفع حاجت کیلئے باہر تشریف لائیں واپس آئیں تو گلے کا ہار نہ تھا چنانچہ اس کی تلاش میں واپس دیکھنے چلیں گئیں لیکن جب پڑاؤ میں پہنچیں تو لوگ روانہ ہو چکے تھے اتفاقاً صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ جو انتہائی ضعیف العمر بزرگ تھے اور جو کوچ کے بعد قیام گاہ کا جائزہ لے کر سب سے پیچھے روانہ ہوتے تھے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیا اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لائے۔

منافقین کی جماعت نے اس واقعہ کو اپنی فتنہ انگیزی اور مفسدہ پردازی سے اہل اسلام میں تفرقہ بازی کا ذریعہ بناتے ہوئے اسے طرح طرح کے قصوں سے مشتہر کر کے پیش کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسول میں جو خصوصی تقرب حاصل تھا اس کی وجہ سے بعض ناسمجھ مسلمان بھی اس پراپیگنڈے میں ان کے ہم آواز بن گئے۔ مسطح بن اثاثہ بھی انہی میں سے ایک تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی وجہ سے بڑی دلی تکلیف ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس ہنگامہ نے بڑے اضطراب اور آزمائش

میں ڈال دیا۔ آپ معاملہ خدا کے سپرد کر کے بالکل خاموش رہنے لگے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے جب یہ عالم دیکھا تو وہ اپنے میکے آ گئیں اور اپنے اللہ کے حضور اپنی پاکدامنی اور عفت کی باریابی کی دعائیں کرنے لگیں اور پھر آخرکار اللہ نے ان کی عفت وعصمت کی جب درج ذیل الفاظ میں گواہی دے دی تو مفسرین کی اڑائی ہوئی دھول انہی کے چہروں کو سیاہ کر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تمہاری ہی جماعت سے ہیں۔، اس کو تم اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے خیر ہے ان میں ہر شریک گناہ کو بقدر شرکت سزا ملے گی اور ان میں سے جس نے بہت زیادتی کی ہے اس پر سخت عذاب ہوگا''۔

(سورہ نور۔ رکوع۔ 2)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسطح بن اثاثہ کی شر انگیزی کی وجہ سے اسکی کفالت سے دست برداری کر لی اور فرمایا خدا کی قسم اس فتنہ پردازی کے بعد وہ اس کی کفالت نہیں کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں خصوصی آیات نازل ہوئیں جس سے آپ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور کفالت بحال کر دی۔

''تم میں بڑے اور صاحب قدرت لوگ رشتہ داروں، مساکین اور مہاجرین کی امداد نہ دینے کی قسم نہ کھائیں اور چاہیئے کہ ان کو معاف کریں۔ اور ان سے درگزر کریں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے''۔ (سورۃ نور۔ رکوع:3)

حضرت سلمان فارسیؓ اور ان کے آخری اوقات

حضرت سلمان فارسیؓ اصفہان کے قریب کی ایک بستی کے مکین تھے۔ آپ کا

آبائی مذہب مجوسی تھا۔ لیکن عیسائی مذہب کے علماء کی صحبت کی وجہ سے عیسائیت قبول کر لی۔ لیکن ان پادریوں سے آخری نبی کے ظہور کی جو پیشین گوئیاں ملیں انکی وجہ سے نئے نبی کے ظہور کا بڑی دل بستگی کے ساتھ انتظار کرتے رہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی جب شام کے پادریوں سے ملاقات ہوئی تو اسے باپ بیٹا اور ماں کی تثلیث کے عقیدہ کی طرف دعوت دی گئی تو اسے یہ عقیدہ بہت عجیب لگا۔ اس وقت وہ کہنے لگے کہ جن پادریوں سے میں نے اسلام قبول کیا تھا انہوں نے تو یہ بتایا تھا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے، روح اور اس کے رسول ہیں۔ جس پر پادری بڑا ناراض ہوا۔ اور کہنے لگا۔ بیٹا یہ عقیدہ رکھنے والے گمراہ ہیں۔ ان کو دین کا علم نہیں۔ بے شک مسیح اللہ کا بیٹا اور خود اللہ ہے۔ اللہ نے اسے لوگوں کو گناہوں سے پاک کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ انہوں نے لوگوں کے گناہ اپنے سر لینے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا اور پھانسی کا پھندا قبول کر لیا۔ سلمان یہ سن کر مبہوت رہ گئے۔ وہ اٹھ کر اپنے حجرے میں چلے گئے اور وہاں جا کر سوچنے لگے کہ ان پادریوں کے عقائد میں کتنا فرق ہے۔ اور یہ کس قدر حیران کن ہے کہ عورت کے بطن سے پیدا ہونے والا مسیح کیا معبود بن سکتا ہے۔ کیا اللہ کو اپنی خدائی میں اپنے بندوں کی معاونت درکار ہے اور پھر لوگوں کے گناہوں سے حضرت مسیح کا کیا واسطہ کہ وہ ان کی طرف سے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لیتا پھرے۔ سلمان کے عیسائیت کے بارے ان نئے سوالات نے اسے ڈگمگا دیا۔ مزید برآں پادریوں کی ذاتی زندگی میں حرص، لوٹ مار، دروغ گوئی اور تصنع نے ان کے دل میں نفرت سی پیدا کر دی۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ نفرت اور بڑھتی گئی۔ اسی دوران کنیسہ عظمیٰ میں سمعان نامی نئے پادری کا گزر ہوا۔ وہ ایک زاہد، عابد اور صالح راہب تھا۔ دمشق کے پہاڑوں میں عبادت کرتا تھا۔ جہاں سے لوگ اسے جبراً پکڑ کر لائے۔ اسے دیکھ کر سلمان کو اپنے نیک طینت

راہب یاد آنے لگے جن کے ہاتھوں پر اس نے عیسائیت قبول کی تھی۔ سلمان نے اس راہب سے فیض یاب ہونے کا ارادہ کیا۔ سلمان نے اس سے پہلی جو بات سنی وہ یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

''لمبا قیام پل صراط کے خوف سے امان کا باعث ہے''۔

لمبا سجدہ قبر سے امان کا ذریعہ ہے۔

سنجیدگی و مذاق دونوں حالت میں کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ فرشتے تجھے سلام کرنے لگیں گے۔ کبھی غصے یا طمع سے مضطرب ہو کر اللہ کو ناراض نہ کرنا جنت ہر وقت تیرے سامنے رہے گی۔ ہر وقت جنت کی نعمتوں کا استحقاق رکھنا وہ کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں۔

سلمان نے پوچھا: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ صحیح اعتقادات کا بتائیں گے؟

سمعان: بیٹا! وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' میں ان کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔

سلمان: اللہ کی قسم ہمارے ملک کے پادریوں نے یہی بتایا تھا۔

سمعان: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت یہی ہے۔ مگر لوگوں نے عقائد بدل ڈالے اور بادشاہوں والے عقائد اختیار کر لئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے ہم اپنے عقیدے کا برملا اظہار نہیں کر سکتے۔

سلمان کو راہب میں سچائی نظر آئی تو اپنا سارا ماضی اس کے سامنے کھول دیا اور اپنا خواب بھی بیان کر دیا جس نے اسکے ایمان و ایقان کو ایک نئے انقلاب کے انتظار میں لا کھڑا کر دیا۔ جس پر سمعان بولا۔

''سلمان بیٹا! تمہارے ساتھ خیر خواہی کی گئی۔ تمہارا خواب بالکل برحق ہے تم

نے جس دین کو اختیار کیا ہے اس پر مضبوطی سے جمے رہو انشاء اللہ کل روز جزا نجات پا جاؤ گے"۔

اس متقی، پارسا راہب کی صحبت میں سلمان کو کئی سال گزر گئے۔ اور سلمان نے ان سے علم و تقویٰ میں بہت کچھ اکتساب فیض کر لیا۔ اچانک یہ راہب مرض الموت میں مبتلا ہو گیا تو سلمان بڑا پریشان ہوا۔ ایک روز ان سے کہنے لگے۔ میرے محسن آپ کی میرے متعلق کیا وصیت ہے؟ میں کہاں جاؤں؟ آیا کسی روز اہل حق کے اٹھنے سے دین حق بھی اٹھ جائیگا؟

سمعان: "میرے بیٹے عنقریب نبی آخر الزمان جن کا نام محمد اور احمد ہو گا مبعوث ہونے والے ہیں۔ وہ بلاد عرب میں تہامہ سے ظاہر ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ تم ان کا زمانہ ضرور پاؤ گے۔ اگر تم انہیں پا لو تو ان پر ایمان لے آنا اور ان کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا۔ کیونکہ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے۔ کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلام کرے گا خواہ آپ کی زیارت کر سکے یا نہ کر سکے قیامت کے روز آپ اس کی سفارش فرمائیں گے اور اس سے مصافحہ کریں گے"۔

سلمان یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور راہب سے دوبارہ پوچھنے لگے "فرمایئے کہ میرے لئے پھر کیا حکم ہے؟" کیا میں بلاد عرب جا کر اس نبی کا انتظار کروں یا ان کے ظہور تک کوئی اور راستہ اختیار کروں؟"

سلمان: میرے بیٹے وہ نبی ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے۔ جس وقت ان کا ظہور ہو گا تو تم سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔ کیونکہ ان کا دین تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ ابھی بلاد عرب کا رخ نہ کرو کیونکہ اس وقت وہاں شرک، بت پرستی کا دور دورہ ہے۔ البتہ موصل چلے جاؤ وہاں یعقوب

نامی ایک نہایت صالح انسان رہتے ہیں وہ بھی ہماری طرح بلا کسی تغیر و تبدل کے دین حق پر ہیں۔ بلاد عرب میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور تک ان کے ساتھ رہو۔

سلمان نے اس صالح انسان کے ساتھ دس سال کا عرصہ انتہائی سعادت کے ساتھ گزارا۔ سلمان جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انکی عمر ڈیڑھ سو سال تھی۔ سلمان ان کے سرہانے کھڑے تھے جب انکی طبیعت مضمحل ہوئی اور موت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ تو سلمان نے پوچھ لیا ''میرے محسن میرے متعلق آپ کی کیا وصیت ہے؟'' اس پر صالح انسان نے کہا ''میرے بیٹے غور سے سن لو۔ ابھی ایک نبی کی بعثت باقی ہے۔ جو سب نبیوں سے افضل ہوگا۔ ان کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ شاید تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے۔ وہ جزیرہ عرب سے ظاہر ہوں گے نہیں پاؤ تو ان پر ایمان لے آنا۔ جب تک ان کا ظہور نہیں ہوتا اس وقت تک نصیبین میں ''اندراوس'' نامی میرے ایک صالح بھائی رہتے ہیں ان کے ساتھ رہنا''۔

نصیبین آئے تو اس صالح ''اندراوس'' سے ملے وہ بھی ایک طویل العمر بزرگ تھے۔ کمر جھکی تھی اور عبادت کی شدت نے انتہائی لاغر کر دیا تھا۔ ان کے کپڑے اور جوتے بالوں کے بنے ہوئے تھے۔ اس کے کندھے میں بالوں کا بنا ہوا مصلی، ایک پانی پینے کیلئے مشکیزہ اور ایک وضو کے برتن کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

راہب نے سلمان کو خوش آمدید کہا۔ سلمان کی داستان سن کر بولے۔ ''بیٹے! حمد و ثنا ساری صرف اللہ کو زیب دیتی ہے۔ اللہ نے اپنے سارے رسول جو نہایت محترم و مکرم تھے لوگوں کی ہدایت کیلئے مبعوث کئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا کئے اور انہیں رسول بنا کر بھیجا۔ ان کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کروایا۔ ان پر انجیل نازل فرمائی اور تورات کا علم بھی عطا فرمایا۔ وہ بنی اسرائیل کے رسول تھے لیکن

کچھ لوگ ان پر ایمان لے آئے۔ اور کچھ نے انکار کر دیا۔ آپ دین عیسیٰ پر جمے رہیں۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ کرنا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی بدل دیں گے۔ اور جب تک احمد نامی رسول مبعوث نہ ہوں اس پر جمے رہنا۔ وہ بنی تہامہ سے ظاہر ہوں گے۔ اب ان کے ظہور کا زمانہ انتہائی قریب آ چکا ہے۔ میری عمر طویل ہو چکی ہے۔ شاید میں ان کا زمانہ نہ پا سکوں تم ان کا زمانہ پا لو تو ان کی تصدیق کرنا اور ان پر ایمان لے آنا''۔

اس راہب کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے سلمان کو عموریہ میں جریج نامی راہب کے پاس جانے کا حکم دیا۔ سلمان وہاں سے ملک روم کے عموریہ شہر چلے آئے۔ یہ بھی صاحب تقویٰ راہب تھے۔ عمر سو سال سے متجاوز تھی۔ مگر بڑی ہمت اور حوصلے سے دین حق کی دعوت میں مصروف تھے۔ سلمان کا انہوں نے بڑی خوش دلی سے استقبال کیا۔ سلمانؓ نے ان سے بھی بڑا اکتساب فیض کیا۔ انبیاء علیہم السلام کے تذکرے سنے اور خاص طور پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ سنا تو رات کو سلمان نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت ابراہیم کامل انسان کی حسین ترین صورت میں عرش کے قریب کھڑے ہیں۔ فرشتے لوگوں کو کسی کو تنہا اور کسی کو جماعت کے ساتھ ابراہیم کے سامنے لا رہے ہیں۔ اور وہ لوگوں کے چہروں کو غور سے دیکھتے، پہچانتے اور اس کے متعلق فرشتوں کو حکم دے دیتے''۔

حضرت سلمانؓ نے خواب بیان کر کے راہب سے ملتجی ہو کر عرض کرتے ہیں۔

''جناب آقا! آپ مجھے اس عظیم انسان نبی کے دین سے آگاہی بخشیں جس کے پیروکار سعادت مند اور منکر بدبخت ہوتے جا رہے ہیں''

جریج راہب بولے۔ ''بیٹے جو دین تجھے مطلوب ہے وہ ابھی دنیا میں نہیں

آیا۔ وہ دین حقیقی اہل جنت کا دین ہے۔ ہم لوگ قدرے اس دین پر ہیں۔ مگر اس دین کا زمانہ ضرور قریب آ چکا ہے۔ یثرب کا رہنے والا نبی اس دین کا داعی ہوگا۔ اونٹ، گدھا، گھوڑا اور خچر اس کی سواری ہوگی۔ غلام و آزاد اس کے نزدیک برابر ہوں گے۔ ان کے قلب و جوارح سے رحمت و شفقت سے آشکار ہوگی۔ نہ حاسد ہوں گے اور نہ ہی کینہ اور ان کے ہاں کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ ہماری قوم یہود ان سے سخت عداوت رکھے گی"۔

سلمان: جناب ان کا نام نامی کیا ہوگا؟

جریج: ان کے پانچ نام ہیں۔ عرش پر ان کا نام "محمد" ہوگا، انجیل میں "احمد" قیامت کے روز "محمود" پل صراط پر "حماد" اور جنت کے دروازے پر "حامد" ہوگا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔

سلمان: (راہب کے سر اور پاؤں پر بوسہ دیتے ہوئے) میرے آقا! اللہ آپ کی عمر دراز کرے آپ کو اللہ نے کتنا عظیم الشان علم و فہم عطا کیا ہے۔

جریج: سلمان آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی صلاحیتیں اور شرف بخشے ہیں۔ آپ انجیل کو حفظ کر لیں۔ کبھی گھمنڈ یا فخر و غرور اختیار نہ کرنا۔ علم و عمل میں کمال رغبت اور خلوص وللہیت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لو۔ اور نیت صادقہ کی اسے مہمیز لگاتے رہو۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ تجھے بڑے اعلیٰ اعزازات و درجات کا سزاوار کرے گا۔

سلمان: آقا آپ کے بعد مجھے کس سے اکتساب فیض کرنا ہوگی۔

جریج: بیٹے اللہ کی قسم اب ہمارے ہاں کوئی صحیح معنوں میں حضرت عیسیٰ کی تعلیم پر نہیں رہا اب نبی مرسل کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ جو ملت ابراہیمی پر ہوں گے۔ وہ سرزمین عرب میں دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان کھجوروں والی

زمین پر ہجرت کر کے پہنچیں گے۔ ان پر تین نشانیاں بڑی واضح ہوں گی۔
ہدیے کا مال کھائیں گے لیکن صدقہ نہیں کھائیں گے۔
ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔

لہٰذا آپ ابھی سے اس مبارک سرزمین پر چلے جائیں اور اس عظمت والے نبی کے ظہور کا انتظار کریں۔

سلمان ایک انتہائی دشوار گزار سفر پر اٹھ کھڑا ہوئے۔ ایک ماہ کی طویل مسافت کے بعد جزیرہ عرب میں داخل ہوئے۔ اونٹوں کی طویل قطاریں اور ان کے گلوں میں بندھی گھڑیالوں سے اٹھنے والی ترنم بھری آواز نے ایک نیا سماں اور سرور بخشا۔ اس کے بعد انہیں وہ کھجوروں کے جھنڈ ادھر ادھر کھڑے نظر آئے جہاں نبی رحمت کو مبعوث ہونا ہے۔

ایک روز قافلہ میں شریک ساتھیوں میں مکر پیدا ہوا اور انہوں نے اس عجمی ساتھی کو مقامی یہودی کے ہاتھ فروخت کر کے بھاری قیمت وصول کر لی۔ آپ ایک کڑیل جوان اور خدمت کے بسیار قابل غلام کے بدلے انہیں بڑی بھاری رقم مل گئی اور اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے ایک آزاد انسان غلام بن گیا۔ اور وہ کمینے ساتھی رقم وصول کر کے آگے چل دیئے۔

سلمان نے اسے اللہ کی طرف سے اسے ابتلا و آزمائش سمجھ کر قبول کر لیا اور یہ امید رکھ لی کہ انشاء اللہ ایک روز یہ مصیبت ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسائش بخشے گا۔

ارض حجاز میں جب سلمان پہنچے تو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے پہنچے اور اس امید سے تھے کہ انشاء اللہ جب اللہ کا نبی مبعوث ہو گا تو یہ سعادت مندی کا باعث بنے گی۔ روزانہ یثرب کے باغات اور اطراف کا چکر لگاتے۔ خاتم النبین کے مقام

ہجرت کے آثار و اوصاف پر غور کرتے۔ اور پھر کہتے انشاء اللہ یہ غلامی ایک ابدی سعادت مندی کا ذریعہ بنے گی۔ پھر خوش ہو کر اپنے کام میں جت جاتے۔ یثرب میں بھی دس سال بیت گئے۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ بکتے رہے اور اس طرح دس ہاتھوں سے غلامی کی زنجیریں نکل گئی۔ سلمان اب کھجور کے پتوں سے مختلف اشیاء بنانے کا ماہر ہو چکا تھا۔ سلمان کے شب و روز محنت اور دن مناجات میں گزرتے کہ اے اللہ صعوبتوں کے دن کم فرما اور نبی آخر الزمان کی بعثت جلد فرما تاکہ بنی نوع انسان پر جاہلیت اور جبر کی اٹھتی یورشوں میں کمی آ سکے۔

سلمان ایک روز حسب معمول کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگائے طلوع شمس کا منظر دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ ایک دن ہدایت و رشد کا سورج بھی اسی طرح طلوع ہو رہا ہوگا۔ وہ خوش بختی کا کونسا لمحہ ہوگا۔ اچانک قریب سے آواز سنائی دی۔ سلمان جلدی کرو آج کام میں تاخیر ہوگئی۔

سلمان فوراً اپنے کام میں لگ گیا۔ اسی دوران سلمان کے آقا کا چچیرا بھائی آ گیا اور کہنے لگا۔

> ''اللہ اوس اور خزرج کو ہلاک کرے۔ لوگ اس وقت قبا میں مکہ سے وارد ہونے والے ایک شخص کے پاس جمع ہیں جس کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے''

سلمان کا سننا تھا کہ اس کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ جسم پر شدید کپکپی طاری ہوگئی۔ وہ جلدی جلدی درخت سے نیچے اترا اور خبر لانے والے شخص کو متوجہ ہو کر سننے لگا۔ مالک نے انہماک دیکھا تو ایک تھپڑ زور سے لگایا کہ کہنے لگا کہ تیرا ان باتوں سے کیا رشتہ تو اپنا جا کر کام کر۔ چنانچہ نہایت افسردگی اور دل شکستگی کے ساتھ دوبارہ اپنے کام میں لگ گئے اور سوچنے لگے کہ میں اس سعادت سے کیسے جلد باریاب ہو

سکتا ہوں۔ سلمان کھجوریں توڑتا رہا اور ان کی باتیں بھی سنتا رہا۔

عثمان بن اشعل: کیا واقعتاً یہی بات ہے۔

چچیرا بھائی: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی یہی واقعہ ہے۔

عثمان: وہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جانا چاہتا ہے؟

چچیرا بھائی: مکہ سے آیا ہے اور اوس اور خزرج اسکی دعوت پر ایمان لا چکے ہیں۔ اور بیعت کر چکے ہیں س لئے ان کے ہاں رہنا چاہتے ہیں۔

عثمان: کیا اوس وخزرج اس پر اتفاق کر گئے؟

چچیرا بھائی: جی ہاں۔ وہ سب متفق ہو گئے۔

عثمان: اللہ کی قسم اگر اوس وخزرج متفق ہو گئے تو پھر اس شہر میں ہماری کوئی نہیں چل سکتی۔

ذرا یہ بتاؤ کہ کیا یہ وہی نبی ہے جس کا تذکرہ ہماری کتابوں میں آیا ہے اور انبیاء نے جس کی خبر دی ہے۔

عثمان: ہاں اللہ کی قسم یہ وہی نبی ہیں۔

عثمان: کیا ہماری قوم ان پر ایمان لائے گی۔

چچا زاد بھائی: معاذ اللہ! ہم بنی اسرائیل سے ہٹ کر کسی اور نبی کی کیسے اتباع کریں ہمارے لئے تو یہ ننگ و عار ہے کہ ہم ایک ان پڑھ عرب نبی کی اتباع کریں۔

عثمان: پھر ہمارا سلوک اور معاملہ ان کے ساتھ کیا ہوگا۔

چچا زاد بھائی: ہماری تو کھلی عداوت ہو گی۔ لوگوں کے دلوں میں ان کے دین کے بارے ضرور شک وشبہات ڈالیں گے۔ ہماری کوشش ہو گی کہ انہیں یثرب سے نکال باہر کر دیا جائے۔

عثمان: اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ دین موسویؑ کو سلامت رکھو۔ ہمیں اپنی قوم کو اس کیلئے آج سے ہی تیار کرنا ہوگا۔

سلمان کے سامنے جب ان کے یہ جذبات کھلے تو اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا اشتیاق جو پہلے ہی کوئی کم نہ تھا اور زیادہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ شام آتے ہی چند کھجور لیکر قبا کی طرف روانہ ہو گیا جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ پہلی ہی نظر پڑی تو ایک حسین و جمیل، وجیہہ اور بارعب انسان دیکھ کر دل دھڑکنے لگا۔ کہ ایسا انسان کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ تاہم سلام کیا قریب بیٹھ گئے اور کھجوریں پیش کرتے ہوئے یوں عرض کیا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نہایت صالح انسان ہیں آپ کے ساتھ حاجت مند اور غرباء کی ایک جماعت ہے میرے پاس یہ صدقے کی کھجوریں تھیں تو یہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اسے قبول فرمائیں"۔

آپ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے قبول فرمالیں اور اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔ انہیں کھاؤ۔ مگر خود کچھ ان میں سے نہ کھایا۔ یہ دیکھ کر سلمان نے جریج کی پہلی علامت نبوت پوری ہوتی دیکھ لی۔ کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اور ہدیہ قبول کر لیتے ہیں۔ اس نے دوبارہ اس روز کھجوریں پیش کیں جب آپ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر مقیم تھے۔ چنانچہ آپ نے قبول کر کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر کھانا شروع فرمائیں اور اپنے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا تو وہ بھی کھانے لگ گئے۔

سلمان فارسی اب مارے خوشی کے مچلنے لگا کیونکہ دوسری علامت بھی پوری ہو گئی۔

سلمان کو اب تیسری علامت نبوت کو پورا ہوتے دیکھنے کا اشتیاق زوروں پر تھا۔ چنانچہ کچھ دن بعد جب ایک روز آپ اپنے ایک صحابیؓ کلثوم بن عدمؓ کے جنازہ میں تشریف لائے اور وہاں آپ تذکیر آخرت کے سلسلہ میں گفتگو فرمانے لگے۔ تو اس روز سلمان نے دیکھا کہ آپ دو چادریں زیب تن کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ سلمان آپ کی پشت کی جانب سے آئے اور قریب آ کر آپ کی گردن مبارک اور کندھوں کے درمیان غور سے دیکھا۔ اور یہ بھی خیال رکھا کہ کوئی دوسرا اسے غور سے دیکھتے ہوئے محسوس نہ کرے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے دل کی کیفیت جان لی اور فرمایا۔

سلمان: آپ کو پہلے دن سے ہی جان گیا تھا جب آپ قبا میں آئے تھے۔ اب آپ اپنا شوق پورا کرلیں۔

چنانچہ آپ نے جسم کو تھوڑا سا ہلایا تو چادریں ادھر ادھر سرک گئیں۔ اور خاتم نبوت بخوبی نظر آنے لگ گئی جو سلمان دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑے۔ قدم بوسی کی اور روتے ہوئے عرض کرنے لگے۔

"اے اللہ کے رسول! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں"۔

صحابہ کرام حیران تھے چنانچہ آپ نے سلمان کے قلب و سینے پر ہاتھ رکھا۔ اور ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا سلمان اب اپنا قصہ سناؤ۔

چنانچہ سلمان نے جو پہلے ہی مضطرب تھے، فوراً اپنا سارا حال کھول کر سامنے رکھ دیا۔

صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم کو آپ پر بڑا تعجب ہوا۔ اور اللہ کی حمد و ثنا کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلمان تمہارا غلام رہنا ٹھیک نہیں تم

اپنے مالک سے مکاتبت کرلو۔ چنانچہ اپنے آقا عثمان بن اشھل سے کہا تو اس نے کہا۔

"سلمان تیرے ساتھ مکاتبت کرنا تو ایسے ہی ہے کہ تو آزاد ہو کر کل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مل کر ہمارا مقابلہ کرے۔ سلمان: اللہ کی قسم ایسا نہ کروں گا"۔

عثمان بن اشھل کا رویہ اب اور زیادہ سخت ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلمان کچھ روز اور صبر کرو انشاء اللہ اللہ تعالیٰ جلد کوئی راہ نکال دے گا۔ بدر و احد کا معرکہ ہوا لیکن سلمان شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ غلام تھے۔ جس پر وہ انتہائی محزون رہے۔ یہود نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو قینقاع اور بنو نظیر دو قبیلوں کو جلاوطن کر دیا۔ عثمان بن اشھل کا تعلق بنو قریظہ سے تھا۔ اب اسے اندیشہ ہوا کہیں ہمارے قبیلے کا بھی یہی حشر نہ ہو۔ چنانچہ اس نے مکاتبت قبول کر لی۔ اس نے تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونا مانگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مطالبے پر ہنس دیئے۔ اور فرمایا۔ اپنے غلام کو محض اس لئے فروخت کر رہا ہے اگر تمہیں جلاوطن کر دیا گیا تو تمہارے یہ باغات بھی جاتے رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرام سے اپنے بھائی کی معاونت کرنے کا کہا۔ جس کے جواب میں ہر ایک صحابی نے اپنی استعداد سے بڑھ کر سلمان کی مدد کی۔

جب سلمان کے پاس تین سو پودے جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان سے کہا "سلمان جاؤ اور زمین ہموار کرو۔ جب زمین تیار ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔ میں خود اپنے ہاتھوں سے پودے لگاؤں گا"۔

سلمان نے خود جا کر زمین تیار کی۔ تمام گڑھے کھودے کئی صحابہ کرام نے بھی ہاتھ بٹایا۔ جب آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ بہ نفس نفیس تشریف لائے صحابہ کرام پودے اٹھا کر دیتے اور آپ انہیں پکڑ کر گڑھے میں رکھ دیتے یہاں تک کہ تمام پودے لگ گئے۔ اور ایک درخت بھی ضائع نہ ہوا۔ اب سونے کا مطالبہ پورا کرنا باقی تھا۔ چنانچہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا ہدیہ آیا جو کسی کان سے برآمد ہوا تھا۔ آپ نے فوراً سلمانؓ کو بلا بھیجا۔ سلمان فوراً حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ ''سلمان یہ لے لو۔ اور اپنا قرض ادا کر دو''۔

سلمان: اے اللہ کے رسول یہ تو تھوڑا ہے س سے میرا قرض کیسے ادا ہوگا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: سلمان! تم لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اسی سے ادا کروا دیں گے۔ چنانچہ سلمان لے گئے۔ اس کا وزن کیا گیا تو پورے چالیس اوقیہ نکلا۔ اور اس طرح حضرت سلمان کا مکاتبت کا عہد پورا ہو گیا اور مکمل آزاد ہو گئے اور س کے بعد جنگ خندق میں باقاعدہ شریک ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی مقرب اور پیارے صحابی بنے۔ آپ کا اوڑھنا بچھونا اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی بجا آوری تھی۔ ساری زندگی خدمت رسول میں گزار دی۔ ایک روز آپ سے کسی نے والد کا نام پوچھا تو فرمانے لگے میں اسلام کا بیٹا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے۔ مدائن کے امین مقرر ہوئے۔ بیت المال سے چار ہزار درہم ملتے تھے۔ سارے کے سارے غرباء میں تقسیم فرما دیتے اور خود کھجور کی چٹائیاں بنا کر اپنی گزر بسر کرتے۔ مدائن میں مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاص عیادت کیلئے آئے۔ حضرت سلمان زار زار رونے

لگے۔ حضرت سعد نے حیرانگی سے وجہ پوچھی تو بولے۔ خدا کی قسم سعد! مجھے موت کا تو کوئی ڈر نہیں اور نہ ہی مجھے دنیا کی خواہش ہے۔ بلکہ رونا مجھے اس لئے آتا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا کہ سلمان کبھی دنیا جمع نہ کرنا۔ اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح میں جا رہا ہوں۔ اب میرے پاس اسباب جمع ہو گئے ہیں۔ اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے آقا مجھے اپنے جمال سے محروم نہ کر دیں۔ حضرت سعد نے پوچھا: سلمان تیرے پاس کونسی دولت جمع ہے تو کہنے لگے۔

سعد میرے پاس ایک بڑا پیالہ۔ ایک لوٹا، ایک بوسیدہ کمبل، تکیہ کیلئے دو اینٹیں ہیں۔ انہیں بیت المال میں میری طرف سے واپس دے دینا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ خدا رحمت کنند ابن عاشقان پاک طینت۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبول حق

حضرت ابوبکر صدیق تجارت کے سلسلہ میں شام گئے۔ ایک رات راستے میں آپ نے ایک خواب دیکھا۔ کہ ایک پاک نور آسمان سے اتر کر خانہ کعبہ کی چھت پر چمک اٹھا ہے۔ اور اس کی شعاعیں مکہ اور اس کے اردگرد کے تمام علاقے میں پڑ رہی ہیں۔ اس کے بعد وہ نور سمٹنے لگا اور سمٹتا سمٹتا ان کے گھر جمع ہو گیا۔ خواب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یک گونہ حیران کر دیا۔ ان کا دل شروع سے انصاف پسند، غریب پرور اور دین ابراہیمی کا پیرو تھا۔ شراب نوشی، جوا بازی اس قسم کی کوئی جوانی کی خرابی آپ کے نزدیک تک نہ آئی تھی۔ آپ نے فوراً بحیرہ نامی راہب سے دریافت کیا جو قریب ہی اپنے کنبہ میں رہائش پذیر تھا۔ اور قریش عموماً سفر میں اس کے پس قیام کرتے تھے۔ آپ نے جب راہب سے خواب بیان کیا تو اس نے پوچھا آپ اپنا تعارف کرائیں۔ چنانچہ آپ نے بتایا میرا نام ابوبکر ہے والد کا نام ابو قحافہ ہے اور مکہ کا رہنے والا ہوں۔ جس پر بحیرہ نے کہا۔ دیکھو! عنقریب اللہ تعالیٰ مکہ میں

آخری نبی کا ظہور کرنے والا ہے۔ تم اس نبی کے مقرب ساتھی بنو گے اور اسکی وفات کے بعد اسکے خلیفہ بنو گے۔

سفر تجارت سے واپس ہوئے اور مکہ پہنچے حسب معمول سرداران قریش سے مکہ کے تازہ ترین حالات دریافت کئے۔ ابوجہل بولے۔ میاں سب سے تازہ اور دلچسپ خبر تو یہ ہے کہ تیرے دوست اور ابوطالب کے یتیم بھتیجے "محمد" نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی عبادت کرو"۔

ہمیں آپ کا انتظار تھا۔ آپ اس کے دوست تھے۔ اس کو سمجھایئے۔ تا کہ وہ اس کام سے باز آ جائے۔ اور اگر وہ باز نہ آیا تو پھر سرداران قریش اس کے روکنے کا مناسب انتظام کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

ابوبکر: ابوالحکم۔ دیکھو۔ محمدؐ ایک انتہائی صادق اور امین شخص ہے انہوں نے کبھی کوئی بے کار اور بے ہودہ بات زبان سے نہیں نکالی۔ میں ان سے ملوں گا۔ تو پتہ چل جائے گا کہ ان کا سارا معاملہ کیا ہے۔

سرداران قریش چل دیئے۔ اور آپ نے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا قصد کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ عنہم کے سامنے اسلام کی تعلیمات پیش کر رہے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش آمدید کہا اور اپنے سامنے بٹھا کر کہا۔ ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا نبی بنا کر آپ سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا ہے تا کہ تمہیں اللہ کی واحدانیت کی طرف ایمان لانے کی دعوت دوں۔ اور تمہیں اس کا شریک بنانے سے روکوں۔ دیکھو اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنی تمام قدرتوں میں کسی کا محتاج نہیں۔ یہ بت جن کی لوگ پوجا کرتے ہیں یہ سب اس کی شرکت کا سبب بنتے

ہیں۔ ان بتوں کو توڑ دو۔ یہ پتھر کے بنے بت کسی کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں دے سکتے۔

دیکھو! تم دوران سفر تھے تو خدا نے تمہیں اپنی قدرتوں کا اشارہ خواب میں کر دیا تھا۔ تم پھر بحیرہ کے پاس بھی گئے اور اس سے اس خواب کی تعبیر لی۔ وہ خواب سچا ہے اور میں ہی اس خواب کا مصداق ہوں"۔

حضرت ابوبکر صدیق نے خواب کسی سے ابھی تک بیان نہیں کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خواب اور اسکی تعبیر والا سارا قصہ کھول دیا تو حضرت ابوبکر صدیق ششدر رہ گئے۔ اور دل سے تسلیم کر لیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے اور پکے رسول ہیں۔ چنانچہ فوراً کہا۔

اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

اور اس طرح مردوں میں آپ سب سے پہلے وہ مرد تھے۔ جن کے سامنے جیسے ہی اسلام کی دعوت پیش کی گئی آپ نے فوراً اس دعوت پر لبیک کہہ دی اور پورے شرح صد کے ساتھ اس دعوت کو اپنا حرز جان بنا لیا۔ آئینہ دل تو پہلے سے صاف تھا۔ فقط خورشید حقیقت کے نور کی کرن پڑنے کی دیر تھی کہ وہ منور ہو گیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسی چیز کا اپنے کلام میں یوں رنگ بھرتے ہیں۔ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"جب تمہیں کسی سچے بھائی کا غم آوے تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرو ان کے کارناموں کی بنا پر وہ تمام مخلوق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تقویٰ اور عدل کے لحاظ سے بہتر تھے۔ اور انہوں نے جو کچھ ذمہ داری اٹھائی اسے پورے انصاف

کے ساتھ پورا کر کے چھوڑا۔ وہی ثانی اثنین اور آپ کے بعد
متصل ہیں جن کی مشکلات میں موجودگی کی تعریف کی گئی اور وہ
ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول کی صدیق کی ہے"۔

خلیفہ ہوئے تو فرمایا:۔

"اے لوگو خدا کی قسم میں نے کبھی خفیہ یا علانیہ حکومت کی تمنا نہیں کی میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں درآں حالیکہ میں کبھی بھی تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اب آپ کا یہ فرض ہوگا کہ اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو لیکن اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ یاد رکھو، سچائی امانت ہے اور جھوٹ بددیانتی ہے۔ تم میں سے کمزور ترین آدمی بھی مرے نزدیک طاقت ور ہے جب تک کہ میں اس کا حق اسے دلوا نہ دوں۔ اور تم میں سے قوی ترین شخص میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق حاصل نہ کر لوں۔ یاد رکھو جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اسے کسی عام مصیبت میں گرفتار کرا دیتا ہے۔ اٹھو اللہ تم پر رحم کرو۔ نماز کا اہتمام کرو۔

جب خلیفہ بن گئے تو آپ کے پڑوس کی لڑکی جس کی بکری کا دودھ آپ دوھا کرتے تھے بہت متفکر ہوئی کہ اب ہماری بکری کا دودھ کون نکالے گا۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا: "خلافت مجھے خلق خدا کی خدمت سے باز نہیں رکھ سکتی یہ کام اب بھی میں ہی سرانجام دوں گا"۔

کپڑے کی تجارت کرتے تھے جس سے گھر کا خرچ چلتا تھا۔ آپ نے چاہا کہ خلیفہ بننے کے بعد بھی کچھ وقت کپڑے کی تجارت میں لگاتا رہوں تا کہ گھر کا خرچ پورا ہوتا رہے۔ لیکن چند دن صحابہ کرام جب آپ کی تجارتی مصروفیات اور گھریلو

ضروریات کو دیکھا تو آپ سے عرض کیا کہ آپ یہ سلسلہ چھوڑیں۔ بیت المال سے آپ کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔ آپ نے اس پر بڑا تامل کیا لیکن صحابہ کرام نے سختی سے منع فرما دیا۔ چنانچہ انتہائی کم مقدار میں خرچ بیت المال سے لیا اور مرنے سے پہلے بیت المال سے لئے گئے تمام خرچ کو اپنی جائیداد بیچ کر واپس کر دیا۔ آخر وقت میں حضرت عائشہ سے فرمایا۔ بیٹی اب ہمارے گھر میں ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں۔ اس لئے میرے مرتے ہی یہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس بھیج دینا۔ اور مزید یہ بھی دیکھنا کوئی چیز اگر کسی کی میرے گھر میں رہ گئی ہو یا میرے ذمہ ہو تو اسے فوراً واپس کر دینا۔ جوابدہی کا یہ احساس تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

"کاش میں کوئی پودہ یا درخت ہوتا تو شاید قیامت کے روز کسی قسم کی بازپرس کا سامنا نہ کرنا پڑتا"۔

اکثر فرماتے:۔

"اے خدا تو میرا حال مجھ سے زیادہ جانتا ہے میں اپنی کیفیت ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں خدایا تو ان کے حسن ظن مجھے بہتر ثابت کر۔ میرے گناہوں کو بخش دے اور لوگوں کی بے جا تعریف کا مجھ سے مواخذہ نہ کر۔ قرآن شریف پڑھتے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے کہ آس پاس کے لوگ جمع ہو جاتے' بات بات پر رقت قلب کی وجہ سے ٹھنڈی آہیں بھرتے"۔

ایک دفعہ ایک غلام نے کھانے کی چیز لا کر پیش کر دی جب تناول فرما چکے تو پتہ چلا کہ یہ کھانا قال کھولنے کے سبب ملا تھا۔ آپ نے فوراً منہ میں انگلی ڈالی اور

سارا کھایا قے کر دیا۔ اور فرمایا کہ جو جسم حرام کے کھانے سے پرورش پاتا ہے جہنم ہی اس کا اصل اور آخری ٹھکانہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ میں نزع پیدا ہو گیا۔ آپ کی زبان سے کچھ سخت جملہ نکل گیا۔ بڑے نادم ہوئے۔ فوراً ہی معذرت خواہی کی۔ حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا تو فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضری دے کر اپنی ندامت کا اظہار کیا۔ معافی کے خواست گار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی بے تابی اور پریشانی دیکھ کر تین مرتبہ معافی کی بشارت دی۔ فرمایا ابوبکر خدا تمہیں ضرور بخش دے گا۔ ابوبکر خدا تمہیں ضرور بخش دے۔ وہ خدا تمہیں ضرور بخشے گا۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے انکار پر ندامت ہوئی۔ فوراً وہ بھی دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو دیکھا تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور التجا کی۔

"اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم میں ہی ظالم تھا۔ میری ہی زیادتی تھی"۔

لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔

"دیکھو عمر! جب میں مبعوث ہوا تو تم سب نے مجھے جھٹلا دیا لیکن ابوبکر نے نہ صرف تصدیق کی بلکہ اپنی جان و مال سے میری غم خواری کی۔ کیا تم مجھ سے میرے ساتھی کو چھڑا دو گے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خوف خداوندی

خلیفہ ثانی اور تاریخ اسلام کے نامور فرزند حضرت عمر بن الخطاب نے 7ھ کو

اسلام قبول کیا..... اور شان قبولیت اسلام کیا تھی۔ کہ گھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کیلئے تلوار برہاں لیکر نکلے۔ راستے میں بہن کے اسلام لانے کا طعنہ ملا تو سیدھا اس کے گھر پہنچ گئے اسے زدوکوب کیا، لہولہان کیا لیکن اس تشدد نے اسلام کی روحانیت کا نشہ کم نہ ہونے دیا۔ بہن نے بھائی کو صاف کہہ دیا کہ بھائی جان جاسکتی لیکن اسلام نہیں چھوڑ سکتی۔ اپنے بہنوئی کو زدوکوب کیا۔ لیکن وہ بھی اسلام چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ مار مار کے نڈھال ہو گئے۔ تو دل میں خیال آیا کہ یہ کیا اسلام ہے کہ بسینہ کنیز نے قبول کیا۔ بسیار مارا لیکن وہ قطعاً منحرف نہ ہوئی۔ اور ہم نے اور کس کس کو نہیں مارا لیکن آج تک کوئی تشدد، دھمکی یا لالچ کسی کو دین اسلام سے ہٹا نہ سکی۔ اور پھر ابھی بہن فاطمہ جو پڑھ رہی تھیں اس کی کیا بلا کی سی تاثیر تھی۔ ذرا میں بھی تو سنوں اور دیکھوں کہ وہ نشہ کس طرح چڑھا ہے جو آج تابعدار بہن اور بہنوئی کو باغی بنا گیا ہے۔ چنانچہ بہن سے کہنے لگے۔ فاطمہ مجھے تجھ سے کل بھی محبت تھی اور آج بھی محبت ہے۔ تم ذرا وہ کلام تو سناؤ جس کو پڑھ پڑھ کر تم ہم سب کو چھوڑنے پر تیار ہو گئے ہو۔ فاطمہ اٹھی ہاتھ صاف کئے اور قرآن مجید کے کچھ اجزاء سامنے لائی۔ دیکھا تو لکھا تھا۔

سبح للّٰہ ما فی السموات و الارض و ھو العزیز الحکیم. (سورۃ حدید)

زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی تسبیح کرتے ہیں وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

حضرت عمر پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے۔

امنو باللّٰہ و رسولہ

خدا اور اسکے رسول پر ایمان لے آؤ

تو بے اختیار پکار اٹھے۔

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

فوراً مضطرب ہو کر بہن سے کہا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو تو بہن نے کہا آپ پہلے غسل کریں، کپڑے بدلیں اور پھر آپ کو ان کے حضور لے جائیں گے۔ آپ نے فوراً غسل کیا۔ کپڑے پاک پہن کر اپنے بہنوئی کے ساتھ بارگاہ نبوی میں جا پہنچے۔ دور سے آتے دیکھ کر صحابہ کرام کو بڑا عجیب لگا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً کہا کہ آج آنے دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے اور عمر کا دامن پکڑ لیا۔ اور بولے۔

''بتاؤ عمر کیسے آنا ہوا ہے''

عمرؓ: (نہایت انکساری سے) ایمان لانے کیلئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (بے اختیاری سے) اللہ اکبر۔ ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا میرے ساتھ کہئے۔

عمر: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ **اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔**

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عمر تمہیں اسلام قبول کرنا مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تجھے استقامت دے اور اسلام کیلئے خدمت کرنے کیلئے قبول فرمائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حیرت اور خوشی کے جذبات سے معمور تھے۔ آپ اس وقت چالیسویں مسلمان تھے۔ اس کے بعد آپ فوراً اٹھے اور کعبۃ اللہ جا پہنچے اور جاتے ہی زور سے کہا۔ میں عمر بن الخطاب ہوں میں نے اسلام قبول کر لیا ہے جس کسی کو اپنی بہن بیوہ کرنی ہو یا بہنوں کو لاوارث کرنا ہو تو اٹھے اور زور بازو آزما لے۔ عمر کا یہ کہنا تھا کہ کفر کی دنیا میں موت چھا گئی۔

حضرت عمر پہلے مسلمان تھے جنہوں نے اسلام قبول کرتے ہی پہلا سجدہ کعبۃ اللہ میں کیا اور کعبۃ اللہ میں پہلے نماز پڑھنے والے عام مسلمان کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے غصیلے، جلد باز اور سخت گیر طبیعت کے مالک تھے۔ جس کی وجہ سے عام مسلمانوں میں ان کی وجہ سے اضطراب رہتا تھا۔ بدر کے موقع پر قریش کے بڑے بڑے سردار قیدی بن گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ طلب کرنے پر فرمایا۔ کہ سب کی گردن مار دی جائے۔ علی عقبل کی گردن مارے اور ہر دوسرا اپنے عزیز کو قتل کرے۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت کے غلبہ میں آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جس پر وحی نازل ہوئی اور اس میں تھا۔

ترجمہ: ''کسی پیغمبر کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک وہ خونریزی نہ کرلے''۔

اس عتاب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خدا کے حضور بڑی آہ وزاری وگریہ زاری کی۔ اللہ کے حضور اپنے کئے گئے فیصلہ پر استغفار وتوبہ کی اور اللہ نے توبہ قبول کر لی۔

جنگ احد کا موقع تھا۔ آپ کے ذمہ ایک حصہ کی نگرانی کا کام تھا۔ کافر چونکہ خندق عبور کرنے کی کوشش میں تھے اس لئے وہ خندق میں گھس کر حملہ کرتے تھے۔ ایک دن کافروں نے آپ کے حصہ پر خاصی یلغار رکھی۔ اور آپ اس قدر مصروف رہے کہ اس دوران عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ دل میں بڑے پریشان تھے۔ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا کہ آج کافروں نے نماز پڑھنے تک کا موقع نہ دیا۔ میں اس کا ازالہ کیسے کروں۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عمر! جہاد کی نوعیت ہی ایسی تھی۔ میری بھی آج نماز قضا ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی دعا کرتا ہوں آپ بھی استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس کی معافی بخشے گا اور درجات کی تلافی کرے گا۔

7ھ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیارت کعبہ کا ارادہ کیا تو سب صحابہ کرام کو اس کیلئے چلنے کی دعوت دی۔ اور اس خیال سے کہ کسی کو لڑائی کا شبہ نہ ہو آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی ہتھیار باندھ کر نہ چلے۔ ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم دشمن کے علاقے میں جا رہے ہیں۔ اور غیر مسلح ہو کر جانا مصلحت میں نہیں اگر آپ پسند کریں تو اسلحہ لے لیا جائے مگر پہنا نہ جائے تا کہ اگر کہیں حالات ناگوار ہو جائیں تو اپنا اسلحہ استعمال کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رائے کو پسند کیا اور اسلحہ لانے کی اجازت دے دی۔ مکہ کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ قریش نے عہد کر لیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم تک نہ رکھنے دیں گے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل لڑنے کی نیت میں نہیں تھے س لئے آپ نے قریش کو یقین دلانے کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے ان کو کچھ روز تک روکے رکھا جس سے مسلمانوں میں بڑی فکر دامن گیر ہوگئی۔

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقع پر موجود چودہ وصحابہ کرام کو ایک درخت کے نیچے جہاد پر بیعت کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیعت سے قبل ہی جہاد کیلئے ہتھیار سجا کر آ گئے۔ لیکن ادھر شہادت کی خبر غلط نکلی اور سفارت کاری جاری تھی۔ کفار قریش کی طرف سے سفارت پہنچ گئی۔ معاہدہ ہوا کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال زیارت کعبہ فرمائیں گے۔ ایک شرط یہ تھی کہ اگر کوئی آدمی قریش کا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں جائیگا تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمانوں کا آدمی قریش کے پاس جائے گا تو اسے واپس نہ کیا جائیگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ شرط بڑی ہزیمت ناک لگی۔ بڑے مضطرب ہو کر فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ پوچھنے لگے۔ اے اللہ کے رسول! آپ بتائیں کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور جب ہم حق پر ہیں تو پھر باطل سے دب کر اس طرح شرائط کیوں کی گئیں۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عمر دیکھو! میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کا حتمی فیصلہ سن کر چپ تو ہو گئے لیکن دل کا اضطراب ختم نہیں ہوا فوراً حضرت ابوبکر سے جا کر یہی عرض کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی جواب دیا اور سمجھایا کہ اللہ کے نبی کے فیصلوں پر اس طرح کا ردعمل دے کر آپ کی دل آزاری کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ آپ اس پر معافی مانگیں۔

اس طرح آپ کو بڑی ندامت ہوئی۔ فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لی اور اللہ کے رسول سے اپنی اس جسارت پر بڑی پشیمانی کے ساتھ معافی چاہی۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی شفقت سے معاف کر دیا۔ چنانچہ آپ نے کفارے کے طور پر کچھ خیرات کی۔

معاہدہ صلح پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دستخط کئے۔ مدینہ کی طرف جا ہی رہے تھے کہ راستے میں ہی سورۃ فتح نازل ہو گئی جس میں بشارت دی گئی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں فتح مبین سے نوازے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی خوشی کے ساتھ فوراً حضرت عمرؓ کو طلب کیا۔ اور انہیں فرمایا۔

"عمر! دیکھو ابھی سورۃ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فتح

مبین کی بشارت دی ہے۔ یہ سورۃ مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے
زیادہ محبوب ہے۔ اور پھر ساری سورۃ انہیں سنائی"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال ہوا تو آپ ازخود رفتہ ہو گئے۔ ننگی تلوار تان کر مسجد نبوی میں پھرنے لگے اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے تو میں اسے خون میں نہلا دوں گا۔ اسی دوران حضرت ابوبکرؓ بھی آ گئے۔ انہوں نے آقا کی زیارت کی اور پھر باہر آ کر غمزدہ مجمع اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر مخاطب ہوئے۔ اے عمر! بیٹھ جاؤ لیکن انہوں نے وارفتگی میں دھیان نہ دیا جس پر آپ نے علیحدہ کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کیا۔ لوگ آپ کی آواز سن کر فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ادھر آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔

"خطبہ مسنونہ پڑھا۔ دیکھو اگر لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتے تھے تو وہ سن لیں کہ وہ بے شک مر گئے اور اگر خدا کی عبادت کرتے تھے تو بے شک وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔ خدائے برتر نے فرمایا ہے"۔

"محمد اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا البتہ اللہ کے جو شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اسکی جزا دے گا"۔

(آل عمران: 144)

تقریر ایسی دلنشین اور پراثر تھی کہ ہر ایک کا دل مطمئن ہو گیا۔ خصوصاً جو آیت

آپ نے تلاوت فرمائی وہ ایسی باموقع تھی کہ اسی وقت زبان زد خاص و عام ہوگئی۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ آیت پہلے نازل ہی نہ ہوئی تھی اور آج ہی نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رحلت کے بعد جب حضرت عمر خلیفہ بنے تو فرمایا کہ اللہ کے مال کو میں اپنے لئے بمنزل یتیم کے مال کے سمجھتا ہوں اگر میں خود غنی ہوں تو اس مال سے بچوں۔ اگر فقیر ہوں تو اس میں سے اصول کے موافق کھاؤں اور اگر مالدار ہو جاؤں تو اس میں سے کمایا ہوا ادا کروں۔

برائر بن معرور سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر بیمار تھے۔ انہیں بتایا گیا کہ شہد کھائیں لیکن ان کے پاس نہ تھا۔ بیت المال میں کچھ شہد تھا۔ چنانچہ منبر پر جب صحابہ کرام سے مخاطب تھے تو پوچھا کہ اگر تم لوگ مجھے اجازت دو تو میں شہد حسب ضرورت استعمال کر لوں ورنہ وہ مجھ پر حرام ہے۔ لوگوں نے انہیں اجازت دے دی۔

جب بیت المال میں وسعت مال پیدا ہوئی تو مسلمان حضرت ام حفصہ رضی اللہ عنہا کے پس آئے اور ان سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوائے شدت اور اپنے نفس پر تنگی کے سب چیز سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کشادگی دے دی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ مال غنیمت سے جو چاہیں اپنے لئے کشادگی کر لیں۔ انہیں مسلمانوں کی جماعت کی طرف سے پوری اجازت ہے۔ حضرت ام حفصہؓ ان لوگوں کی رائے سے متفق ہوگئیں۔ جب لوگ چلے گئے تو حضرت عمرؓ ان کے پاس آئے۔ حضرت ام حفصہؓ نے انہیں ان کی رائے سے آگاہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے عمر کی بیٹی! تم نے اپنی قوم کی تو خیر خواہی کی مگر اپنے باپ کے ساتھ بے وفائی کی میرے خاندان والوں کا صرف میری جان و مال میں حق ہے لیکن

میرے دین و امانت میں کسی کا حق نہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا بیٹی تمہیں یاد نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسی مصیبت کی زندگی گزارتے تھے۔ وہ برابر انہیں یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ وہ رو دیں۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے تم سے کہا ہے کہ خدا کی قسم اگر مجھ سے ہو سکے گا تو میں ضرور ان دونوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مصیبت کی زندگی میں شرکت کروں گا۔ شاید کہ اس طرح میں ان دونوں کی آخرت کی راحت کی زندگی میں شریک ہو جاؤں۔

عیاض بن غنم کی توبہ

حضرت عیاض بن غنم ایک نامور صحابی تھے۔ آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کا عامل مقرر کیا۔ ان کے بارے میں شکایت ملی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازہ پر دربار مقرر ہے۔ چنانچہ آپ نے فوراً محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو اس شکایت کی تحقیق کیلئے روانہ کیا۔ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے خود جا کر لوگوں سے استفسارات کئے۔ حضرت عیاض بن غنم کے گزران اوقات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو شکایات درست پائیں۔ چنانچہ انہوں نے پوری دیانتداری سے جو کچھ دیکھا اور درست پایا اسے خلیفہ کے حضور پیش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسی حالت میں پکڑ کر مدینہ لانے کا حکم دیا چنانچہ انہیں پکڑ کر مدینہ لایا گیا جب وہ پیش ہوئے تو اس وقت باریک لباس زیب تن تھا۔ اس لباس میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فوراً وہ لباس اتارنے کا حکم دیا اور اس کی جگہ اون کا بنا کرتہ پہنا دیا اور جنگل میں بیت المال کی بکریاں چرانے پر مامور کر دیا۔ عیاض کو انکار کی مجال نہ تھی۔ مگر بار بار شرمسار ہوتے اور کہتے اس ذلت سے تو مر جانا ہی بہتر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمایا۔ یہ تو تمہارا آبائی پیشہ ہے جسے تم

ذلت قرار دے رہے ہو۔ اس سے آپ کو عار کیوں ہے۔ عیاض کو خدا خوفی دلانے کی اور اس کے ضمیر کو بیدار کرنے کیلئے ملامت کی تو اس نے اپنی غلطی مان لی اور بھرے دربار میں اپنے گناہ کی معافی مانگی۔ دل سے ایسی توبہ کی کہ پھر کبھی ساری زندگی اپنی ذمہ داریوں میں تصنع نمائش اور دنیا داری کو نہ آنے دیا۔

خشوع وخضوع عمر رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے :ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع. یعنی تیرے رب کا عذاب یقینی ہو کر رہنے والا ہے اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ تو آپ زور زور سے رونے لگے۔ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ عبداللہ بن شدار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عموماً جماعت میں پچھلی صفوں پر نماز پڑھتا تھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگلی صفوں میں ہوتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ آپ ایک آیت قرآنی انما الشکوا بثی وحزنی۔ زور زور سے پکڑتے اور زور زور سے روتے۔ رقت قلب اور عبرت پذیری سے بار بار آیت قیامت دہراتے اور روتے رہتے۔ ایک دفعہ صبح کی نماز میں سورۃ یوسف شروع کی اور جب اس آیت وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ تو زار و قطار رونے لگے۔ قیامت کے مواخذے کا ڈر اس قدر شدید ہوتا تھا کہ جس وقت کوئی آیت سنتے یا پڑھتے تو ڈکاریں نکلنا شروع ہو جائیں۔

ایک دفعہ ایک صحابی سے کہا ''تم کو یہ پسند ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد اور نیک اعمال کئے، اس کے بدلہ میں دوزخ سے بچ جائیں گے۔ اور عذاب وثواب برابر ہو جائے گا۔

وہ صحابی بولے:

''خدا کی قسم نہیں ہم نے آپ کے بعد بھی روزے رکھے، نمازیں پڑھیں، بہت سے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم عذاب سے بچ جائیں۔ اور نیکی اور بدی برابر ہو جائیں۔ اور اس لئے ایک بار راہ جاتے ہوئے آپ نے ایک تنکا اٹھا کر کہا ''کاش میں بھی خس و خاشاک ہوتا، کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی''۔

اکثر فرماتے۔ ''اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی میرے مواخذے کا ڈر زائل نہ ہو گا کیونکہ شاید وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں''۔

یہی وجہ ہے کہ رات رات بھر نمازیں پڑھتے رہتے۔ اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے۔ قیامت کے ذکر پر مبنی سورۃ ہائے قرآنی کو تلاوت کرتے جس سے خشوع و خضوع کئی گنا بڑھ جاتا۔ استغفار کرتے اور اللہ کے حضور توبہ کی دعائیں کرتے۔

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو جب آپؓ گشت پر تھے تو مسجد میں بیٹھے اصحاب رسول کو دیکھ کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ لوگ نماز کے بعد بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ نے قریب بیٹھے صحابی سے کہا کہ ذکر شروع کرو انہوں نے دعا کی

چنانچہ سب نے باری باری دعا کی ابی بن کعب فرماتے ہیں۔ میری باری آئی تو خوف سے میری آواز لرز گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابی آپ کہئے کہ اے اللہ ہماری مغفرت کر' اے اللہ ہم پر رحمت کر (تو کتنا ہی بہتر ہوتا) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود دعا کرنا شروع کی۔ اور اس قدر رقت خشوع اور درد کے ساتھ دعا کی کہ ان جیسا کوئی نہ تھا۔ اور دعا میں اس قدر آنسو بہائے، روئے کہ ان سے زیادہ آنسو بہانے والا اور رونے والا پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

ایک گلوکار کی توبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ کہ ایک شخص کو گانے کا بڑا شوق تھا۔ چھپ چھپ کے گاتا تھا۔ گانا بجانا حرام ہے۔ لیکن وہ اپنے شوق کے ساتھ ساتھ اسے اپنی روزی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اس کے گانے بجانے پر لوگ اسے خاصی رقم بطور انعام دیتے تھے۔ عمر ساری اسی طرح چھپ چھپا کے پیٹ کا دھندا چلاتے گزر گئی۔ ضعف اور پیری نے آ لیا تو آواز لڑکھڑا گئی۔ گانا بجانے میں لوگوں کو وہ لذت نہ رہی۔ نوبت فاقوں پر آ گئی۔ ایک دن جنت البقیع میں ایک جھاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا اور اللہ کے حضور دعا گو ہوا۔ اے اللہ! جب آواز تھی تو لوگ سنتے تھے جب آواز نہ رہی تو لوگ سننا چھوڑ گئے۔ جبکہ تو سب کی سنتا ہے۔ تجھے تو پتہ ہے میں ضعیف ہوں کمزور ہوں بے شک تیرا بے فرمان ہوں لیکن بندہ تو تیرا ہی ہوں اے اللہ تو میری ضروریات کو بخوبی سمجھتا ہے۔ میری ضروریات کو پورا فرما۔ اور اس دعا کے بعد زور سے آواز لگائی۔ کہ قریب ہی مسجد میں لیٹے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدا سن لی کہ کوئی اللہ کا بندہ ضرورت مند ہے اور مدد کیلئے پکار رہا ہے۔ فوراً اس کی مدد کرنی چاہئے۔ چنانچہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور ننگے پاؤں ہی بقیع کی طرف چل

دیئے۔ جہاں سے آواز آ رہی تھی۔ جا کر دیکھا تو ایک بوڑھا آدمی جھاڑی کے پیچھے بیٹھے اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب قریب ہوئے تو اسے انکے آنے کا پتہ چل گیا۔ دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''بزرگ میاں بیٹھو ٹھہرو۔ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے'' ۔بوڑھا دوڑتے ہوئے بولا: ''کس نے بھیجا ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے ''بھئی اسی نے بھیجا ہے جس کو تم پکار رہے تھے'' بوڑھے نے یہ سنتے ہی کھڑے ہو کر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہنے لگا: ''اے اللہ ستر سال تیری نافرمانی کی اور کبھی تجھے نہ پکارا۔ تو ایسا نہ ہوا۔ آج تجھے پکار لیا اور وہ بھی پیٹ کی خاطر مجبور ہو گیا تھا۔ اور تو نے فوراً میری پکار کا جواب دیا اے اللہ مجھ نافرمان کو معاف کر دے (ساتھ ہی رونے لگا) بے شک تو معاف کرنے والا ہے۔ اے اللہ میں تجھے اپنی کسی نیکی کا واسطہ نہیں دے سکتا۔ میری اپنے گناہوں پر نظر ہے اور وہ گناہ بہت زیادہ ہیں۔ میں تیرے حضور ان سب سے توبہ کرتا ہوں۔ بے شک جب تو میری آواز سننے والا ہے تو ضرور مجھے بخش دے گا۔ اے اللہ میری توبہ قبول فرما اور اس کے ساتھ ہی ایک لمبی آہ کھینچی اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بزرگ کی توبہ پر بڑا تعجب ہوا فوراً اسے اٹھوایا۔ غسل کروایا۔ خود نماز جنازہ پڑھائی اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ ''لوگو اللہ تعالیٰ پکڑتا اس لئے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے کریم ہے اور اپنے بندے پر رحم کرتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ س کا بندہ جہنم کا ایندھن بنے۔ اللہ تعالیٰ آخری وقت تک اپنی طرف سے توبہ کے دروازے کھلے رکھتا ہے۔ تا کہ غرغرہ کے شروع ہونے سے پہلے تک کوئی توبہ کرنا چاہے تو اس کو موقع مل جائے۔ اللہ تعالیٰ خلوص نیت کے ساتھ کی ہوئی توبہ ضرور قبول کرتا ہے''

حضرت عثمان بن عفان اور خشیت الٰہی

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ آپ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ کے چچا حکم بن العاص نے رسی سے باندھ دیا اور کہا کہ دیکھو ''تم اپنے باپ دادا کے دین سے نئے دین کی طرف پھر گئے ہو۔ خدا کی قسم میں تجھے کبھی نہ کھولوں گا تاوقتیکہ تم اس دین کو ترک نہ کر دو''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: خدا کی قسم میں کبھی نئے دین کو ترک نہ کروں گا اور نہ اس سے ہٹوں گا۔ چنانچہ آپ پر بڑا تشدد کیا گیا۔ لیکن آپ نے ذرا برابر بھی ہزیمت نہ دکھائی' بالآخر انہوں نے ازخود چھوڑ دیا۔

آپ کے عقد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا تھی۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا۔ اور اسی وجہ سے آپ کو ''ذوالنورین'' کہا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرض الموت میں تھے تو آپ نے بعض اصحاب سے بات کرنا چاہی تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میں نے حضرت ابوبکر کا نام لیا تو آپ خاموش ہو گئے۔ میں سمجھ گئی کہ آپ انہیں نہیں چاہتے پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو بھی آپ خاموش رہے میں سمجھ گئی کہ آپ انہیں بھی نہیں چاہتے پھر میں نے عرض کیا عثمان تو آپ نے فرمایا ''ہاں'' چنانچہ انہیں بلایا گیا۔ جب وہ آپ کے پاس آ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سب دوسروں کو ہٹ جانے کیلئے کہا اور ہم سب دور کھڑے ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھ گئے تو آپ ان سے کچھ فرمانے لگے۔ اور وہ سب کچھ حضرت عثمان سنتے جاتے اور ان کا رنگ متغیر ہوتا جاتا۔

ابو سہلہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے محاصرہ میں لے لیا تو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ہمیں ان سے جنگ کا حکم کیوں نہیں دیتے تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا اور میں اسی پر صبر کا پابند ہوں۔ ابو سہلہ فرماتے ہیں ہمارا خیال تھا کہ شاید وہ یہی دن تھا جس کا مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے عہد لیا تھا.....

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جب محاصرین نے گھیرا تنگ کر دیا تو آپ نے انہیں مخاطب کیا اور فرمایا:

"اے قوم! مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میں والی ہوں۔ تمہارا بھائی اور مسلمان ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے اپنے امکان کی حد تک کبھی اصلاح کے سوا کچھ نہ کیا۔ خواہ مجھ سے خطا ہوئی یا صواب تم لوگ اگر مجھے قتل کرو گے تو تم کبھی باہم متفق نہ ہو گے، اور نہ ہی کبھی مل کے نماز پڑھ سکو گے، نہ کبھی جہاد کر سکو گے اور نہ ہی تمہارا مال غنیمت تمہارے درمیان تقسیم ہو گا"۔

دیکھو! تم لوگوں نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت کیا دعا کی تھی۔ یہی کہ تم سب ایک حال پر متفق تھے۔ تم میں سے کوئی جدا نہ تھا۔ تم سب امیر المومنین کے دین والے اور حق والے تھے پھر کیا اب یہ کہتے ہو کہ اللہ نے تمہاری دعا قبول نہیں کی یا یہ کہ دین اللہ کے نزدیک ذلیل ہو گیا یا یہ کہ اس خلافت کو میں نے تلوار اور غلبے سے لیا اور اسے میں نے مسلمانوں کے مشورہ سے نہیں لیا، یا یہ کہ اللہ شروع

میں میری حالت کو نہ سمجھا جواب سمجھ گیا۔

(پھر دعائیہ انداز میں کہا) اے اللہ ان کے عدد کا شمار کر لے ان سب کو متفرق کر کے قتل کرو اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رکھو۔

اور پھر واقعی جن لوگوں نے ظلم اور زیادتی کی یا اِس فتنے میں حصہ لیا بری طرح قتل ہوئے۔

علقمہ بن وقاص روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرو بن العاص نے آپ سے کہا کہ آپ نے اس امت کے ساتھ ہلاکت کرنے والے کام کئے تو آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کے حضور درخواست کرتے ہوئے کہا۔

> ''اے بار الٰہہ۔ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے اور مغفرت کرنے کا سزاوار ہے'' تمام موجود لوگوں نے اس پر ہاتھ اٹھائے اور آمین کہی۔

زبیر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کنانہ بن بشیر نے برچھیوں سے مارا تو آپ نے فرمایا ''بسم اللہ'' میں اللہ پر توکل کرتا ہوں''۔ خون ان کی داڑھی سے ٹپک رہا تھا۔ قرآن سامنے تھا انہوں نے اپنے بائیں پہلو پر تکیہ لگایا ''سبحان اللہ العظیم'' زبان پر جاری تھا۔ اور پھر اسی حالت میں قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ خون قرآن پر بہنا شروع ہوا یہاں تک کہ وہ اللہ کے اس قول پر آ کے رک گیا۔

فسیکفیکھم اللّٰہ وھوا السمیع العلیم

(یعنی بس عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے آپ کو بے نیاز کر دے گا۔ وہی سننے اور جاننے والا ہے) آپ نے قرآن بند کر

دیا۔ اور اسی دوران آپ پر پھر حملہ آور ہوئے اور آپ کی جان
جان آفریں کے سپرد ہوگئی۔

حضرت علی علیہ السلام اور ان کا خوف الٰہی

حضرت علی بن ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچیرے بھائی، داماد اور چوتھے خلیفہ راشد تھے۔ آپ نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس وقت نماز پڑھی جب ابھی دس سال کے تھے۔

ہجرت کی رات بستر نبوی پر لیٹے اور رات بھر مشرکین کے محاصرے میں رہے۔ صبح جب دشمن اپنے مذموم مقاصد کی خاطر اترے تو آپ کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ کہ جاں نثار بھائی سر بکف سو رہا ہے۔ بدر سے لیکر فتح مکہ تک ہر غزوے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ 10ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یمن میں اشاعت اسلام کیلئے بھیجا اور دعا فرمائی۔

"اے اللہ ان کی زبان کو راست گو بنا اور ان کے دل کو ہدایت
کے نور سے منور کردے"۔

جس کے نتیجہ میں صرف چند دن کی سعی سے پورا قبیلہ ہمدان مسلمان ہوگیا۔

دعوت دین اور جہاد کی زندگی نے خوف خدا کی وہ راحت بخشی جو بہت کم لوگوں کا حصہ تھی۔ انتہائی درجے کے امانت دار اور متقی تھے۔ ایک روز بھوک انتہا پر تھی مزدوری کی نیت سے نکلے مدینہ کے مضافات میں دیکھا کہ ایک عورت ضعیف العمری میں کچھ اینٹیں اور پتھر جمع کر رہی ہے۔ خیال ہوا کہ شاید کوئی باغ کی سیرابی کرانا چاہتی ہوگی۔ اس کے پاس پہنچے کام کرنے کی خواہش ظاہر کی اور اپنی اجرت طے کی۔ پانی سینچنے لگے۔ اتنا کام کیا کہ ہاتھوں میں ابلے پڑ گئے۔ ایک مٹھی کھجور

اجرت میں ملی بعینہ لیکر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا تو بڑی تحسین کی اور کھانے میں ساتھ دیا۔ حد درجہ کے عبادت گزار، روزے دار اور دل کے غنی تھے۔ دروازے میں کوئی سوالی آتا تو اپنے سامنے پڑا کھانا تک سوالی کو دے دیتے اور خود بھوکا گزار لیتے۔ آپ اپنے خطبات میں اکثر دنیا سے بے رغبتی، قیامت کی تلخ ساعتوں اور حساب کتاب کے بارے میں دلپذیر اور پرتاثیر خطبات دیتے اسی طرح کے ایک خطبے میں فرمایا:

''لوگو دنیا منہ موڑ چکی ہے اور اپنے وداع کی اطلاع دے چکی ہے اور آخرت نزدیک آشکارا ہو چکی۔ آگاہ ہو جاؤ آج کا دن بدن کو چھریرا بنانے کا ہے اور کل کا دن دوڑ کیلئے مقرر ہو چکا ہے۔ سامنے جنت ہے یا آخرت کا دوزخ۔ کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے توبہ کر لے؟ کیا کوئی ہے جو اپنے روز بد سے پہلے اپنے لئے کچھ نیک کام کرے۔ دیکھو آج تم امید وار آرزو کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہو جس کے پیچھے موت ہے جس نے عہد آرزو میں موت کے آنے سے بیشتر کام کر لیا' اسے اس کے نیک عمل نے فائدہ پہنچا دیا۔ اسے اسکی موت کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی اور جس نے اپنے عہد آرزو میں موت کے آنے سے پہلے کوتاہی کی تو گویا اس کا عمل رائیگاں گیا۔ اسکی موت اسے نقصان پہنچائے گی۔ دیکھو! راحت وغم کے زمانے میں اس طرح عمل کرو جس طرح خوف و دہشت کے عالم میں آدمی کر گزرتا ہے ہاں سچ تو یہ ہے کہ میں نے نہ تو جنت کی سی کوئی نعمت دیکھی جس کے مشتاق اس

طرح خواب غفلت میں غرق ہوں اور نہ جہنم جیسا عذاب دیکھا جس سے بھاگنے والے، یوں خواب خرگوش میں مبتلا ہوں۔ خبردار! جسے حق نفع نہ پہنچائے گا اسے باطل نقصان پہنچائے گا اور ہدایت جس کی راہبری نہ کر سکے گی اسے گمراہی کھینچ کر ہلاکت کی منزل تک پہنچا دے گی۔ خبردار۔ انہیں کوچ کا حکم دیا جا چکا ہے اور زاد راہ کی طرف رہنمائی بھی کر دی گئی ہے۔ مجھے تو تمہاری طرف سے دو چیزوں کی بہت فکر ہے ایک خواہش نفس کی پیروی، دوسری امیدوں کی فراوانی۔ دنیا سے وہ توشہ اپنے ساتھ لیکر آخرت کی منزل کی طرف کوچ کرنا جس سے کل قیامت کے دن اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا سکو۔

آپ نے اپنوں کی بے وفائی، غیروں کی سازشوں اور منافقوں کی ریشہ دوانیوں کے کئی نازک اور تکلیف دہ روپ دیکھے۔ قدرت نے ہمیشہ اپنی طرف ہی متوجہ رکھا۔ آپ کے دل میں ایک نہایت شفاف، پرخلوص اور ہمدردانہ جذبہ خدمت تھا۔ کسی سے بدگمانی کا سوچنا گناہ سمجھتے تھے۔ لیکن عملی زندگی کی سرد گرم اور تلخ ساعتوں میں عجب اور پریشان کن مواقع پر ہمیشہ اپنے خدا سے رجوع کیا۔ آپ ہمیشہ اس طرح کی دعائیں کرتے۔ ایک مشہور توبہ و استغفار پر مبنی دعا مذکور ہے۔ ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

''خدایا میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کا علم مجھ سے زیادہ تجھے ہے اور یہ گناہ دوبارہ سرزد ہوں تو بھی ازراہ کرم دوبارہ بھی مجھے معاف کر دینا۔ خدایا میں نے اپنے نفس سے اطاعت و بندگی الٰہی کے جو وعدے کئے تھے اور ان وعدوں کو تو نے مجھ

سے وفا ہوتے نہ پایا ان پر بھی تو درگزر سے کام لے نیز اگر
میں نے زبان سے تیرا تقرب ڈھونڈا اگرچہ میرے دل میں
میرا ساتھ نہ دیا، تو بھی تو عفو سے کام لے اور میرے پروردگار!
میرے گوشہ جسم کے اشاروں، فضول باتوں، نامناسب
امیدوں اور زبان کی لغزشوں کو بھی معاف کر دے"۔ (آمین)

ایک اور دعا جو آپ سے مذکور ہے وہ بھی عجز و انکساری کا سمندر ہے آپ دعا فرماتے تھے۔ (ترجمہ پیش خدمت ہے)

"خدایا تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام دوستوں سے زیادہ سچا
دوست ہے اور جو لوگ تجھ پر توکل کرتے ہیں تو ان کی اصلاح
کار کیلئے ہر وقت موجود ہے۔ بے شک تو ان کے پوشیدہ
کاموں کو دیکھتا ہے اور ان کے ہر خیال، اندیشے سے آگاہ
ہے۔ تو ان کی بینائی اور بصیرت کا اندازہ جانتا ہے۔ ان کے
راز تیرے نزدیک آشکار اور ان کے دل ہمہ وقت تیری ہی
جانب نگراں ہیں۔ اگر تنہائی میں وحشت انہیں گھیر لیتی ہے تو
تیرا ذکر ہی انہیں مانوس کر سکتا ہے۔ اگر وہ ہجوم اندوہ میں گرفتار
ہو جاتے ہیں تو تیری ہی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ کیونکہ وہ خوب
جانتے ہیں کہ سررشتہ کار تیری منشا قدرت کے ساتھ میں سب
کچھ ہے اور ان کے صادر ہونے کی جگہ، تیری ہی قضا و قدر
ہے؟

بار الٰہی اگر میں یہ نہ جانوں کہ کیا چاہتا ہوں اور اپنی درخواست سے پریشان بن جاؤں تو جس میں میری صلاح ہو، اسی طرف میری رہنمائی فرما اور میرے دل کو

اس طرف متوجہ کر دے۔ جس میں میرے لئے خیر اور بہتری ہو۔ پس یہ بات تیری ہدایت کے خلاف ہے اور نہ تیری سربراہی کیلئے کوئی نئی چیز ہے۔

بار خدایا! میرے ساتھ اپنے عفو و بخشش کو ملحوظ رکھ کر سلوک داد گر اور عادل بن نہ کر۔ کیونکہ بے شک میں بڑا گناہ گار اور تو بہت بڑا غفار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور خشیت الٰہی

حضرت عبداللہ بن عمر کو نوعمری سے ہی عبادت و ریاضت کا شوق تھا۔ طلوع سحر تک استغفار کرتے مسجد نبوی سے دن چڑھے نکلتے۔ رات بھر میں چار پانچ مرتبہ اٹھ کر نوافل پڑھتے تلاوت قرآن سے بڑا شغف تھا۔ ایک رات میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا بڑی تاکید سے اہتمام کرتے۔ دنیاوی دلفریبیوں سے مزاجاً پرہیزی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ''رجل صالح'' کی سند بخشی تھی۔ تقویٰ اصابت رائے اور زہد وورع میں بے مثل تھے۔ مال و دولت کا کوئی لالچ نہ تھا۔

یزید کی بیعت کیلئے جب حضرت عمرو بن العاص نے دبے لفظوں میں نقد مال و دولت کی رشوت پیش کی تو آگ بگولہ ہو گئے اور انہیں گھر سے نکال دیا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلافت قبول کرنے کی خواہش کی تو صاف انکار کر دیا۔ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں عبداللہ بن زبیر، مصعب بن زبیر، عبدالملک بن مروان اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے مل کر رکن یمانی کو پکڑ کر دعا مانگی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا۔

''خدایا! تو بڑا ہے اور تجھ سے بڑی ہی چیزیں مانگی جاتی ہیں اس لئے میں تجھ کو تیرے عرش تیرے حرم، تیرے نبی اور تیری ذات کی حرمت کا واسطہ دلا کر دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ حجاز پر میری حکومت اور عام خلافت

نہ تسلیم کر لی جائے" اس کے بعد مصعب بن زبیرؓ نے دعا کی کہ:

"اے خدا تو تمام چیزوں کا رب ہے۔ آخر میں سب کو تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔ میں تیری اس قدرت کا واسطہ دے کر جس کے قبضہ میں تمام عالم ہے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ میں عراق کا والی نہ ہو جاؤں اور سکینہ میرے نکاح میں نہ آ جائے"۔

اس کے بعد عبدالملک بن مروان نے دعا کی کہ:

"اے زمین و آسمان کے مالک میں تجھ سے ایسی چیزیں مانگتا ہوں جس کو تیرے اطاعت گزار بندوں نے تیرے حکم سے مانگا ہے۔ میں تجھ سے تیری ذات کی حرمت، تیری مخلوقات و بیت الحرم کے رہنے والوں کے حق کا واسطہ دے کر دعا مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھانا جب تک کہ مشرق و مغرب پر میری حکومت نہ ہو جائے اور اس میں جو شخص رخنہ اندازی کرے، اس کا سر قلم کر دوں"۔

ان سب کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر اٹھے۔ رکن یمانی کو پکڑا اور اللہ کے حضور دست بدعا ہوئے:۔

"اے خدایا تو رحمٰن و رحیم ہے۔ میں تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہوں جو تیرے غضب پر غالب ہے کہ تو مجھے آخرت میں رسوا نہ کر اور اس عالم میں مجھے جنت عطا فرما"۔

براء روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ چلتے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ آپ میرے بارے لاعلم تھے۔ آپ کہتے جا رہے تھے۔

"لوگ کندھوں پر تلواریں رکھے آپس میں کٹے مرتے ہیں اور

مجھ سے کہتے ہیں کہ ابن عمر ہاتھ لاؤ بیعت کریں"۔

تاہم اختلاف امت سے بچنے کیلئے بعد میں آپ نے ایک رویہ اپنا لیا کہ ہر خلیفہ کی بیعت کی اور ہر امیر کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ مگر یہ احتیاط بھی مذہب کی اجازت تک محدود رکھتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

دور فتن ہے۔ جنگ و جدل سے دور رہتا ہوں۔ اور ہر غالب کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں مگر یہ اطاعت اسی حد تک تھی جہاں تک مذہب اجازت دیتا اور اگر مذہبی پابندی مخل ہوتی تو اطاعت ضروری نہ سمجھتے۔ حجاج نے جب نماز میں سستی کرنا شروع کی تو آپ نے بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی بلکہ مدینہ چلے گئے۔

آپ انتہائی بے باک اور نڈر تھے۔ مرض الموت میں جب حجاج ایک دفعہ خطبہ دے رہا تھا تو آپ نے کہا:۔

"تو خدا کا دشمن ہے۔ تو نے حرم الٰہی کو رسوا کیا۔ بیت اللہ کو تباہ کیا۔ اولیاء اللہ کو قتل کیا"۔

ایک دفعہ حجاج نے خطبہ میں کہا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کلام اللہ میں ردوبدل کیا تو آپ نے جھٹ کہا۔

"تو جھوٹ بکتا ہے۔ ابن زبیر میں اتنی طاقت ہے نہ تجھ میں اتنی مجال ہے"۔

مرض الموت میں حجاج عیادت کیلئے آیا تو انجان بن کر کہنے لگے۔

"کاش زخمی کرنے والے کا مجھ کو علم ہو جاتا (اور بگڑ کر کہا) وہ تیرا نیزہ تھا"۔

حجاج تم نے یہ کیسے کہا کہ ایام حج میں تو نے لوگوں کو مسلح کیا۔ حرم محترم میں ہتھیاروں کو داخل کیا۔ پھر پوچھتے ہو کس نے زخمی کیا۔

اسی طرح ایک دفعہ نماز جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے حجاج کو دیر ہوگئی تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

''نماز کا وقت جا رہا ہے۔ تقریر ختم کرو''

حجاج نے سنی ان سنی کر دی اور تقریر جاری رکھی۔ تو پھر بولے۔ تو اس نے پھر کچھ اہمیت نہ دی تو آپ پھر تیسری بار بولے۔

''حاضرین اگر میں اٹھ جاؤں تو تم بھی اٹھ جاؤ گے''

لوگوں نے کہا: ''ہاں''

عبداللہ بن عمر: حجاج معلوم ہوتا ہے کہ تم کو نماز کی ضرورت نہیں ہے، اور آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ دیکھتے ہی حجاج نے تقریر ختم کر دی اور نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔

بعد میں عبداللہ بن عمر سے پوچھنے لگا۔ ''تم نے ایسا کیوں کیا؟''

حضرت عبداللہ بن عمر: ''ہم لوگ نماز کیلئے مسجد میں آتے ہیں اس لئے جس وقت نماز کا وقت ہو جائے تو اس وقت فوراً تم کو نماز پڑھنی چاہئے۔ نماز کے بعد جس قدر تمہارا دل چاہے بکا کرو''

نافع کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ ایک دن ابن عمر خانہ کعبہ میں سربسجود کہہ رہے تھے کہ:

''خدایا تو خوب جانتا ہے کہ میں نے حصول دنیا میں قریش کی مزاحمت صرف تیرے خوف سے نہیں کی''۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی توبہ

حضرت عمرو بن العاص قریش کے معزز سردار تھے۔ جب تک سلام نہ لائے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ حبشہ میں اس قافلے کے سردار تھے جو نجاشی سے

مسلمانوں کو لینے گیا تھا اور کامیاب نہ ہوئے۔ بایں ہمہ وجوہ ان کا بیان ہے کہ میرا دل مسلمانوں کی مخالفت سے رفتہ رفتہ کنارہ کشی اختیار کرتا گیا۔ قریش نے جب محسوس کیا تو مجھ سے بحث کرنے لگے۔ تو میں نے کہا۔ ''بتاؤ کیا ہم حق پر ہیں یا فارس والے اور روم والے'' تو انہوں نے کہا کہ ہم ہیں جس پر عمرو بن العاص نے کہا ''اگر اس عالم کے بعد دوسرا عالم نہیں ہے تو ہماری حق پرستی کس کام آئیگی جبکہ ہم دنیا میں بھی باطل پرستوں سے مقابلہ میں تنگ حال رہے۔ اور دوسرے عالم میں بھی بدلہ کی کوئی امید نہیں اس لئے میری رائے میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ تعلیم کہ مرنے کے بعد ایک دوسرا عالم ہوگا جہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ کس قدر صحیح ہے''۔

غزوہ احزاب کے بعد عمرو بن العاص نے پھر سرداران قریش سے کہا۔

''خدا کی قسم! تم لوگ یقین جان لو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات تمام باتوں پر سربلند ہوگی۔ اس میں کسی انکار کی گنجائش نہیں۔ میری رائے ہے کہ ہم لوگ نجاشی کے پاس چل کر قیام کریں۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غالب آ گئے تو ہم نجاشی کے پاس ٹھہر جائیں گے کیونکہ نجاشی کی ماتحتی میں رہنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ماتحتی میں رہنے سے ہمارے لئے بہتر ہوگی۔ اور اگر ہماری قوم ان پر غالب آ گئی تو ہم ممتاز لوگ ہیں ہمارے ساتھ ان کا رویہ بہتر ہی ہوگا''۔

چنانچہ سب لوگ نجاشی کے پاس گئے۔ نجاشی کے ہاں ان دنوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر عمرو بن امیہ ضمری گئے ہوئے تھے۔ قریش نے عمرو بن العاص کے ذریعے سے انہیں قتل کرنے کیلئے مانگا۔ نجاشی نے بڑے غصے سے انکار کر

دیا تو عمرو بن العاص نے معذرت چاہی جس پر نجاشی نے انہیں کہا۔

''عمرو! تمہاری حالت قابل افسوس ہے میرا کہا مانو اور اس کی پیروی کر لو۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہے وہ اپنے تمام مخالفوں پر غالب آئے گا۔ جس طرح موسیٰ فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آیا تھا''۔

اس پر عمرو بن العاص نے کہا: آپ پھر مجھ سے اسلام کی قبولیت کی بیعت لیجئے۔ نجاشی نے ہاتھ بڑھایا اور عمرو بن العاص نے اسلام قبول کر لیا۔

عمرو بن العاص اس کے بعد فتح مکہ سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ان کے ساتھ حضرت خالد بن ولید بھی تھے۔ اس کے بعد برابر اسلامی غزوات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور سے پہلے تک پوری دلجمعی کے ساتھ شریک جہاد رہے۔ فتوحات شام، اجنادین، دمشق فحل ، یرموک، فلسطین، اموا اس اور مصر کی جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مصر کی تسخیر کے بعد آپ وہیں کے گورنر رہے۔ حضرت عثمان جب خلیفہ بنے تو انہوں نے آپ کو معزول کر دیا۔ جس کا آپ کو بڑا افسوس ہوا۔ لیکن پھر بھی حضرت عثمان کے آخر دم تک مشیر سلطنت رہے اور کبھی بھی معزولی کا غصہ نہ کیا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہوئے لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصر کی گورنری پر معاہدہ ہوا تو ان کے حامی بن گئے۔ حضرت علی و حضرت امیر معاویہ کی تحکیم کے وقت حضرت امیر معاویہ کے حق میں فیصلہ دیا۔ مصر اور شام پر جب مستقل قبضہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہو گیا تو اختلاف پیدا ہو گیا۔ تاہم اسے حضرت معاویہ بن خدیج نے درمیان میں آ کر حل کر دیا۔ اس پر ہنگامہ اور اقتدار کی گہما گہمی کے باوجود جب مرض الموت کے آثار غالب آئے تو رقت قلب

بڑھ گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کیلئے آئے تو انتہائی ندامت کے ساتھ کہنے لگے۔

''کیا پوچھتے ہو دنیا کم بنائی مگر دین زیادہ بگاڑا اگر اس کو بگاڑا ہوتا جس کو بنایا ہے اور اسے بنایا ہوتا جس کو بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا۔ اگر آخر عمر کی آرزو فائدہ مند ہوتی تو ضرور آرزو کرتا۔ اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں۔ نہ ہاتھوں کے سہارے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ پاؤں کے سہارے نیچے اتر سکتا ہوں۔

''اے بھتیجے۔ مجھ کو کوئی ایسی نصیحت کر کہ س سے فائدہ اٹھاؤں''۔

ابن عباس: افسوس! اب وہ وقت کہاں اب وہ بھتیجا بھی بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی ہو گیا ہے۔ اگر آپ رونے کیلئے نہیں تو میں رونے کیلئے تیار ہوں۔ مقیم سفر کا کیسے یقین کر سکتا ہے۔

عمرو بن العاص: اس وقت اسی برس سے کچھ اوپر میری عمر ہے۔ اور تو مجھ کو پروردگار کی رحمت سے ناامید کرتا ہے۔ ابھی تک مجھے یہاں تک تکلیف دے کر راضی ہو جا''۔

ابن عباس: ہیہات۔ ابو عبداللہ، جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور جو دے رہا ہے وہ پرانی ہے۔

عمرو بن العاص: ابن عباس تم کو کیا ہو گیا ہے جو بات میں کہتا ہوں تم اس کا الٹا کہتے ہو''۔

بن شامہ مہری کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص مرض الموت میں تھے کہ ہم ان کی عیادت کرنے گئے تو وہ دیوار کی طرف منہ کر کے رونے لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے دلاسا دیا کہ ابا! کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں فلاں بشارتیں نہیں دیں۔

ابن العاص: بیٹا! میرے پاس افضل ترین دولت کلمہ شہادت ہے۔ مجھ پر زندگی کے تین دور گزرے ہیں۔ ایک وہ دور تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا اور یوں سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو کر کے انہیں قتل کر دوں۔ اگر اس حالت میں مر جاتا تو میرے لئے دوزخ یقینی تھی۔ پھر اللہ عزوجل نے میرے دل میں اسلام ڈالا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ۔ ہاتھ پھیلایئے میں بیعت کروں گا'' آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے سمیٹ لیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ عمرو بن العاص تم کو کیا ہو گیا۔ تو میں نے عرض کیا: میں ایک شرط چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کونسی شرط ہے'' میں نے عرض کیا ''میری مغفرت ہو جائے'' تو آپ نے فرمایا:

''عمرو بن العاص! کیا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام پہلے اپنے تمام گناہوں کو کالعدم کر دیتا ہے ہجرت اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ حج اپنے سے پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے''۔ اس کے بعد میری یہ حالت ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہ رہا اور نہ ہی ان سے زیادہ میری نگاہ میں کوئی بزرگ رہا۔ آپ کی ہیبت، عظمت

اور بزرگی کی وجہ سے نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر آپ کا کوئی مجھ سے حلیہ پوچھے تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ میں نے کبھی نظر بھر کے نہیں دیکھا۔ اگر اس حالت میں مرجاتا تو جنت کی امید تھی۔ پھر تیسرا دور آیا۔ جس میں مختلف قسم کے اعمال کئے۔ اب میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ جب میں مرجاؤں تو نوحہ کرنے والیاں میرے ساتھ نہ جائیں اور نہ ہی جنازہ کے پیچھے آگ جائے۔ دفن کرتے وقت مٹی آہستہ آہستہ ڈالی جائے۔ دفن کرنے کے بعد اتنی دیر قبر کے پاس رہنا جب تک جانور ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم نہ ہو جائے۔ تاکہ میں تمہاری وجہ سے مانوس ہو جاؤں اور یہ غور کرلوں کہ اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دوں"۔

موت کے وقت اپنے محافظ دستے کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ میں تمہارا کیسا ساتھی تھا۔ جواب ملا۔ آپ ہمارے سچے ساتھی تھے۔ ہماری عزت کرتے تھے۔ ہم کو دل کھول کر لیتے دیتے تھے۔

عمرو بن العاص: کیا میں یہ سلوک اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھ کو موت سے بچاؤ گے۔ دیکھو یہ موت سامنے کھڑی ہوئی میرا کام تمام کرنا چاہتی ہے۔ اس کو کسی طرح سے میرے سامنے سے دور کر دو۔

محافظ: عجیب فرمائش سنکر ایک دوسرے کو حیرت سے تکنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد بولے۔

اے ابوعبداللہ! خدا کی قسم ہم کو آپ سے ایسی فضول بات سننے کی امید نہ تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپ کے کچھ کام نہیں آسکتے۔

عمرو بن العاص: میں نے یہ جانتے ہوئے تم سے ایسی فرمائش کی تھی۔ کہ تم میری موت کے مقابلہ میں کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ کاش میں نے تم میں سے کسی کو اپنی حفاظت کیلئے نہ رکھا ہوتا۔ افسوس ابن ابی طالبؓ سچ کہتے تھے۔ کہ انسان کی محافظ خود اسکی موت ہے۔ خدایا میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کروں۔ طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آ جاؤں۔ اگر تیری رحمت نے دستگیری نہ کی تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔

صاحبزادے کو وصیت کی کہ جب مر جاؤں تو پہلے معمولی پانی سے نہلا کر کپڑے سے خشک کرانا۔ پھر تازہ اور صاف پانی سے نہلانا۔ تیسری مرتبہ کافور آمیز پانی سے غسل کرنا اور کپڑے سے خشک کرنا۔ دفناتے وقت آزار بند کس کے باندھنا کہ میں مخاصم ہوں گا۔ جنازہ درمیانی چال سے چلنا لوگوں کو جنازہ کے پیچھے رکھنا کہ اس کے آگے ملائکہ چلتے ہیں اور پچھلا حصہ بنی آدم کے چلنے کیلئے ہے قبر میں رکھنے کے بعد مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ پھر دعا میں مصروف ہو گئے۔

"الٰہی تو نے حکم دیا میں نے حکم عدولی کی' تو نے ممانعت کی میں نے نافرمانی کی میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کروں۔ طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آ جاؤں"۔

اور لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ کہتے کہتے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اسامہؓ بن زید کی توبہ

اسامہ رضی اللہ عنہ زید بن حارث کے بیٹے تھے۔ پیدائشی مسلمان تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو لڑکپن میں حضرت حسن علیہ السلام کے ساتھ

میدانوں میں لے کر نکل جاتے اور آسمانوں کی طرف دیکھ کر ارشاد فرماتے۔

''اے خدا میں ان دونوں کو چاہتا ہوں پس تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت آپ پر آخر وقت تک رہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس کام کے بارے میں آپ کی رضامندی حاضر کرنا چاہتیں تو اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس کی سفارش کیلئے بھیجتیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کئی اعزازات سے نوازا۔ آپ کو آخر وقت رومیوں کے مقابلے میں جانے والے لشکر کا امیر بنایا۔ حالانکہ اس وقت آپ کی عمر 18 سے 20 سال تھی اور کئی بزرگ صحابہ کرام اس پر چہ میگوئیاں کرنے لگ گئے۔ لیکن آپ نے اس فیصلہ پر فرمایا۔

''اسامہ کی فوج کو جانے دو میری جان کی قسم اسامہ کے امیر جیش ہونے پر اسی طرح طعن کر رہے ہو جس طرح اس کے باپ کے امیر مقرر ہونے پر کیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ امارت کے لائق تھے اور اس کا باپ بھی لائق تھا۔ وہ اور اس کا باپ فاطمہ کے علاوہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ پس میں تمہیں اسامہ کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں''۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جب ایک جہاد سے واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے ساتھ بٹھا کر جہاد کے واقعات سننے لگے گئے۔ اسامہ کہنے لگے:

''حضور! جب کافروں نے راہ فرار اختیار کی تو ہم نے ان کا تعاقب کیا۔ میں اور ایک انصاری ایک مفرور پر جھپٹے اس نے

اپنے بچاؤ کیلئے جب کوئی صورت نہ دیکھی تو اسکی زبان سے کلمہ شہادت نکلا لیکن میں اس وقت تک نیزہ چلا چکا تھا جس سے چھد کر وہ وہیں ڈھیر ہو گیا"۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سننا تھا کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اور انتہائی سخت لہجے میں بولے۔

"اے اسامہ تم پر افسوس، تم لا الہ الا اللّٰہ کا کیا جواب دو گے؟"

"اے اسامہ تم پر افسوس، تم لا الہ الا اللّٰہ کا کیا جواب دو گے؟"

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس نے تو صرف اپنی جان بچانے کیلئے لا الہ الا اللّٰہ کہہ دیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بھی یہ فرمایا۔ "اے اسامہ لا الہ الا اللّٰہ کا کیا جواب دو گے؟"

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ برابر بار بار یہی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ ندامت کے مارے میری گردن نہ اٹھتی تھی اور مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی "اے کاش میرا گذشتہ اسلام کالعدم ہو جاتا اور میں آج مسلمان ہو جاتا"۔

آخر میں نے بڑی عاجزی سے عرض کیا:

"حضور میں آج سے عہد کرتا ہوں کہ اب کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا جو لا الہ الا اللّٰہ پڑھتا ہو"

اور پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے انکی بیعت نہ کی اور نہ ہی

ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے علی! اگر آپ اپنا ہاتھ کسی اژدھے کے منہ میں ڈال دیں تو میں بھی اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ کے ساتھ ڈال دوں گا۔ آپ سن چکے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا جب میں نے اس شخص کو قتل کیا تھا جو لا الہ الا اللہ کہہ رہا تھا۔ لہٰذا آپ کے ہمراہ لڑنے سے مجبور ہوں کیونکہ آپ کی لڑائی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہی ہے۔

جابر بن زید کی فرقہ اباضیہ سے برأت

جابر بن زید قرآن و حدیث کے نامور عالم اور حضرت عبداللہ بن عبس کے ساتھیوں میں شمار ہونے والے نامور تابعی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ انہیں فقہائے بصرہ کا امام کہتے تھے۔ حجاج کی دور حکومت میں انہیں قید و بند کا سامنا کرنا پڑا۔ دنیا کی نعمتوں کی آپ کے سامنے کوئی وقعت نہ تھی۔ فرماتے تھے کہ ساٹھ برس عمر ہونے کو آئی اس طویل مدت میں بہت کچھ ملا اور خدا نے بہت سی نعمتوں سے نوازا لیکن علم قرآن و حدیث کے خیر کے علاوہ باقی تمام نعمتیں میرے نزدیک جوتے سے بھی فروتر ہیں۔

جابر کے فرقہ اباضیہ جو کہ خارجی لوگوں کی ایک شاخ تھی کے لوگوں سے مراسم تھے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو گمان ہوا کہ ان کا تعلق بھی اسی جماعت سے ہے یا کم از کم ان کے خیالات سے متاثر ہیں۔ انہوں نے بارہ دفعہ اس الزام سے اپنی برأت کا اظہار کیا۔ خاص طور پر جب مرض الموت میں تھے تو آپ نے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کی خواہش کی۔ وہ اس وقت حکومت کے خوف کی وجہ سے بی خلیفہ کے گھر میں روپوش تھے۔ چنانچہ انہیں اطلاع دی گئی۔ تو وہ فوراً آنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ لوگوں نے پکڑے جانے کا خوف بھی دلایا لیکن حضرت حسن بصری نے فرمایا میرا خدا میرے دشمنوں سے مجھے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ اسی وقت حضرت جابر کے پاس پہنچے۔ جابر بیماری اور نقاہت کی وجہ سے اٹھ نہ سکتے تھے لیکن پھر بھی سہارا لیکر اٹھے۔ حسن بصریؒ نے انہیں کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی چنانچہ کلمہ طیبہ پڑھا اور پھر کلام اللہ کی آیات تلاوت کیں۔ پھر حسن بصریؒ نے پوچھا۔

''جابر! اباضیہ تم سے دوستی رکھتے ہیں''

جابر: ''میں خدا سے ان سے برأت چاہتا ہوں''

حسن بصریؒ: نہروانیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

جابر: میں اس سے بھی برأت کرتا ہوں۔

حضرت حسن بصری صبح تک انہیں رخصت کرنے کا انتظار کرتے رہے لیکن وقت موعود پورا نہیں ہوا تھا اس لئے صبح کے آثار نمودار ہونے کے بعد چار تکبیریں کہہ کر ان کے حق میں دعائے مغفرت کی اور صبح ہونے سے پہلے اپنی قیام گاہ کو لوٹ گئے۔

حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ اور استغفار

امام باقرؒ کے صاحبزادے اور حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے قاسم بن محمد کی لڑکی کے بطن سے تھے۔ آپ کا خانوادہ علم وفضل کے چشم و چراغ تھے۔ مشہور حافظ حدیث، افقہ الفقہا اور امام زمن مشہور تھے۔ سفیان ثوری سے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ ''سفیان! جب خدا تم کو کوئی نعمت عطا کرے اور تم اس کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرو'' کیوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا'' جب رزق ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو استغفار زیادہ کرو کیونکہ رب کریم اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔

''اپنے رب سے مغفرت چاہو وہ بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔ تم پر آسمان سے موسلادھار پانی برسائے گا اور دنیا میں مال تو اولاد سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور آخرت میں تمہارے لئے جنت اور نہریں بنائے گا'' جب تمہارے پاس سلطان وقت یا اور کسی کا حکم پہنچے و لاحول ولا قوۃ اللّٰہ باللّٰہ العظیم۔ زیادہ پڑھو۔ وہ کشادگی کی کنجی ہے۔ جو شخص اپنی قسمت کے حصہ پر قناعت کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے اور جو دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مرتا ہے۔ جو شخص خدا کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا وہ خدا کو اس کے فیصلہ پر متہم کرتا ہے۔ جو شخص دوسرے کی پردہ دری کرتا ہے خدا اس کے گھر کے خفیہ حالات کی پردہ دری کرتا ہے۔ جو بغاوت کیلئے تلوار کھینچتا ہے وہ اسی سے قتل کیا جاتا ہے۔ جو اپنے بھائی کیلئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو سفیہوں کے پاس بیٹھتا ہے وہ حقیر ہو جاتا ہے۔ جو علماء سے ملتا جلتا ہے، وہ معزز ہو جاتا ہے۔ جو برے مقامات پر جاتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ حق بات کہو خواہ تمہارے موافق ہو یا مخالف۔ آدمی کی اصل اس کی عقل ہے اسکا حسب اس کا دین ہے اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے۔ تمام آدم کی نسبت میں برابر ہیں۔ سلامتی بہت نادر چیز ہے۔ یہاں تک کہ اس کے تلاش کرنے کی جگہ بھی مخفی ہے۔ اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو ممکن ہے گوشہ گمنامی میں ملے۔ اگر تم اس کو گوشہ گمنامی میں تلاش کرو اور نہ ملے تو ممکن ہے تنہا نشینی

میں ملے۔ گوشہ تنہائی گوشہ گمنامی سے مختلف ہے۔ اگر گوشہ تنہائی
میں بھی نہ ملے تو پھر سلف صالحین کے اقوال میں ملے گی"۔
"جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو فوراً اسکی مغفرت چاہو۔ انسان کی تخلیق کے پہلے سے اسکی گردن میں خطاؤں کا طوق پڑا ہے۔ گناہوں پر اصرار ہلاکت ہے"۔
آپ فرماتے تھے کہ جب دنیا کسی کے موافق ہوتی ہے تو دوسروں کی بھلائیاں بھی اسے دے دیتی ہے اور جب منہ پھیر لیتی ہے تو خود اسکی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے۔
امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک زمانہ تک آپ کے پاس آتا جاتا رہا۔ میں نے ہمیشہ آپ کو نماز پڑھتے، روزہ رکھے اور قرآن کی تلاوت کرتے دیکھا۔

حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور توبہ

خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ بن یسار سرتاج اولیاء میں سے تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سایہ شفقت میں پلے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک ان کی عمر تیرہ چودہ سال تھی۔ جس کی وجہ دوسری ازواج مطہرات کی خدمت میں بھی جا کے انکی خدمت کرنے کا شرف ملتا ہے۔
آپ جامع کمالات عالم دین، بلند مرتبہ فقیہہ، شب بیدار، عابد اور صائم الدھر زاہد تھے۔ فصاحت و بلاغت اور حسن و جمال میں بے مثل تھے۔ آپ نے اجل صحابہ کرام مثلاً حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، انس بن مالک، جابر بن معاویہ، معقل بن یسار، ابی بکرہ، عمران بن حصین اور جندبجلی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اکتساب فیض کیا۔ آپ پر خشیت الٰہی کا کمال غلبہ رہتا۔ ان کے نزدیک عمل و اخلاص کو بڑی اہمیت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ غرور کے بات دل کی گہرائیوں میں چھپائے

ہیں اور ظاہری لباس سے تواضع اور فروتنی ظاہر کرتے ہیں۔ بخدا یہ گلیم گدائی میں بیش قیمت روا پوشوں سے زیادہ مغرور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ظالم حکمرانوں اور جابر امراء کے مقابلہ میں اعلان حق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بجائے آج سکوت کی زیادہ ضرورت ہے۔ فرماتے۔ مومن کو اپنا نفس ذلیل نہ کرنا چاہئے۔ س زمانہ کے امراء کی تلواریں مومنین کی زبانوں سے آگے بڑھ گئی ہیں۔ جب ان سے گفتگو کی جاتی ہے تو انکی تلواریں اپنا کام کر جاتی ہے۔ ان حالات میں آپ ظلم کی تلوار کے مقابلہ میں توبہ کی ڈھال استعمال کریں۔ جب آپ سے کہا جاتا کہ میدان میں نکل کر ان حالات کو بدلنے کیلئے کیوں نہیں نکلتے؟ تو آپ فرماتے اللہ تعالیٰ تلوار سے نہیں توبہ سے بدلتا ہے۔ جب لوگ اپنے حکمران کی جانب سے آزمائش میں مبتلا کئے جائیں اور اس پر صبر کریں تو خدا ان کو جلد اس مصیبت سے نکال دے گا۔ لیکن جو تلوار نکال لیتے ہیں اور اس پر اعتماد کرنے لگتے ہیں تو خدا کی قسم اس کا کبھی کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا۔

آپ سے کسی نے پوچھا کہ حجاج خون ناحق بہاتا ہے تارک نماز ہے اس کے خلاف لڑنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

آپ نے فرمایا: میرے نزدیک لڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ خدا کا عذاب ہے تو آپ کی تلواریں اسکو روک نہیں سکتیں اور اگر آزمائش ہے تو اس پر صبر کرنا چاہئے تا آنکہ خود خدا اس کا فیصلہ کر دے۔ خدا بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔

حق گوئی سے آپ کبھی نہ رکتے تھے۔ جب عمر بن ہبیرہ خراسان اور عراق کا والی بنا تو اس نے عراق کے اکابر علماء حضرت حسن بصری، محمد بن سیرین اور امام شعبی کو بلا کر ان سے فتویٰ پوچھا کہ یزید خدا کا خلیفہ ہے خدا نے اس کو بندوں پر اپنا نائب بنایا ہے اور ان سے اسکی اطاعت اور ہم سے اس کے احکام کی تعمیل کا وعدہ لیا

ہے آپ لوگوں کا اس بارے کیا خیال ہے۔

ابن سیرین اور شعبی نے گول جواب دیا اور حسن بالکل خاموش تھے۔ ابن ہبیرہ نے آپ سے وضاحت چاہی تو آپ نے کہا:

''ابن ہبیرہ یزید کے بارہ میں خدا کا خوف کر، اور خدا کے معاملہ میں اس کا خوف نہ کیا کر۔ خدا تجھ کو یزید سے بچا سکتا ہے۔ لیکن یزید تجھ کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔ وہ زمانہ قریب ہے کہ خدا تیرے پاس ایسا فرشتہ بھیجے گا جو تجھ کو تخت حکومت سے اتار کر اور قصر کی وسعت سے نکال کر قبر کی تنگی میں ڈال دے گا۔ اس وقت تیرے اعمال کے سوا کوئی اور تجھ کو نجات نہ دلا سکے گا۔ خدا نے بادشاہ اور حکومت کو اپنے دین اور اپنے بندوں کی امداد و اعانت کے لئے بنائی ہے۔ اس لئے خدا کی دی ہوئی حکومت کے ذریعہ سے تم خدا کے دین اور اس کے بندوں پر سوار نہ ہو جاؤ۔ خدا کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کرنی چاہئے''۔

آپ کا کہنا تھا کہ جب بندہ گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے تو اس سے خدا کے ساتھ اسکی قربت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اسلام یہ ہے کہ تم اپنے قلب کو خدا کے سپرد کر دو اور ہر مسلمان تمہارے ہاتھوں سے محفوظ رہے۔

جب وقت آخر تھا تو فرمایا:

''کاش انسان نے اپنی صحت و تندرستی کے زمانہ میں بیماری کے دن کیلئے کچھ رکھ چھوڑا ہوتا''۔ وقت آخر اپنے صاحبزادے کو

اپنی کتابیں اکٹھی کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے تعمیل کی۔ پھر خادم کو تنور جلانے کر حکم دیا۔ اور صرف ایک کتاب رکھ کر باقی ساری تنور کی نذر کر دیں۔

دم آخر کاتب کو بلوایا اور کہا کہ لکھ لو کہ حسن اس کی شہادت دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ و ان محمد الرسول اللہ جس نے موت کے وقت صدق دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج

سعید بن جبیر بچپن میں غلام تھے لیکن بعد میں اقلیم علم کے تاجدار بن گئے۔ تابعین میں سے آپ کا شمار آئمہ کبار میں ہوتا ہے اکابر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، ابوسعید خدری، ابو ہریرہ، عائشہ صدیقہؓ، انس بن مالک وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔ تمام مشہور قراتوں کے عالم اور حدیث کے اکابر حفاظ میں سے تھے۔ وہ عبادت و ریاضت میں اور زہد وتقویٰ کے پیکر مجسم تھے۔ خشیت الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ آنکھیں اکثر اشکبار رہتیں۔ شب کی تاریکی انکی عبادت، آہ و زاری اور خدا کے ساتھ راز و نیاز کیلئے وقف تھی۔ نماز میں قرآن اس طرح پڑھتے کہ ایک آیت کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے۔ فرماتے کسی کو گناہ میں دیکھ کر ٹوکتے تو یوں محسوس ہوتا کہ میں خود کتنا گناہ گار ہوں۔

حجاج انہیں بہت مانتا تھا۔ انہیں جامع کوفہ کا امام مقرر کیا۔ لیکن جب اہل کوفہ نے کسی عربی النسل کو امام بنانے پر زور دیا تو ان کو ہٹا کر حضرت موسیٰ اشعری کو مقرر کیا۔ لیکن سعید ابن جبیر ان تمام نوازشات کے باوجود اس کو اس کے مظالم سے ٹوکتے رہتے۔ ابن اشعث نے جب حجاج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو ابن جبیر نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

ابن اشعث کو جب شکست ہوئی اور وہ سبستان بھاگ گیا۔تو ابن جبیر مکہ چلے آئے۔ جہاں سے انہیں خالد بن عبداللہ قسری نے گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھجوا دیا۔آپ کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔فوراً غصہ سے بولا:

حجاج: تم کون ہو؟

ابن جبیر: سعید ابن جبیر۔

حجاج: نہیں بلکہ اس کے برعکس شقی بن کسیر۔

ابن جبیر: میری ماں ہم سے زیادہ میرے نام سے واقف تھیں۔

حجاج: تمہاری ماں بھی بدبخت تھیں اور تم بھی بدبخت ہو۔

ابن جبیر: غیب کا علم تو صرف اللہ کی ذات کو ہے۔

حجاج: میں تیری دنیا کو دہکتی ہوئی آگ سے بدل دوں گا۔

ابن جبیر: اگر مجھ کو یہ یقین ہوتا تو یہ تمہارے اختیار میں ہے تو میں تمہیں اپنا معبود بنا لیتا۔

حجاج: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ابن جبیر: وہ امام ہدیٰ اور نبی رحمت تھے۔

حجاج: علی وعثمان کے بارے میں کیا رائے ہے۔وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں ہیں؟

ابن جبیر: اگر میں وہاں گیا ہوتا اور وہاں کے رہنے والوں کو دیکھا ہوتا تو ضرور بتا سکتا۔

حجاج: خلفاء کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

ابن جبیر: میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔

حجاج: ان میں سے تم کس کو زیادہ پسند کرتے ہو؟

ابن جبیر: جو میرے خالق کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔
حجاج: خالق کے نزدیک کون سب سے زیادہ پسندیدہ تھا؟
ابن جبیر: اس کا علم اس ذات کو ہے جو بھیدوں اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔
حجاج: عبدالمالک کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟
ابن جبیر: تم ایسے شخص کے متعلق کیا پوچھتے ہو جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ تمہارا وجود ہے۔
حجاج: تم ہنستے کیوں نہیں؟
ابن جبیر: وہ کس طرح ہنس سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور مٹی کو آگ کھا جاتی ہے۔
حجاج: پھر ہم لوگ تفریحی مشاغل سے کیوں ہنستے ہیں؟
ابن جبیر: سب کے دل یکساں نہیں ہوتے۔
حجاج: تم نے کبھی تفریح کا سامان دیکھا بھی ہے؟
(یہ پوچھتے ہی حجاج نے عود اور بانسری بجانے کا حکم دیا)
ابن جبیر: (نغمہ سن کر رو دیئے)
حجاج: یہ رونے کا کیا موقع ہے۔ موسیقی تو ایک تفریحی چیز ہے۔
ابن جبیر: نہیں وہ نالہ غم ہے بانسری کی پھونک نے مجھے وہ آنے والا بڑا دن یاد دلا دیا ہے جس دن صور پھونکا جائے گا۔ اور عود ایک کاٹے ہوئے درخت کی لکڑی ہے۔ جو ممکن ہے ناحق کاٹی گئی ہو اور اس کے تار ان بکریوں کے پٹھوں کے ہیں جو ان کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائی جائیں گی۔
حجاج: سعید: تمہاری حالت بھی افسوس کے قابل ہے۔
ابن جبیر: وہ شخص افسوس کے قابل نہیں ہے جو آگ سے نجات دے کر جنت میں

داخل کیا گیا۔

حجاج: کیا میں نے تمہیں کوفہ کا امام نہیں بنایا تھا؟

ابن جبیر: ہاں بنایا تھا۔

حجاج: کیا میں نے تم کو عہدہ قضا پر فائز نہیں کیا تھا۔ اور جب کوفہ والوں نے تمہاری جگہ مخالفت کی تو میں نے ابو ہریرہ کو قاضی بنایا اور ان کو ہدایت کی کہ وہ تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کریں۔

ابن جبیر: یہ بھی صحیح ہے۔

حجاج: کیا میں نے تم کو اپنا ندیم نہیں بنایا حالانکہ سب سرداران عرب تھے۔

ابن جبیر: ہاں یہ بھی درست ہے۔

حجاج: کیا میں نے تمہیں ایک لاکھ کی خطیر رقم حاجت مندوں میں تقسیم کرنے کیلئے نہیں دی اور پھر اس کا کوئی حساب کتاب نہیں مانگا۔

ابن جبیر: ہاں دی۔

حجاج: ان احسانات کے بعد پھر تم کو کس چیز نے میری مخالفت پر آمادہ کیا۔

ابن جبیر: میری گردن میں ابن اشعث کا طوق تھا۔

حجاج: ایک دشمن خدا کی بیعت کا اتنا پاس تھا اور امیر المومنین کی بیعت اور خدا کا کوئی پاس نہ تھا۔ خدا کی قسم میں تم کو قتل کر کے واصل جہنم کئے بغیر اس جگہ سے نہ ہٹوں گا۔ بتاؤ تم کس طرح قتل کیا جانا پسند کرتے ہو؟

ابن جبیر: خدا کی قسم دنیا میں جس طرح تم مجھے قتل کرو گے خدا تم کو آخرت میں اسی طرح قتل کرے گا۔

حجاج: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو معاف کر دوں؟

ابن جبیر: اگر تم معاف کر دو گے تو وہ خدا کی جانب سے ہوگا۔

حجاج: تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔

ابن جبیر: اللہ تعالیٰ نے میرا ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس وقت تک پہنچنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اگر میرا وقت آ گیا ہے تو پھر وہ ایک فیصل شدہ امر ہے اس سے مفر نہیں اور اگر عافیت مقدر ہے تو وہ بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔

حجاج: (جلاد کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دو)

یہ سن کر ایک شخص رونے لگا۔

ابن جبیر: بھئی تم کیوں روتے ہو؟

شخص: آپ کے قتل کا جو حکم دیا گیا ہے۔

ابن جبیر: اس کیلئے رونے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ واقعہ تو خدا کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم کو زمین اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔ (حدید۔ 3)

ابن جبیر: مقتل میں جانے سے پہلے اپنے صاحبزادے کو دیکھنے کیلئے بلایا وہ بھی رونے لگا تو فرمایا: تم روتے کیوں ہو۔ ستاون سال کے بعد تمہارے باپ کی زندگی تھی ہی نہیں پھر رونے کا کون سا مقام ہے۔

نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ہنستے ہوئے مقتل کی طرف چل دیئے۔ حجاج کو پتہ چلا کہ ابن جبیر کی اس حالت میں بھی لبوں پر مسکراہٹ ہے تو اس نے واپس بلا کر پوچھا:

حجاج: تمہیں کس بات پر مسکراہٹ آ رہی ہے؟

ابن جبیر: خدا کے مقابلہ میں تیری جرأتوں اور تیرے مقابلہ میں اس کے علم پر"

حجاج: (اپنے سامنے ہی قتل کا چمڑا بچھانے کا حکم دیا اور قتل کا اشارہ کیا)

ابن جبیر: اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔

حجاج: ہاں شرط یہ ہے کہ مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔
ابن جبیر: کوئی ہرج نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے تم جس طرف بھی منہ کرو اللہ کو پا لو گے۔

پھر آیت تلاوت کرتے ہوئے۔ (انعام۔۹)

میں نے یک سو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں۔

حجاج: سر کے بل اسے جھکا دو۔
ابن جبیر: تسلیم و رضا میں سر کو خم کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔
ترجمہ: اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی زمین میں تم کو لوٹائیں گے پھر اس میں سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔ (حم۔30)

ساتھ ہی کلمہ شہادت پڑھ کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی۔

''خدایا میرے قتل کے بعد (حجاج) اس کو کسی قتل پر قادر نہ کرنا''۔

جلاد برہنہ شمشیر کے ساتھ موجود تھا۔ دفعتاً تلوار چمکی اور ایک کشتہ حق کا سر زمین پر تڑپنے لگا۔ زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ **لا الہ الا اللہ** نکلا۔

ابن جبیر کے جسم سے عام قتل سے بہت زیادہ خون نکلا۔ حجاج نے اطباء کو بلا کر اس کی وضاحت چاہی۔ اطباء نے کہا کہ خون روح کے تابع ہے جن لوگوں کو پہلے قتل کیا گیا ان کی روح قتل سے پہلے ہی تحلیل ہو چکی تھی جبکہ ابن جبیر کی روح پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔

حجاج اس قتل کے بعد سخت دماغی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ چند ہی دنوں میں بستر مرگ سے جا لگا۔ بے ہوشی کے دورے پڑتے اور بڑبڑاتا کہ ابن جبیر اپنے کپڑے

سمیٹتے ہوئے اس سے پوچھ رہے کہ دشمن خدا تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟
یہ خواب مسلسل پریشان کرتا رہتا اور پھر کہتا سعید سے مجھے کیا واسطہ اور اس طرح مجنونانہ حالت میں مرگیا۔ ابن جبیر کے قتل کے بعد پھر کسی کے قتل کا حکم نہ دے سکا۔ حجاج کی موت کے بعد ایک شخص نے خواب میں اس سے پوچھا۔ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ تو حجاج کہنے لگا۔ ہر مقتول کے بدلہ میں مجھے ایک مرتبہ قتل اور ابن جبیر کے انتقام میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔

حضرت خویلہ بنت ثعلبہؓ کی پکار

حضرت خویلہ بنت ثعلبہ اب عمر کے اس حصے میں تھی کہ انہیں مزید کسی اولاد کی خواہش نہ تھی وہ نماز روزہ میں سکون محسوس کرتیں۔ ایک روز ان کے شوہر اوس بن صاحت جنہیں جنونیت کا عارضہ تھا جس کی وجہ سے انہوں نے ان سے ظہار کرلیا۔ یعنی انہیں ماں کہہ کر پکار دیا۔ بعد میں بڑے پچھتائے تو خویلہ روتی ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں انہوں نے چپکے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو سن لیا۔ اور سورۃ مجادلہ کی پہلی چار آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے گفتگو کے بارے میں کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں وہ دراصل انکی مائیں نہیں ہوتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ

لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں ۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔

جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں اور پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

ہاں جو شخص نہ پائے (استطاعت) تو اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ۔ اور جس شخص میں یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے ۔ یہ اس لیئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی حکم برداری کرو یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں۔ اور کفار کے لئے ہی عذاب دردناک ہے"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کریں،،۔

خویلہ بنت ثعلبہؓ: "حضور وہ تو بڑے مسکین شخص ہیں۔"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "پھر انہیں کہو کہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھو"

خویلہ بنت ثعلبہؓ: "حضور وہ تو ضعیف العمر ہیں انتہائی ناتواں و کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی طاقت نہیں ہے"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (چار من پختہ) کھجوریں دیدیں"۔

خویلہ بنت ثعلبہؓ: حضور اس کے پاس اتنی کھجوریں کہاں سے آئیں گی؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آدھا وسق کھجوریں میں دیتا ہوں۔
خویلہ بنت ثعلبہؓ: بہتر آدھا وسق میں انہیں دیدوں گی۔
حضرت محمد صلی اللہ وسلم: یہ آپ نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا۔
جاؤ یہ ادا کر دو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمھارے چچا کے بیٹے ہیں، محبت پیار، خیر خواہی اور فرماں برداری سے گزارا کرو۔ (مسند ابی داؤد)

حضرت عمر بن خطابؓ جب خلیفہ تھے تو حضرت خویلہ راستے میں انہیں روک کر کھڑی ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ بڑے ادب و احترام اور توجہ کے ساتھ سر جھکائے کھڑے رہے۔ جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کرا چکیں اور خود لوٹ گئیں تو پھر حضرت عمرؓ چل دیئے۔ اس پر ایک شخص نے پوچھ لیا کہ اے امیر المومنین آپ ایک بوڑھی عورت کیلئے کیوں کھڑے ہو گئے جب کہ ہم اتنے لوگ آپ کے انتظار میں کھڑے تھے۔ تو آپ فرمانے لگے دیکھو:

''افسوس! جانتے بھی ہو یہ عورت کون تھی؟''

شخص: نہیں۔

حضرت عمرؓ: یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی یہ خویلہ بنت ثعلبہ ہیں۔ اگر آج صبح سے شام چھوڑ رات کر دیتیں اور مجھ سے کچھ فرماتی رہتیں تو بھی میں ان کی خدمت سے نہ ٹلتا۔ ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا۔ اور پھر کمر بستہ ہو کر خدمت کیلئے حاضر ہو جاتا۔
(ابن ابی حاتم)

مولانا محمد الیاسؒ کا دم آخر

مولانا محمد الیاس رحمتہ تبلیغی جماعت کے بانی تھے۔ آپ کی ساری عمر قرآن و حدیث کی تعلیم اور تبلیغ و اشاعت اسلام میں گزری۔ جولائی کا مہینہ تھا آپ پر بیماری

کا غلبہ تھا۔ لیکن پھر بھی دعوت دین اور تبلیغی کام کی بڑی فکر دامنگیر تھی۔ ۸ جولائی کی شب آخر میں بیدار ہوئے تو تیمارداروں سے کہنے لگے۔

''مولوی طیب صاحب، مولوی ظہر الحسن اور حافظ عثمان صاحب کی مدد سے اگر باغپت میں جلسہ ہو سکے تو بہت اچھا ہوگا''۔

۱۱ جولائی کو غفلت ہونے لگی تو حضرت عمرؓ کی دعا مانگی۔

اللھم ارزقنی الشھادۃ فی سبیلک واجعل ملتنا فی بلدک.

اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر مدینہ میں مقدر فرما۔

ڈاکٹر نے جب دیکھا تو پتہ چلا کہ آپ کے اعضاء ماؤف ہو رہے ہیں۔ صرف قلب کی طاقت ہے جو ان کو تھامے ہے۔ جسمانی طاقت کچھ نہیں صرف روحانی قوت ہے۔

۱۲ جولائی کو حافظ مقبول حسین، قاری داؤد، مولوی احتشام الحسن، مولوی یوسف، مولوی انعام الحسن اور سید رضا حسن صاحب حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ مولوی محمد یوسف ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی القول الجمیل میں لکھی گئی تمام شرائط پوری کرتے ہیں۔ بحمد للہ عالم متورع ہیں''۔

فرمانے لگے ''اگر آپ لوگوں نے ان کا انتخاب کر لیا ہے۔ تو اللہ اس میں خیر و برکت دے گا۔ مجھے منظور ہے۔ مجھے بڑا تناؤ اور بے اطمینانی تھی اب اطمینان ہو گیا۔ امید ہے کہ انشاء اللہ میرے بعد کام چلے لگا''۔

رات شروع ہوئی تو پوچھا کیا کل جمعرات ہے؟

عرض کیا: جی ہاں۔ پھر فرمانے لگے: میرے کپڑوں کو دیکھ لیں کہیں نجاست تو نہیں ہے؟

معلوم کیا گیا۔ تو کہیں نجاست نہ تھی۔ تو اطمینان ہوگیا۔ چارپائی سے اتر کر وضو کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر تیمارداروں نے منع کر دیا؟ جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز شروع کی مگر قضائے حاجت ہوگئی۔ بعد میں دوسری جماعت سے حجرہ میں نماز پڑھی۔

پھر فرمانے لگے آج رات میرے ساتھ ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین و ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں۔ مولوی انعام الحسن نے پوچھا کہ جناب وہ دعا کس طرح ہے:

اللھم ان مغفرتک او.....

فرمانے لگے ہاں

اللھم ان مغفرتک او سع من ذنوبی ورحمتک ارجٰی عندی من عملی.

یعنی اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ ہے اور مجھے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے۔

اور پھر یہی کلمات دم آخر تک ورد زبان رہے۔ کوئی ۱۲ بجے شب حالت بگڑی' ڈاکٹر بلایا گیا۔ مولوی یوسف اور مولوی اکرام الحسن کو یاد فرمایا۔ مولوی یوسف صاحب سے فرمایا آمل لے' ہم تو چلے اور صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح عمر بھر تبلیغ کا مسافر عدم کی راہ پر جاتے اطمینان کی نیند سو گیا۔

مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی توجہ سے رافضی کی توبہ

مولوی تجمل حسین بتاتے ہیں۔ کہ شہر پورینہ کے رئیس حکیم صاحب شیعہ تھے۔

حضرت قبلہ کی خدمت میں تشریف لا رہے تھے کہ بعض خواتین نے شور مچایا کہ رافضی مسجد میں گھسا آرہا ہے۔ حضرت قبلہ نے لوگوں کو حجرہ کی طرف جانے کو کہا۔ اور خود اس سے ملے۔ فرمانے لگے۔

''دیکھو یہ حضرت علی مرتضیٰؓ کے مہمان ہیں''۔

بہت گفتگو کی حکیم صاحب فرمانے لگے۔

''میاں آپ سے عقیدت تو بن گئی مگر آپ کے ہم مرید نہیں ہو سکتے اور اپنا مذہب بھی نہیں چھوڑ سکتے۔

تو مولانا فضل الرحمٰن نے کہا۔

''بھئی ہم نے کب مذہب چھوڑنے کا کہا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ سے محبت رکھو۔ حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھو۔ مگر ایک شعر پر بھی عمل رکھیں''۔ وہ شعر یہ ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے' دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر' تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

جب وطن واپس ہوئے تو شب و روز یہی شعر ورد زبان ہو گیا۔ صحبت کا اثر اسلام کے رنگ کو غالب کر گیا۔

''کچھ عرصہ بعد جب امامیوں کا ایک گروہ ان سے ملنے گیا تو انہوں نے اسے اپنی مجلس میں آنے کے لئے زور دیا اور کہا آج تبرا کا دن ہے۔ آپ کے بغیر مزا نہیں آئے گا''۔

بس ان کا یہ سننا تھا کہ جوش میں آ گئے۔ بگڑے اور وہی شعر پڑھا اور مصاحبین کو حکم دیا کہ ان بدمعاشوں کو پکڑو اور مارو کہاں ہم اور کہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' رسول اللہ کے خسر' کہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کہاں حضرت

عثمان غنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد۔ آج سے ہم اہل سنت والجماعت کے مذہب میں داخل ہو گئے اور ماضی کی غلطیوں پر اپنے رب سے توبہ کرتا ہوں اللہ مجھے میری گستاخیوں پر معاف کر دے"

مولانا عبید اللہ سندھی کی سکھ مذہب سے توبہ

مولانا عبیداللہ سندھی ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے۔ بچپن کی ہی تعلیم میں اسلام کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ تحفۃ الہند اور تقویۃ الایمان دو کتابیں پڑھیں اور پھر اسکے بعد احوال الآخرہ دیکھی تو دل کی حالت بدل گئی۔ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اعزہ نے تعاقب کیا۔ لیکن ہاتھ نہ آئے۔ سندھ کے ایک بزرگ حافظ محمد صدیق بھرچونڈی کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے آپ کا نام عبیداللہ رکھا۔ پھر قدرت نے مولانا محمود حسن کے حضور لا کھڑا کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت ملی۔

مولانا فرماتے تھے۔ "جو بھی مجھے اسلام کی بات سمجھاتا وہ میرے دل میں بیٹھ جاتی تو میں اس کا دل و جان سے گرویدہ ہو جاتا۔ میں نے مولانا محمود حسن کی توسط سے حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سیکھیں"۔

تیس برس تک جلاوطن رہے۔ عموماً ننگے سر رہتے ایک دن مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے پوچھ لیا تو فرمانے لگے۔

"میری ٹوپی تو اس دن سے سر سے اتر گئی جس دن کہ یہ لال قلعہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب جب تک یہ مجھے واپس نہیں مل جاتا میری غیرت اجازت نہیں دیتی کہ میں ٹوپی سر پر رکھوں"۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی الحاد سے رجعت

عبدالماجد دریا آبادی ایک دیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ سارا گھرانہ پابند صوم وصلوٰۃ تھا۔ عبدالماجد کو گھر پر ہی دیندار اتالیق مل گئے۔ بارہ تیرہ سال میں ہی پورے ملاں بن گئے۔ آریوں، کیچریوں اور مسیحیوں کے جواب تک لکھے۔ سولہویں سال میں جب پہنچے تو میٹرک کر کے لکھنو آ گئے۔ کالج میں داخل ہوئے اور یہاں سماجی علوم پر ایک کتاب انگریزی میں پڑھنے کا موقع ملا۔ ''ایلیمنٹس آف سوشل سائنس'' کے عنوان سے یہ کتاب الحاد کی ایک بارود بھری سرنگ تھی۔ اس میں اخلاق کی تمام اقدار اور بندھنوں کا آزاد روی اور جنسی بلوغت کے لئے جنازہ نکال کے رکھ دیا گیا۔ ضبط تولید اور مانع حمل پر سب سے پہلے اس کتاب میں پڑھنے کو ملا۔ جس سے ایمان و ایقان کی تقلیدی گرہیں کمزور پڑنے لگیں۔ شک و اثبات کی تخم ریزی ایسی ہوئی کہ پھر لکھنو کی لائبریری میں پڑا تمام معروف کلاسک اس طرح کا ادب پڑھنا شروع کر دیا۔ ''انٹرنیشنل لائبریری آف فیمس لٹریچر'' کی ساری جلدات پڑھ ڈالیں۔ ایک جلد میں قرآن اور اسلام پر بڑے رکیک حملے کئے گئے اور نبی رحمت کی انتہائی بے جان اور بدصورت کر کے ایک تصویر بھی شائع کی گئی جس سے خواہ مخواہ دیکھنے والے کا دل کبیدہ ہو جاتا ہے۔ اس شیطانی جال میں ایسا جکڑ کے جلد ہی گمراہی کے درضلالت پر جا پہنچا۔ نماز جاتی رہی۔ وضو، تلاوت اور روزہ وغیرہ سے دل اچاٹ ہو گیا۔ اب باپ بیچارے کی حالت دیدنی تھی۔ میری حالت دیکھ کر اس کی ساری دعاؤں کی برسات تلپٹ ہو گئی۔ یہ دور دس سال تک پوری طاقت کے ساتھ حاوی رہا۔ لیکن اس ساری بغاوت کی تہہ میں پڑی ذوق تجسس کی چنگاری پڑی رہی۔ بدھ مذہب جین مذہب اور تھیلا سوفی کی روحانی تعلیمات کو پڑھنے کا موقع ملا۔ گاندھی کی بھی تحریریں دیکھنے کو ملیں۔ ڈیڑھ دو سال کے مطالعہ میں تشکیک کا بہت ٹوٹنا

شروع ہو گیا۔ کہ اس دوران مولانا شبلی کی سیرۃ النبی چھپ کر آ گئی۔ شوق سے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اول سے آخر تک پڑھتا گیا۔ جہاں سے مستشرقین کے لگائے گئے شبہات، الزامات اور تشکیکات کی ساری دھند چھٹنے لگ گئی اور وہ دل جو مسلسل دس سال الحاد و ارتداد کے سائے تلے چھپ چکا تھا، ایمان و ایقان کے نور سے دوبارہ منور ہو گیا اور وہ سب کچھ جو اہل طریقت نہ کر سکے وہ ایک عام اور سادہ طبیعت کے عالم دین کی تحریرات نے کر دکھایا اس تبدیلی کا اثر وہی محسوس کر سکتا ہے جس کے دل پر یہ کیفیات اور اس کے نتائج کے اثرات پڑے ہوں اور پھر ایسی دولت ایمان نصیب ہوئی کہ پھر دین کی اشاعت کا وہ لٹریچر تخلیق کیا جس کی کاٹ آج اہل مغرب ہی جانتے ہیں۔

مکہ کی جانب

پولینڈ کے ایک یہودی خاندان کے مذہبی گھرانے میں پیدا ہونے والا ایک بچہ جس کی تربیت میں اس کے والد نے ہی ملحوظ رکھا کہ وہ یہودیت کا بہت بڑا عالم بنے۔ اس کو بچپن ہی میں تمام یہودی علوم سکھانے کیلئے عبرانی اور آرامی زبانیں سکھائیں پھر تلمور، بائبل اور فارغوم جیسی مذہبی کتب پر عبور دیا۔

جنگ عظیم کی طوالت نے جب مغربی نوجوانوں کی روحانی اور اخلاقی دنیاؤں کو توڑ کر رکھ دیا تو اس خلا نے زبردست بے اطمینانی اور بغاوت کے ہیجانات ابھار دیئے۔ یہ نوجوان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ تعلیم ادھوری چھوڑ کر صحافت کی دنیا میں جا نکلا۔ 1922ء میں اسے اس کے ماموں نے بلا بھیجا جو بیت المقدس کے ذمہ دار افسر تھے۔ اسکندریہ پہنچا تو پھر ٹرین کے ذریعہ آگے جانے کیلئے ٹکٹ لیا۔ ٹرین میں ایک بدو لڑکے سے ملاقات ہو گئی جو خوانچہ فروش تھا۔ اس نے اپنی روٹی کے دو ٹکڑے کئے۔ لڑکے نے ٹکڑا لے لیا اور اس سے مانوس ہوتا چلا گیا۔ یہ بدو لڑکا

عربی تھا جس سے یہودی لڑکے کا پہلا رابطہ تھا۔ گاڑی غزہ پہنچی تو یہ بدو مسکراہٹ کے ساتھ سامان سمیٹتا چل دیا لیکن اس کی گفتگو اس کے دل میں وہ اثر کر گئی جو دیر تک نہ مٹائی جا سکی۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو بڑا ڈسپلنڈ لگا۔ ان کے امام سے گفتگو ہوئی تو ان کے لئے اسلام کا پہلا دروازہ کھل گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے بلکہ اس وقت تک وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسلام اس کا مذہب بن سکتا ہے۔ 1923ء میں اسے اخبار فرانکفرٹ کی طرف سے گشتی نمائندہ بنا کر کئی ممالک بھیجا گیا تو اسے عربوں کو زیادہ گہرائی سے دیکھنے کا موقع ملا اور اس کے مقابلہ میں یورپ کا وہ سارا پروپیگنڈہ جو سراسر غلاظت اور جھوٹ پر مبنی تھا، پرکھنے کا موقع ملا۔ دل نے چاہا کہ سراسر غیر انسانی اور بددیانتی پر مبنی رویہ ہے 1923ء میں نوجوان مصر آ گیا اور گزارے کے طور پر ایک دکان میں جز وقتی ملازمت کر لی۔ گھر کے سامنے بالکل مسجد تھی روزانہ پانچ وقت اذان، نماز اور سفید عمامہ باندھے نمازیوں کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اذان کی آواز بڑی پرسوز لگتی دل اس کی طرف ازخود لپکنے لگتا۔ بیت المقدس سے لیکر مصر تک اذان کے ایک ہی لہجہ اور ایک ہی آہنگ نے بڑا عجیب تاثر دیا۔ مصر سے دمشق جانے کا موقع ملا تو وہاں بھی یہی رنگ اور زیادہ پروقار اور پررعب لگا۔ ایک جمعہ کو میزبانوں کے ساتھ جامع اموی میں چلا گیا۔ لوگوں کے قیام، رکوع اور سجدوں میں ان کے خشوع وخضوع کو قریب سے دیکھا تو جب مسجد سے نکلا تو دوست سے کہنے لگا۔

"یہ کتنی عجیب اور حیرت انگیز عبادت ہے جس کو کرنے کیلئے اس کا بھی دل للچاتا ہے"۔

میزبان کہنے لگا۔ کیوں نہیں۔ اللہ تو آپ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ آپ اسکی لذت کو ازخود دیکھ سکتے ہیں۔

اور اس طرح عبادت کے نظام نے اسلام کے لئے نوجوان کے دل میں وہ جگہ پالی کہ وہ باقاعدہ طور پر اسکی طرف مائل ہو گیا۔ قرآن مجید کا مطالعہ شروع کر دیا تو عربوں کی مشاہداتی زندگی اور قرآن کی تعلیمات میں قدرے بعد محسوس ہوا۔ الازہر کے ایک عالم شیخ مصطفیٰ المراغی سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ مسلمان تو اصل تعلیمات سے جدیدیت میں دور نکل گئے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام اپنی پوری قوت سے ابھی تک موجود ہے اور آپ اسے عقل و خرد کے پیمانوں سے پوری طرح دیکھ سکتے ہیں۔ مسلمان عمل پیرا نہ ہو کر تنزلی کی راہ پر چلتے نظر آ رہے ہیں جبکہ جو اطمینان قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے سے ملتا ہے وہ اور کہیں نہیں مل سکتا۔ یہ بات نوجوان کے دل کو لگی۔ 1925ء میں افغانستان جانے کا موقع ملا۔ وہاں کے لوگ انتہائی ملن ساز اور متواضع تھے۔ ان سے ملنے اور گفتگو کرنے سے نوجوان از خود اپنی تفسیر کھولتا گیا۔ جس پر اسے افغان میزبان کہنے لگے۔

"نوجوان آپ مسلمان ہیں لیکن آپ کو خود خبر نہیں۔ آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے آپ کی دل کی گہرائیوں میں اسلام اپنی جگہ بنا چکا ہے"۔

نوجوان نے اس وقت بات ٹال دی لیکن اس کے یہ الفاظ نوجوان کے دل میں رچ بس گئے۔ یہاں سے نوجوان روس چلا گیا۔ یہاں پر اسکی شادی بھی ہو گئی۔ اسکی بیوی بھی اسکے رنگ میں رنگی گئی۔ دونوں نے قرآن کا گہری بصیرت سے مطالعہ کیا اور پھر مغربی معاشرے پر نظر ڈالی تو اسے وہاں پر چھپا خوف و الم واضح جھلکتا نظر آیا۔ اس نے اپنے ان مشاہدات کو واپس آ کر جب دوبارہ قرآن کے مطالعہ سے پر کیا تو اسے سورۃ التکاثر نے برسوں کے سفر کو لمحات میں طے کر دیا۔

نوجوان گم سم ہو گیا۔ دوزخ کا یقینی علم اسکے لاشعور میں ایک سوال بن کر ابھر

آیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ کتاب واقعی کسی بالا دست قوت کی نازل کردہ ہے جو تیرہ سو سال پہلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتری تھی۔ بیسویں صدی کے پیچیدہ مشینی معاشرے میں اسکی پیشین گوئی صد فیصد درست ثابت ہو رہی ہے۔

کہ دنیا کی غفلت نے لوگوں کو مشکلات میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ گور تک پہنچ جائیں گے۔ ہرگز نہیں عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا اور پھر سن لو ہرگز نہیں

حضرت امام رضاؒ نے فرمایا

جنوری: اس ماہ بلغم پیدا ہوتا ہے گرم پانی کے چند گھونٹ پینا مفید ہے دن کے اولین حصہ میں حمام اور مالش مفید ہے۔ گرم سبزیاں پیاز اور پودینہ نیز تازہ مچھلی مفید ہے۔

فروری: ٹھنڈی چیزوں کے استعمال سے پرہیز چاہیے پودینہ ادرک لہسن گرم اشیاء کا استعمال مفید ہے۔

مارچ: چرند پرند کا گوشت کم اور خشک میوہ جات لہسن پیاز کا استعمال زیادہ چاہیے سیر و تفریح اور ورزش مفید ہے۔

اپریل: زیادہ نمکین اشیاء بڑا گوشت اور بھینس کا دودھ استعمال نہ کریں دن کے اولین حصہ میں غسل مفید ہے۔

مئی: غذا میں سرکہ کا استعمال کریں تیل کی مالش اور عطر سونگھنا مفید ہے ورزش سے حشرات کریں۔

جون: زیادہ محنت، چربی، گوشت اور مسور کی دال سے پرہیز کریں سبزیاں تازہ پھل میوے مچھلی مرغابی کھائیں۔

جولائی: نہار منہ تھوڑا تھوڑا کر کے ٹھنڈا پانی پئیں لطیف اور زود ہضم غذائیں کھانا اور پھولوں کا سونگھنا مفید ہے۔

اگست: اس ماہ جلاب لینا مفید ہے کثرت سے گوشت یا حلوہ کھانا اور بلا عذر غسل کرنا مضر صحت ہے۔

ستمبر: رات کو پانی پینا صحت کے لیے مضر ہے ساگ پودینہ ادرک سے پرہیز چاہیے نہار منہ ایک گھونٹ پانی پینا سیر و تفریح اور ورزش مفید ہے۔

اکتوبر: چربی اور مسالہ دار گوشت اچار چٹنی سے پرہیز چاہیے پانی کم پینا چاہیے ورزش مفید ہے۔

نومبر: رات کو پانی پینا صحت کے لئے مضر ہے غسل میں کمی چاہیے ساگ پودینہ ادرک سے پرہیز چاہیے نہار منہ ایک گھونٹ پانی پینا سیر و تفریح اور ورزش مفید ہے۔

دسمبر: لطیف غذائیں چھوٹا گوشت انڈا مچھلی کا شوربہ کھانا مفید ہے لہسن پیاز کا استعمال بھی مفید ہے۔

اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے جانتے ہوئے تو تم دوزخ کو دیکھ کر رہو گے۔ پھر ضرور یقین کے ساتھ دیکھ لو گے۔ پھر اس روز تم سے نعمتوں کے بارے میں تفصیل سے جواب طلبی ہو گی۔

چنانچہ دوسرے روز صدر انجمن کے پاس کلمہ شہادت پڑھا اور میاں بیوی مسلمان ہو گئے۔

اور ماضی کا لیو پانڈ نامی یہودی آج کا محمد اسد بن گیا۔ جسے اسلام کی خدمت کے حوالہ سے ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔

ابو معجن ثقفی کی توبہ

ابو معجن ثقفی ایک بہادر مسلمان، سپاہی اور شاعر تھا۔ سب سے آخر میں اسلام کی دولت ملی۔ جنگ قادسیہ کے موقع پر شراب پی بیٹھے جس پر حضرت سعد بن وقاص نے پکڑ کر مکان کے کمرے میں ڈال دیا۔ جنگ ادھر شروع تھی۔ اس کا زور دیکھنے کیلئے کبھی کبھی مکان کی چھت پر چڑھ جاتا اور لڑائی کی صورتحال کا مشاہدہ کرتا۔ دل میں کڑھتا کہ ایک غلط چاہت نے خواہ مخواہ اتنے بڑے اعزاز سے محروم کر دیا۔ جب سب لوگ اللہ کے دین کی خاطر باطل کے ساتھ ٹکرائے کھڑے ہیں میں یہاں بیکار بیٹھا مکھیاں مار رہا ہوں۔ اے اللہ تو ہی کارساز ہے۔ مجھے ایک موقع دے دے۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت بھول کر بھی نہ کروں گا"۔

اللہ تعالیٰ نے دل کی آرزو سن لی۔ سعد کی بیوی کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے منت کرتے ہوئے کہا۔

میری بہن: اگر آپ میری بیڑیاں کھول دیں تو میں بھی لڑائی میں اپنا حصہ ڈال لوں انشاء اللہ شام کو آ کر خود بیڑیاں پہن لوں گا۔ خدا میرا گواہ ہے۔

اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے بیڑیاں کھول دیں اور ابو معجن تیزی سے قید خانے سے

نکلا اور میدان جہاد میں پورے جذبہ ایمانی سے شجاعت کے جوہر دکھانے لگا۔ ابن سعد کی بیوی نے بھی اطمینان قلب کے لئے اسے جاتا دیکھتی رہی اور پھر جب اسے بڑے جذبے سے لڑتے دیکھا تو مطمئن ہو کر اپنے کام میں لگ گئی۔

میدان جنگ میں بے جگری سے لڑتے ہوئے جوان کو دوسرے سپاہی حیرت سے دیکھتے کیوں کر ابو محجن نے اپنے چہرے کو چھپایا ہوا تھا۔ شام تک پوری طاقت کے ساتھ لڑا۔ مجوسیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ لڑائی جب ختم ہونے لگی تو پھر فوراً واپس پلٹنے لگا۔ کہ پیچھے سے دوسرے ساتھیوں نے بلا لیا۔ ہمت اور جرأت پر لڑنے کی داد دیتے ہوئے انہوں نے تعارف کرانے کو کہا تو چہرہ سے پردہ ہٹا دیا۔ سارے ساتھی بڑے حیران ہوئے۔ آپ تو شراب پینے کے جرم میں قید تھے ادھر کیسے آ گئے؟

اپنا قصہ بیان کیا جس پر سارے لوگوں کو بڑی قوت ایمانی ملی۔ سعد بن وقاص کو جب اس کی لڑائی کی ساری صورت حال کا پتہ چلا تو اس نے اس کا قصور معاف کر کے رہا کر دیا۔

سچ ہے کہ دل کی سچائی کی قوت گرے ہوئے انسان کو بڑے ارفع و اعلیٰ مقام پر لے جاتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی اس اعزاز و اکرام کی طرف مائل ہو کر پوری للہیت اور خلوص کے ساتھ کوشش کرے۔

ابن ادہمؒ کا فقر جامہ

ابراہیم ابن ادہم ایک رات سوئے ہوئے تھے کہ آدھی رات کے وقت ان کی

آنکھ کھل گئی۔ انہیں محسوس ہوا کہ چھت پر کوئی آدمی ٹہل رہا ہے۔

پوچھا: بھئی تو کون ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے؟

شخص: بھئی آپ کا دوست ہوں اور یہاں اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔

ابن ادہمؒ: بھئی یہ محل ہے یہاں بھلا کہاں ممکن ہے کہ شاہی محلات میں اونٹ آ جائیں؟

شخص: تو پھر تو بھی بتا کہ یہاں کہاں ممکن ہے کہ جامہ ءِ اطلس پہننے سے خدا مل جائے؟

ابن ادہمؒ جواب سن کر دہشت زدہ ہو گئے۔ کہ دوسرے دن پھر اسی طرح کا واقعہ ہو گیا کہ دربار عام میں ایک شخص گھستا چلا آیا اور آپ کے تخت تک آ پہنچا امراء وزراء میں سے کسی کو کچھ کہنے کی جرأت تک نہ ہوئی آپ کو بڑا تعجب ہوا اور پوچھا۔

''تو کون ہے اور یہاں کس طرح آیا ہے؟''

شخص: میں اس سرائے میں کچھ دیر ٹھہرنا چاہتا ہوں۔

ابن ادہمؒ: تو پاگل ہے۔ دیکھ نہیں رہا۔ یہ دربار شاہی ہے۔ سرائے نہیں ہے۔

شخص: آپ سے پہلے یہاں کون رہتا تھا؟

ابن ادہمؒ: میرا باپ

شخص: تمہارے باپ سے پہلے یہاں کون تھا؟

ابن ادہم: میرا دادا

شخص: آپ کے بعد یہاں کون ہو گا؟

ابن ادہم: میری اولاد

شخص: بھلے بادشاہ پھر یہ خیال کرو کہ جس مقام پر اتنے آدمیوں کا آنا جانا ہو اور کوئی بھی مستقل قیام نہ کرتا ہو وہ مقام سرائے نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ سننا تھا کہ ابراہیم ابن ادہم بے قرار ہو کر اس شخص کی طرف لپکا اور وہ شخص وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا' اس واقعہ نے ابراہیم ابن ادہمؒ کی ذہنی حالت بدل کر رکھ دی۔ بادشاہت کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ دنیاداری سے منہ موڑ لیا۔ اور جنگل اور صحراؤں کی آوارا گردی پر نکل گئے۔ چالیس برس تک یہی حالت رہی۔ دل کی حالت کو کسی طور پر چین نہ آیا تو مکہ مکرمہ چلے آئے۔ حج کیا۔ کئی برس تک حرم پاک کے مجاور رہے' پھر وہاں سے نکلے تو یونانیوں کے خلاف ایک جہادی قافلہ کے ساتھ شریک ہو گئے اور اسی یورش میں قید ہوئے۔ حالت قید میں ہی روم کے قلعہ سوقین کے اندر ہمیشہ کی نیند سو گئے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں تو فرمانے لگے۔

> ''تم خدا کو جانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو مگر شکر نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گناہ گاروں کا ٹھکانہ ہے مگر ذرا نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے دور نہیں بھاگتے موت کو برحق مانتے ہو مگر اس کی آسانی کا کوئی سامان نہیں کرتے خویش و اقارب کو اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کرتے ہو لیکن عبرت نہیں پکڑتے۔ بھلا جو شخص اس طرح کا ہو اس کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟''

ظہیر الدین بابر کی توبہ

ہندوستان میں ظہیر الدین بابر مغل دور حکومت کا بانی ہے۔ اور اس نے ہندوستان پر قبضہ کیلئے کئی لڑائیاں لڑیں اور کئی بار شکست سے دو چار ہوا۔ پانی پت کی لڑائی میں دشمن کی کثرت کے باوجود اسے زبردست فتح حاصل ہوئی جسے اس نے

صرف اور صرف خدا کا خصوصی فضل شمار کیا۔ ورنہ اس کی ناپختگی، فوج کی بزدلی، بدنظمی اور دشمن کی زبردست فوج کی منظم طاقت اسے ہلاک کر دینے کیلئے کافی تھی۔ مقابلہ ابراہیم لودھی سے تھا۔

جس کے ساٹھ ہزار سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ اور خود وہ بھی نعشوں کے ڈھیر سے ملا۔ طاہر تبریزی نے اس کا سر کاٹ کر پیش کیا۔ اور اس طرح اس پر ہندوستان سر اقلیم پر اس کا تسلط ہو گیا۔ راجہ سانگا سے جب سیکری کے میدان میں سابقہ پڑا تو بڑی تکلیف دہ صورتحال تھی۔

اکبر نامہ میں ہے کہ یہ سارا اعزاز ظہیر الدین بابر کو صرف اور صرف توبہ کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ وہ کثرت سے شراب پیتا تھا۔ اس کے فوجی اور لوگ اس کی اس عادت سے نالاں تھے۔ وہ اسے اپنا امیر بنانے میں پس و پیش کرتے تھے۔ جب اس نے شراب پینے سے توبہ کر لی تو انہوں نے اسے اپنا امیر مان لیا اور اس کے حکم پر جان مار کر لڑے اور اللہ نے اس کو انتہائی غیر یقینی اور نامساعد حالات میں بھی فتح و کامرانی کے اعزاز سے نوازا چنانچہ فتح کے بعد اُس نے فوراً بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دی اور اپنی اس توبہ کی تجدید اور اس فتح پر کمال تشکر و امتنان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور نوافل ادا کئے۔

اس کے بعد شراب کے قیمتی جام و سبو ہمیشہ کیلئے توڑ دیئے گئے جو کہ چاندی اور سونا کے بنے ہوئے تھے ان کے ٹکڑے درویشوں ناداروں اور غرباء میں تقسیم کر دیئے گئے۔ تمام شراب کے ذخائر بہا دیئے گئے اور داڑھی بنانے کی قسم کھالی۔ اس کے امراء نے بھی اس کی تقلید کی۔

کہا جاتا ہے کہ یہ غزنی کی بہترین شراب ہوتی تھی۔ جسے چند اور پیشتر بابا دوست، باورچی تین اونٹوں پر رکھ کر کابل لائے تھے۔ اس میں نمک شامل کر کے

اسے سرکہ میں تبدیل کر دیا گیا جبکہ دوسری تمام شراب بہا دی گئی۔ اس موقع پر تمام مسلمانوں سے تمغہ محصول معاف کر دیا گیا اسی موقع پر اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا:

امیر و اور سپاہیو: ہر وہ شخص جو اس دنیا میں آتا ہے اسے آخر کار ختم ہونا ہے۔ جب ہم یہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں تو صرف خدائے پاک باقی رہتا ہے۔ جو کہ غیر تغیر پذیر ہے۔ جو کوئی بھی زندگی کی دعوت پر آتا ہے اس کے ختم ہونے سے پہلے اسے لازماً موت کا جام پینا پڑتا ہے۔ جو کوئی بھی اس فانی جہاں میں آتا ہے ایک روز اسے ہر صورت میں اس جہاں کے دکھ بھرے گھر سے رخصت ہونا ہوتا ہے یہ کس قدر بہتر ہے کہ ذلت کی زندگی سے وقار کی موت مرا جائے۔

خدائے برتر و اعلیٰ ہم پر مہربان ہو گیا ہے اور اس نے ہمیں ایسے بحران میں ڈال دیا ہے کہ اگر ہم میدان میں مارے جائیں تو شہید کی موت مرتے ہیں اگر ہم بچ جاتے ہیں تو فتح یاب ہو کر خدا کے حق میں انتقام لینے والے بن جاتے ہیں۔ ہم متفقہ طور پر خدائے پاک کی قسم کھائیں کہ ہم میں سے کوئی بھی کسی وقت جنگ سے منہ موڑنے کا تصور تک نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی میدانِ جنگ چھوڑے گا۔ اور دشمن کو اس وقت تک قتل کرتا رہے گا۔ جب تک کہ اس کی روح جسم سے جدا نہیں ہو جاتی۔

جواب میں سب نے پر جوش نعرہ ہائے تحسین لگائے اور سب نے قرآن پاک

پر فتح یا موت کی قسم کھائی۔ فوج کا حوصلہ بحال ہو گیا۔

جنگ احوال بابر ایک مراسلہ میں بیان کرتا ہے۔

''مجاہدین اسلام جو جانثاری کے جذبہ سے سرشار تھے اور شہادت پیش کرنے کیلئے تیار تھے انہوں نے ایک غیبی آواز سنی یہ خوشخبری تھی کہ افسردہ اور پشیمان نہ ہونا۔ تمہیں سرفراز کر دیا گیا ہے۔ اللہ کی طرف سے مدد و نصرت حاصل ہے۔ اور فتح قریب ہے۔ اس خوشخبری کو تمام مومنوں میں پھیلا دو اور پھر سب اس جوش و خروش سے لڑے کہ آسمان سے ان پر تعریف و توصیف کی بارش برسنے لگی۔ اور فرشتے جو خدا کے نزدیک رہتے ہیں ان کے سروں کے گرد تتلیوں کی مانند گھومنے لگے''۔

میدان جنگ دشمنوں کی لاشوں سے بھر گیا۔ کابل کا نجومی بادشاہ کو مبارک دینے آیا تو بابر نے اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا کیونکہ وہ بے دین گمراہ' متکبر اور دروغ گو تھا لیکن چونکہ پرانا غلام تھا پھر بھی اسے ایک لاکھ روپیہ تحفتاً دیا اور حکم دیا کہ وہ فوراً میری سلطنت سے نکل جائے۔

غازی علم الدین شہید

غریب نجار طائع محمد کا بیٹا تھا۔ کوچہ چابک سواراں لاہور کا رہائشی تھا۔ علم الدین والا کا چھوٹا بیٹا تھا۔ لاڈ پیار اور جوانی نے آزاد منش بنا دیا تھا اکثر اپنے دوستوں کے ساتھ نکل جاتے اور دیر تک ان کی گہما گہمی میں خوش رہتے۔ جب والد کو ان آوارگیوں کا پتہ چلا تو وہ بہت سٹپٹائے۔ انہوں نے ڈانٹا تو تابعدار بیٹوں کی طرح مان گئے۔

ان دنوں راجپال کی متعصبانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خانگی اور نجی زندگی کو توہین آمیز تنقید کا نشانہ بنا کر شائع کیا گیا تھا۔ علمائے کرام نے اس کا بروقت نوٹس لیا۔ اس پر احتجاج کیا اور مسلمانوں کو غیرت ملی کا پاس دیتے ہوئے ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ ہر روز کسی نہ کسی علاقے سے کسی عالم کی آواز سے یہ درد سے بھری صدا ابھرتی کہ کوئی صاحب ایمان ایسا ہے جو اس توہین کا بدلہ لے۔

یہ احتجاجات اور تقاریر کا انداز علم الدین کے ذہن میں رچ بس گیا۔ راتوں کی نیند اڑ گئی۔ دن کا سکون برباد ہو گیا۔ کسی صورت میں کوئی کام کرنے کو جی نہیں کرتا۔ ہر وقت یہ سوال ذہن میں ابھرتا کہ کیا ہم اس گستاخ ہندو کی جسارت کی اسے کوئی سزا نہیں دے سکتے۔ طرح طرح کے متنوع خیالات نے دماغ کو گھیرا ہوا تھا۔ ایک رات انہی خیالات میں آنکھ لگتی ہے تو دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ نورانی چہرہ سفید لباس اور چہرے سے اضطراب ٹپکتا تھا' آ کر علم الدین سے کہتا ہے کہ علم الدین کیا تو اس ہندو کو اس کے کئے کی سزا نہیں دے سکتا۔ تو بھی تو طاقت اور ہمت رکھتا ہے۔ جاگ ہوئی تو یہی خواب اس نے دوستوں سے بیان کیا۔ تو سب نے کہا کہ علم الدین : یہ تو ایک اچھا خواب ہے۔ موت و حیات پر تو خدا کا اختیار ہے۔ زندہ میں تو تو یہ زندگی بھی اسی مالک کائنات کا عطیہ ہے اور اگر موت آ جاتی ہے تو ہمارا اسلام تو موت کو خدا سے ملنے کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ ہمارے لئے زندگی تو انہی کاموں کیلئے خدا نے بخشی ہے۔ بڑے گناہ کر لئے بڑی عیاشی کر لی۔ غفلت اور کوتاہیوں تو ہم بہت کر چکے اب ان کا کفارہ دینے کی ضرورت ہے۔ دل میں ارادہ کر لیا کہ اب راجپال کو اس کے گناہ پر للکارنے کا کام میں خود کروں گا۔

یہی وہ وقت تھا جب ایک گناہگار بندہ کو اس کے مالک کو کامل مغفرت کے ساتھ ساتھ خداوند قدوس اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لیتا ہے۔ علم الدین نے ارادہ

کیا۔ ایک چھرا لیا اور سیدھا راجپال کی دکان پر جا پہنچا۔ اسے للکارا کہ اپنے گناہ کی معافی مانگے ورنہ اس کی سزا پانے کیلئے تیار ہو جائے۔ راجپال تو بغض اور تعصب کے ساتھ ساتھ غرور و تمکنت کی علامت تھی۔ اس نے نفرت اور حقارت سے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اور پھر غیرت ایمانی حرکت میں آ گئی۔ چھرے والا بازو زور سے حرکت میں آیا اور راجپال کو خون میں نہلا دیا۔ وار سیدھا دل پر تھا۔ غیرت ایمانی کے جوش نے ہمت اور طاقت اس قدر بڑھا دی تھی کہ کوئی ڈر اور خوف بزدل نہ کر سکا۔

موقع پر گرفتاری دے دی اور اپنے کئے۔ پر کسی قسم کی مداہنت نہ برتی۔ فوراً کہہ دیا کہ راجپال نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ میری غیرت نے اجازت نہ دی اور میں نے اس پر حملہ کیا۔ کئی مسلمان زعماء نے بیان بدل دینے کا کہا تو علم الدین کہنے لگا۔ کہ زندگی میں ایک ہی تو سعادت ہے اس کو ہاتھ سے کیسے جانے دوں۔ میری جان تو انہی کی بخشش ہے۔ اگر ان کے نام پر قربان ہو جاتی ہے تو یہ کوئی میرے لئے گھاٹے کا سودا نہیں بلکہ دنیاوی انجام کو جانتے بوجھتے یہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا جوئی کیلئے کیا۔ اس لئے انہی کی بخشی ہوئی جان انہی پر نچھاور کر دی ہے۔

عدالت کی کارروائی پوری ہوئی۔ پھانسی کی سزا ملی۔ لیکن اس عاشق رسول نے کسی لمحہ پر بھی اپنے آپ میں کوئی کمزوری، افسوس اور ڈر کا شائبہ تک نہ آنے دیا۔ اور خوشی خوشی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے شوق کے نشہ میں جھول گئے۔

خدا رحمت کنند این عاشقان پاک طینت

محمد علی باکر کی عزیمت

محمد علی کلے دنیا کا عظیم باکسر تھا۔ عیسائیت چھوڑ کر اسلام کی آغوش میں آ گیا

تو حکومت کیا خود اس کے اپنے خاندان کے لوگ اس کے دشمن بن گئے۔ اس وقت اس کی عمر بائیس برس کی تھی۔ انہی ایام میں جب وہ ریاست میساچوسٹیس کے شہر چیکوپی میں سونی لسٹن کے ساتھ مقابلے کی تیاری کر رہا تھا' نیویارک میں مالکم ایکس کو قتل کر دیا گیا۔ مالکم ایک عیسائی تھا اس کے حواری انتقام میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک پیروکار ہونے کی وجہ سے اسے جان سے مارنے کی دھمکیاں دینے لگے۔ کیونکہ ایمان لانے کی وجہ سے ملت اسلامیہ کا اسے ہیرو بنا لیا گیا تھا۔ محمد علی کی کوشش تھی کہ مقابلہ ضرور ہو اگر میچ ملتوی ہوتا تو متعصب ناقدین پر دوہری فتح سے ثابت نہ ہو سکتا کہ پہلی فتح اتفاقیہ تھی۔ لیکن میچ سے تین دن پہلے مشق کرتے ہوئے ایلس نے اس کی پسلیوں میں ایسی ضرب لگائی کہ وہ تقریباً دہرا ہو گیا۔ معلوم ایسے ہونے لگا جیسے کوئی چیز شدید مجروح ہو گئی ہے' لیکن محمد علی نے جان بوجھ کر کسی معائنے یا ڈاکٹر کے پاس جانے سے عمداً کترایا تاکہ میچ کے التوا کا کوئی بہانہ نہ بنے۔

حالات نے محمد علی کو قدرے چڑچڑا کر دیا۔ گھر پہنچا تو بیوی سے جھگڑا پڑا کیونکہ وہ اسلام کی تعلیمات کو اس کی خواہش کے مطابق اپنی عملی زندگی میں نہیں لا رہی تھی۔ وہ سگریٹ نوش تھی جو کہ محمد علی کو بڑا برا لگتا تھا۔ اس لڑائی کی وجہ سے وہ باغی ہو گئی اور اس نے دبنگ ہو کر کہہ دیا۔ ''جا مجھے اسلام بالکل پسند نہیں اور میں مسلمان بالکل نہیں ہونا چاہتی''۔

محمد علی نے بیوی کے ردعمل پر فوراً اپنا لہجہ بدلتے ہوئے کہا ''اچھا میری جان! تم صرف یہ کرو کہ دیانتدار بن جاؤ۔ ہماری طلاق بھی ہو سکتی ہے''۔

محمد علی نے مقابلے کی تیاری میں کسی نئی پریشانی کا اضافہ نہ کیا۔ اس کا دل اب سونی لسٹن کی کسی اہمیت سے بالکل خالی تھا۔ چنانچہ مقابلہ کا جب آغاز ہوا تو وہ

بڑے اعتماد سے لسٹن کے مقابلے میں اترا محمد علی نے اپنا دایاں مکا لہرا کر اس کے سر کے ایک طرف مارا تو وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے پیٹھ کے بل گر پڑا اور گنتی مکمل ہونے تک نہ اٹھ سکا۔ یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ اس سے کوئی بھی ناک آؤٹ ہو جاتا۔ اور اس طرح محمد علی دوبارہ مقابلہ جیت گیا۔ 1966ء کی بات ہے جب انہیں اپنے تیسرے باکسنگ میچ کی تیاری کرنے لگے تو ٹی وی رپورٹر نے ان سے لوئیس ویل بھرتی کے بورڈ پر ان کا ردعمل لیا تو انہوں نے کہا ''ان کا ویت کانگ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے'' جسے دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ نے دوسرے روز ہی اچھال دیا۔ جس پر انہیں زبردست دھمکیاں ملنے لگ گئیں' انہیں غدار' کمینہ' سیاہ چوہا تک کہا گیا۔ گھریلو خواتین' پیشہ ور لوگ اور عام لوگ غرض ہر ایک نے ہر شہر سے اسے نفرت کی زبان سے بہت کچھ کہا۔ اور اس نے سنز انہی کالوں میں ایک کال اس صدی کے سب سے بڑے ریاضی دان کی تھی جس نے اسے بتایا کہ عنقریب واشنگٹن کے حکمران ہر ممکن طریقے سے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے کیونکہ آپ ایسی قوت کی علامت بن چکے جنہیں وہ مٹا نہیں سکتے''۔ یہی سلوک برٹینڈ رسل کے ساتھ ہوا تھا۔

چنانچہ وہی ہوا کہ محمد علی کو جنگ کی مخالفت کے جرم میں میامی ڈیڈ کنٹری جیل میں قید کر دیا گیا اور یہ تو قسمت کی یاوری تھی کہ دس روز کے بعد جج کے حکم پر اسے دوسروں کے ساتھ عام معافی مل گئی اور وہ جیل سے رہا ہو گیا۔ لیکن محمد علی نے اپنے دل اور ضمیر کی آواز کو نہ دبایا۔ جبکہ سمجھوتے کی شکل میں بہت بڑے لالچ تھے اور بہت بڑی دھمکیاں تھیں۔ وہ مرد مومن جس ہستی کے اوپر ایمان لا چکا تھا۔ اسی کے بھروسے پر ہر خطرے سے نڈر اور ہر لالچ سے دور رہا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا

1- زبان کو شکایت سے بند کرو، خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔
2- اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھو۔
3- حکمران دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ بدبخت ہوتے ہیں۔
4- زندگی سادہ اور مختصر ہونی چاہئے ورنہ قیامت کے دن حساب میں بڑی پریشانی ہوگی۔
5- اس دن پر آنسو بہا جو تیری عمر سے کم ہوگیا اور اس میں نیکی نہ تھی۔
6- میوہ دار درخت کو مت کاٹنا۔
7- ہر شے کے ثواب کا اندازہ ہے مگر صبر کے ثواب کا اندازہ نہیں۔
8- چوری اور خیانت سے بچو، یہ افلاس پیدا کرتی ہیں۔
9- دنیا کے ساتھ مشغول ہوجانا جاہل کا بد ہے۔ لیکن عالم کا بدتر ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا

1- حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے خواہ منافق سے ملے لے لو۔
2- انسان زبان کے پردے میں چھپا ہے۔
3- ادب بہترین کمال ہے، اور خیرات افضل ترین عبادت ہے۔
4- جو چیز اپنے لئے پسند کرو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کرو۔
5- بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینہ سے بچو۔
6- گناہ پر ندامت گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ نیکی پر غرور نیکی کو تباہ کر دیتا ہے۔
7- سب سے بہترین لقمہ وہ ہوتا ہے جو اپنی محنت سے حاصل کیا جائے۔

توبہ کی دُعائیں

☆ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِ نَا مَنَا سِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو ہم سے قبول فرما۔ تو ہی سننے جاننے والا ہے اے ہمارے پروردگار اور ہم کو بنا لے اپنا فرماں بردار۔ اور ہماری اولادوں میں سے بھی ایک جماعت اپنی فرماں بردار بنا اور دکھا ہم کو ہماری عبادت کے طریقے اور ہم پر توجہ فرما..... بے شک تو ہی توجہ فرمانے والا بڑا مہربان ہے۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو بچا آگ کے عذاب سے۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَا نَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَاطَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَآ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ.

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں اے ہمارے رب اور نہ رکھ ہمارے اوپر بھاری بوجھ جیسا کہ تو نے رکھا تھا ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے تھے اے پروردگار ہماری نہ اٹھوا ہم سے جس کی ہم کو طاقت نہیں اور ہم سے درگزر کر اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا آقا ہے تو ہماری مدد فرما قوم کافرین پر۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

ترجمہ: اے ہمارے ربّ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا مت کر اس لئے کہ تو ہم کو ہدایت دے چکا ہے اور اپنی جانب سے مہربانی عطا فرما۔ تحقیق تو بہت دینے والا ہے اے ہمارے پروردگار تو سب لوگوں کو ایک ایسے دن میں جمع کرے گا کہ جس میں کوئی شک نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور آگ کے عذاب سے بچا۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

ترجمہ: اے ہمارے ربّ تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری زیادتی کو ہمارے کاموں میں اور ہمارے قدموں کو جمائے رکھ اور ہماری امداد فرما کافر قوم پر۔

☆ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ، رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ، رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار نہیں پیدا کیا آپ نے اس کو بے فائدہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ پس تو ہم کو آگ کے عذاب سے بچا اے ہمارے پروردگار تو جس کو دوزخ میں ڈالے تو تو نے اس کو رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کا اعلان کرتا ہے کہ ایمان لے آؤ اپنے رب پر پس تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور دور کر دے ہم سے ہماری برائیوں کو اور ہم کو مار نیک لوگوں کے ساتھ۔ اے ہمارے پروردگار اور ہم کو دے جو تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہم کو ذلیل مت کر قیامت کے دن بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے۔

☆☆☆

☆ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ.

ترجمہ: تو ہی ہمارا آقا ہے۔ پس ہم کو بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور لکھ لے ہمارے لئے اس دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بے شک ہم تری طرف لوٹ آئے۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ، رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ.

ترجمہ: اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو کچھ ہم پوشیدہ و ظاہر کرتے ہیں اور نہیں چھپی رہی اللہ پر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔ اے ربّ مجھ کو رکھئے قائم رکھنے والا نماز کا بعض میری اولاد کو بھی، اے ہمارے رب قبول فرما ہماری دعاء، اے ہمارے رب تو بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

ترجمہ: اے ہمارے ربّ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا (تو بخش دے) اگر ہم کو نہ بخشے گا اور نہ رحم فرمائے گا۔ تو ہم برباد ہو جائیں گے۔

☆ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَ تَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ.

ترجمہ: اے میرے ربّ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات کی کہ سوال کروں ایسی چیز کا جس کا مجھے علم نہ ہو۔ تو مجھے بخش دے اور اگر تو نہیں بخشے گا اور نہیں رحم فرمائے گا تو میں ٹوٹا پانے والوں میں ہو جاؤں گا۔

☆☆☆

☆ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ، رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ.

ترجمہ: بے شک میرا ربّ دُعا کا سننے والا ہے اے میرے ربّ مجھ کو قائم رکھنے والا نماز اور بعض میری اولاد میں سے بھی اے میرے ربّ تو میری دُعا کو قبول فرما اے ہمارے ربّ تو مجھے اور میرے ماں باپ اور مومنوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو۔

☆☆☆

☆ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ.

ترجمہ: نہیں کوئی معبود مگر تو ہی تیری پاکی بیان کرتے ہیں بے شک میں قصوروار ہوں۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ.

ترجمہ: اے پروردگار میں تیرے اوپر ایمان لے آیا تو ہم کو بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

☆☆☆

☆ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ.

ترجمہ: اے ربّ تو بخش دے اور رحم فرما اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربان ہے۔

☆ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمَقَامًا.

ترجمہ: اے ربّ تو ہم سے دوزخ کے عذاب کو ہٹا لے۔ بے شک دوزخ کا عذاب لازم ہونے والا ہے۔ اور وہ دوزخ بری جگہ ہے اور بہت برا مقام ہے۔

☆☆☆

☆ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ.

ترجمہ: اے ربّ اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے۔

☆☆☆

☆ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.

ترجمہ: اے میرے ربّ تو مجھے نجات دے ظالم قوم سے۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ، رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ، وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.

ترجمہ: اے ہمارے ربّ تو نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو رحمت اور علم میں تو توبہ کرنے والوں کو اور تیرے راستہ کی پیروی کرنے والوں کو بخش دے اور بچا لے دوزخ کے عذاب سے، اے ہمارے پروردگار تو ان کو داخل فرما اس ہمیشگی کے باغوں میں جن کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ان کو بھی جو نیک ہوئے ہیں ان کے باپوں اور ان کی بیبیوں اور ان کی اولادوں میں سے۔ بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا اور ان کو بچا لے تمام تکلیفوں سے اور جن کو تو نے تکلیفوں سے اس دن بچا لیا تو تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

☆☆☆

☆ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ: اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جن کو تو نے میرے اوپر اور میرے والدین پر کیا ہے اور اس بات کی توفیق دے

کہ ایسا نیک عمل کروں جس سے تو خوش ہو جائے اور صلاحیت دے میری اولاد میں بیشک میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور مسلمانوں میں سے ہوں۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِ خْوَا نِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْ بِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، رَبَّنَآ اِنَّکَ رَؤُف" رَّحِيْم".

ترجمہ: اے ہمارے ربّ تو ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ ایمان والوں کی بابت اے ہمارے رب تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔

☆☆☆

☆ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَآ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

ترجمہ: اے ہمارے ربّ نہ بنا ہم کو تختِ مشق کافروں کا اور ہم کو بخش دے اے ہمارے ربّ تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔

☆☆☆

☆ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَ ارْزُقْنِيْ وَاجْبُرْ نِيْ وَارْفَعْنِيْ .

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو عافیت دے اور مجھے ہدایت دے اور روزی دے اور مجھ کو غنی کر دے اور میرے مرتبہ کو بلند کرے۔

(ترمذی)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَ لَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَ نَتُوْبُ اِلَیْکَ.

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے راہ دکھا ان لوگوں میں جن کو تو نے راہ دکھائی ہے اور مجھ کو عافیت دے ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت دی ہے اور مجھے دوست بنالے ان لوگوں میں جن کو تو نے دوست بنالیا ہے اور برکت دے مجھے اس چیز میں جو تو نے مجھے دی ہے اور مجھے اس برائی سے بچالے جو تو نے مقدر کر رکھی ہے کیونکہ تو ہی حکم کرتا ہے اور تیرے اُوپر حکم نہیں جا سکتا۔ تیرا دوست ذلیل نہیں ہوسکتا اور تیرا دشمن عزیز نہیں ہوسکتا اے ہمارے ربّ تو برکت والا اور بلند تر ہے۔ تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔ (ترمذی، ابوداؤد، حصن)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَةَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآئَکَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ

وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَشَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَفَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ.

ترجمہ: اے اللہ تو ہم کو بخش دے اور تمام مرد اور تمام مومن عورتوں کو اور تمام مسلمان مردوں اور تمام مسلمان عورتوں کو اور ان کے دلوں میں اُلفت و محبت ڈال دے اور ان کے کاموں کی اصلاح کر دے اور اپنے اور ان کے دشمنوں پر ان کی امداد فرما اے اللہ تو ان کافروں پر لعنت کر جو تیرے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں اے اللہ تو ان کی باتوں میں مخالفت اور پھوٹ ڈال دے اور ان کے قدموں کو ڈگمگا دے اور ان کی حالت کو پریشان کر دے اور ان کی جمعیت کو تتر بتر کر دے اور ان پر ایسا عذاب نازل فرما جو مجرموں سے تو رد نہ کرے۔ اے اللہ ہم تجھ کو ان کے مقابلہ میں کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔ (ابن سنی، حصن حصین)

☆☆☆

☆ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَ نؤمِن بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰهُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِق".

ترجمہ: الٰہی ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے معافی چاہتے ہیں اور تجھ ہی پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ اور تیری ہی تعریف کرتے ہیں اور تیرا ہی شکر کرتے ہیں۔ اور ناشکری نہیں کرتے اور ہم تیرے نافرمانوں سے الگ ہوتے اور ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ خدایا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی نماز اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف بھاگتے ہیں اور تیری ہی خدمت کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیری رحمت سے اُمیدوار ہیں۔ بے شک تیرا سچا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بیہقی، حصن، اذکار نزل)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.

ترجمہ: الٰہی میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ خدایا میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.

ترجمہ: اے اللہ میں نے اپنے جان پر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں تو تو اپنی خاص بخشش سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (بخاری شریف، مسلم)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَفْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ.

ترجمہ: الٰہی تو بخش دے ان گناہوں کو جو آگے کیا اور جو پیچھے کیا اور جو پوشیدہ اور ظاہر کیا اور جو زیادتی کی میں نے اور جو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے، تو ہی آگے کرنے والا تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ صرف تو ہی معبود ہے۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَهِیْدٌ" اَنَّکَ الرَّبُّ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَهِیْدٌ" اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنَا شَهِیْدٌ" اَنَّ الْعِبَادَ کُلَّهُمْ اِخْوَةٌ" اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اِجْعَلْنِیْ مُخْلِصًا لَکَ وَاَهْلِیْ فِیْ کُلِّ سَاعَةٍ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَلْاَکْبَرُ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَلْاَکْبَرُ.

ترجمہ: اے اللہ ہمارے ربّ اور تمام چیزوں کے پالنہار میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ تو اکیلا تنہا رب ہے، تیرا کوئی شریک نہیں اے اللہ ہمارے رب اور تمام چیزوں کے رب میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ تحقیق محمدؐ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اے اللہ ہمارے رب اور تمام چیزوں کے رب میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام بندے آپس میں بھائی ہیں۔ اے اللہ ہمارے رب اور تمام چیزوں کے رب مجھ کو اور میرے اہل کو اپنا مخلص بنا لے ہر گھڑی میں دُنیا و آخرت میں اے بزرگی اور بخشش والے تو میری بات سُن لے اور میری دُعا قبول کر لے۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ مجھ کو کافی ہے اور بہت اچھا کارساز۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ (نسائی، ابوداؤد) (ابن سنی) (حصن حصین)

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ.

ترجمہ: الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں کفر اور محتاجگی اور قبر کے عذاب سے۔

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ جَعَلْتَہٗ عِصْمَۃَ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ جَعَلْتَ فِیْھَا مَعَاشِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ نِقْمَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لَا رَآدَّ لِمَا قَضَیْتَ و لَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ.

ترجمہ: اے اللہ میرے لئے میرا دین سنوار دے جس کو تو نے میرے کام کو بچاؤ کا سبب بنا دیا ہے اور میری دنیا کو سنوار دے جس میں تو نے میری معیشت اور زندگانی

مقرر کر دی اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں تیری رضامندی کے ساتھ تیرے غصہ سے اور پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے اور تیری پناہ پکڑتا ہوں تیری سزا سے تجھ سے اور نہیں منع کرنے والا اس چیز کو کہ دیا تو نے اور نہیں دینے والا۔ اس چیز کو کہ منع کیا تو نے اور نہیں رد کرنے والا اس چیز کو فیصلہ کیا تو نے اور نہیں اور دولتمند کو اس کی مالداری عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ (نسائی، ابن حبان)

☆☆☆

☆ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ خَطَائِیْ وَعَمَدِیْ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ لَا یَهْدِیْ لِصَالِحِهَا وَلَا یَصْرِفُ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ.

ترجمہ: اے اللہ میری خطاء اور سرکشی کو بخش دے۔ اے اللہ تو مجھے نیک عملوں اور نیک عادتوں کی راہ دکھا۔ نیک عملوں کی طرف راستہ بتانے والا اور برائیوں سے پھیرنے والا کوئی نہیں مگر تو ہی ہے اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں آگ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنے اور مسیح دجال کی برائی سے۔ (مستدرک، حاکم، حصن حصین)

☆ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطَایَایَ وَذُنُوْبِیْ کُلَّهَا، اَللّٰهُمَّ انْعَشْنِیْ وَاَحْیِنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ وَاهْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ اِنَّهٗ لَا یَهْدِیْ لِصَالِحِهَا وَلَا یَصْرِفُ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ.

ترجمہ: اے اللہ تو میری تمام خطاؤں اور گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ تو میرے مرتبہ کو بلند کر دے اور مجھ کو زندہ رکھ اور مجھ کو غنی کر دے اور اچھی روزی دے اور نیک عملون اور نیک عادتوں کا راستہ دکھا۔ کیونکہ نیک عملوں کا راستہ بتانے والا اور بری عادتوں سے پھیرنے والا کوئی نہیں مگر تو ہی ہے۔

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ.

ترجمہ: اے اللہ تو میرے دل میں میری بھلائی ڈال دے اور میرے نفس کی برائی سے مجھ کو بچالے۔ (ترمذی شریف)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ.

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو عافیت دے اور روزی دے۔ (مسلم شریف)

☆☆☆

☆ رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ وَ اھْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْھُدٰی لِیْ وَانْصُرْ نِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَاکِرًا لَّکَ ذَاکِرًا لَکَ رَاھِبًا لَکَ مِطْوَاعًا لَکَ مُخْبِتاً اِلَیْکَ اَوَّاھًا مُّنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ

سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ.

ترجمہ: اے رب تو میری مدد کر اور میرے خلاف مدد مت کر اور مجھ کو غالب کر اور مغلوب مت کر اور مجھ کو تدبیر بتا دے اور میرے خلاف دشمنوں کو تدبیر مت بتا اور مجھے ہدایت دے اور ہدایت میرے لئے آسان کر دے اور ظالموں پر میری امداد کر۔ اے رب تو مجھے اپنا شکر گزار بنا لے اور تیرا ذکر کرنیوالا ڈرنے والا، تیرا حکم ماننے والا تیری طرف گڑگڑانے والا، عاجزی سے رجوع کرنے والا۔ اے میرے رب تو میری توبہ قبول کر اور میرے گناہوں کو دھو دے اور میری دعا کو قبول کر لے اور میری دلیل کو ثابت رکھ اور میری زبان سیدھی کر دے اور میرے دل کو ہدایت دے اور میرے سینے کے کینہ کو نکال دے۔ (ترمذی شریف)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے معافی اور سلامتی مانگتا ہوں۔ (ترمذی)

☆☆☆

☆ رَبِّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ.

ترجمہ: اے اللہ میں مانگتا تجھ سے ہوں سلامتی اور معافی دنیا اور آخرت میں۔ (ابن ماجہ)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُکْرَکَ وَاُکْثِرُ ذِکْرَکَ وَاَتَّبِعُ

نُصْحَکَ وَاَحْفِظُ وَصِیَّتَکَ.

ترجمہ: اے اللہ تو ہم کو اپنا زیادہ شکر گزار بنا دے اور تیری زیادہ یاد کرنے والا ہوں اور تیری نصیحت کی زیادہ پیروی کروں اور تیری وصیت کو یاد رکھوں۔

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْھَا لَا اَرْجِعُ اِلَیْھَا اَبَدًا اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ.

ترجمہ: الٰہی میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں اس گناہ سے اس کی طرف کبھی بھی نہیں لوٹوں گا، اے اللہ تیری بخشش بہت کشادہ ہے میرے گناہوں سے اور تیری رحمت کی زیادہ امید ہے مجھ کو میرے عمل سے۔ (مستدرک، حصن حصین)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاَخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَۃٍ لِّیْ بِخَیْرٍ.

ترجمہ: اے اللہ جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس پر مجھے قناعت عنایت فرما اور اس میں برکت دے اور میرے اہل وعیال واہل دہر پوشیدہ پر بھلائی کے ساتھ تو نگراں ہو جا۔

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّکِّ وَ الشِّرْکِ وَالنِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ.

ترجمہ: خدایا میں تیری پناہ چاہتا ہوں شک اور شرک اور نفاق اور مخالفت اور برے اخلاق سے۔ (نیل الاوطار)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے دُنیا اور آخرت میں عافیت وسلامتی چاہتا ہوں اے میرے رب تو مجھے دُنیا میں نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عنایت فرما اور دوزخ کے عذاب سے مجھے بچا۔ (احمد، ابوداؤد)

☆ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُبَاشِرُ قَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

ترجمہ: الٰہی تو میرے باطن اور ظاہری حالتوں سے خوب واقف ہے میری معذرت کو قبول فرما اور میری حالت کو جانتا ہے تو مانگ عطا فرما اور تو میرے دل کے رازوں سے واقف ہے۔ میرے قصوروں کو معاف فرما دے۔ اے اللہ میں تجھ سے

ایسا ایمان مانگتا ہوں۔ جو میرے دل میں رچ جائے اور ایسا یقین کامل عطا فرما تا کہ میں جان لوں کہ جو کچھ آپ نے لکھ دیا ہے رہی مجھے پہنچے گا اور جو کچھ تو نے میری قسمت میں مقسوم کر دیا ہے۔ اس پر راضی ہوں اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (ابن عساکر، طبرانی)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَا تَنْزِعَهٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ".

ترجمہ: خدایا تو نے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو وعدہ خلافی نہیں کر سکتا ہے جس طرح تو نے اسلام کی توفیق مرحمت فرمائی ہے اسی طرح موت بھی مجھ کو اسلام کی حالت میں نصیب فرما۔ (مؤطا امام مالک)

☆☆☆

☆ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْ اِنَّکَ اَنْتَ اَعَزُّ الْاَکْرَمُ.

ترجمہ: اے میرے پروردگار تو میرے قصوروں کو معاف فرما دے اور میری حالت پر رحم فرما تو عزت و بزرگی والا ہے۔ (طبرانی)

☆☆☆

☆ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ

الْاَکْرَمُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار.

ترجمہ: اے میرے پروردگار تو میری خطاؤں کو معاف فرما اور میرے حال پر رحم فرما اور جو گناہ تو جانتا ہے اس کو تجاوز فرما دے تو عزت والا بزرگ ہے اے میرے رب تو دنیا میں نیکی عطا فرما، اور آخرت میں بھی اور عذاب دوزخ سے ہم کو بچا۔ (ایضاح)

☆ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِی سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَسَاوِسِ صَدْرِیْ وَشَتَّاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ وَ شَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیْحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّھْرِ.

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے وہ ایک اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے ملک اسی کا ہے تعریف اسی کیلئے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ تو میرے دل، میرے کان اور میری آنکھ میں روشنی بھر دے، اے اللہ تو میرے سینے کو کھول دے، اور میرے کاموں کو میرے لئے آسان کر دے۔ الٰہی میں سینے کے وسوسوں اور کاموں کی پریشانیوں اور قبر کے فتنوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ میں تیری ذات کے وسیلہ

سے رات دن اور ہواؤں کی برائیوں سے اور زمانے کے فتنوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (طبرانی، حسن حصین)

☆ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَا الَّذِیْ تَقُوْلُ وَخَیْرًا مِمَّا نَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَیْکَ مَاٰبِیْ وَلَکَ رَبِّ تُرَاثِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَ شَتَّاتِ الْاَمْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِمَا تَجِیْءُ بِهِ الرِّیْحُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْءُ بِهِ الرِّیْحُ.

ترجمہ: اے میرے اللہ تیری ایسی تعریف ہے جیسی تو نے اپنی تعریف کی ہے اور اس سے بہتر جو ہم کرتے ہیں اے اللہ میری نماز میری قربانی اور میرا مرنا جینا اور میرا مال سب کچھ تیرے لئے ہے اور میرا ٹھکانا بھی تیری طرف ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور سینے کے وسوسوں سے اور کاموں کی پراگندی سے، اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہواؤں کی برائی سے۔ (ترمذی)

☆ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا.

ترجمہ: اے اللہ تو میرے حج کو قبول فرما اور گناہوں کو بخش دے۔ (ابن ابی شیبہ)

☆☆☆

☆ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے یعنی اپنے حق میں برائی کی ہے اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں، کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔ (سورہ اعراف)

☆ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ.

ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالم ہوں۔

☆☆☆

☆ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.

ترجمہ: اور ہماری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (البقرۃ)

☆☆☆

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ".

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ پیدا نہ پیدا نہ ہونے دے اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔ (سورۂ حشر)

☆ اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ.

ترجمہ: اے اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے اور مجھے اپنے عمل

کی بہ نسبت تیری رحمت سے بہت امید ہے۔(حاکم)

☆☆☆

☆ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْاَخْطَانَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَابِ وَ اعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے بھول چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا، اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے پروردگار جتنا بوجھ اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے اتنا بوجھ ہمارے سر پر نہ رکھنا (اور اے پروردگار) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب کر۔(بقرہ)

☆ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا.

ترجمہ: اے میرے ربّ مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کیلئے اور زیادہ تباہی بڑھا۔(سورۂ نوح)

☆ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا

عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. (بخاری)

ترجمہ: اے اللہ تو میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھ کو پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور حتیٰ المقدور اپنے اُس عہد اور وعدہ پر قائم ہوں جو تجھ سے کیا ہے۔ اپنے کئے کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں ان کا اقرار کرتا ہوں، تو مجھ کو بخش دے کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ھَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ".

ترجمہ: اے اللہ میری خطا اور نادانی اور اپنے کام میں اسراف اور دو گناہ جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ بخش دے اے اللہ جو گناہ میں نے ہنسی مذاق سے کئے ہیں قصداً بھول کر کئے ہیں یا جان کر، سب معاف کر دے اور یہ سب باتیں مجھ میں ہیں، اے اللہ جو گناہ میں نے پہلے کئے ہیں اور جو بعد میں کئے ہیں اور جو کھلم کھلا کئے ہیں اور

جو چھپا کر کئے ہیں اور وہ گناہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب بخش دے تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ (صحیحین)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ.

ترجمہ: اے اللہ! تو میرے اُن گناہوں کو بخش دے جو میں نے پہلے کئے اور پیچھے کئے اور جو پوشیدہ اور جو ظاہر طور پر کئے۔ اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ (مستدرک حاکم)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ.

ترجمہ: اے اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے اور مجھے اپنے عمل کی بہ نسبت تیری رحمت سے بہت اُمید ہے۔ (حاکم)

☆ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ.

ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالم ہوں۔ (سورۂ انبیاء)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا بِالْھُدٰی وَزَیِّنَّا بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْلَنَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی.

ترجمہ: اے اللہ تو ہم کو ہدایت کی راہ دکھا اور تقویٰ کی زینت سے مزین کر دے اور دنیا و آخرت میں ہماری مغفرت فرما دے۔

''تعوذات''

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَا یُسْتَجَابُ لَھَا.

ترجمہ: اے اللہ اُس علم سے جو نہ نفع دے اور اُس دل دے جو تجھ سے نہ ڈرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو، تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (مسلم)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَآءَۃِ نِقْمَتِکَ وَ جَمِیْعِ سَخَطِکَ. (مسلم)

ترجمہ: اے اللہ میں تیری نعمت کے جانے اور تیری دی ہوئی عافیت کے بدلنے اور تیرے عذاب ناگہانی کے آنے اور تیرے ہر غضب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (مسلم شریف)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَالَمْ اَعْمَلْ.

ترجمہ: اے میرے اللہ میں نے کرتوتوں کی برائی سے اور نا کردہ گناہ کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (مسلم)

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَا یَ بِمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَ نَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَا عِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَا یَ کَمَا باعَدْ تَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبَ.

ترجمہ: اے اللہ میں دوزخ کے عذاب اور فتنہ سے اور قبر کے فتنہ اور عذاب سے اور مال کے فتنہ کی برائی سے اور محتاجی کے فتنہ کے شر سے اور دجال کے فتنہ کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ میرے گناہ برف کے پانی اور اولوں سے دھو اور گناہوں سے میرا دل ایسا پاک کر جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور مجھ میں اور میری گناہوں میں ایسی دوری کر جیسے مشرق اور مغرب میں کی ہے۔ (صحاح ستہ)

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَآاُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ.

ترجمہ: اے اللہ میں تیرے غضب سے تیری رضا کی اور تیرے عذاب سے تیرے

عفو کی اور تیرے غضب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں تیری پوری پوری تعریف نہیں کر سکتا تو نے جیسی تعریف فرمائی ہے ویسا ہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَآءِ وَالْاَدْوَآءِ. (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ میں برے اخلاق اور برے اعمال اور بری خواہشوں اور بری اعمال اور بری خواہشوں اور بری بیماریوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَ التُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور پرہیزگاری اور پارسائی اور غنا مانگتا ہوں۔ (مسلم شریف)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَ اھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ.

ترجمہ: اے اللہ مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو سیدھا راستہ دکھا اور مجھ کو عافیت دے اور رزق عطا کر۔ (مسلم)

☆ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ.

ترجمہ: میں بخشش چاہتا ہوں اُس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی جو ہمیشہ زندہ رہے گا اور قائم رہے گا اور میں اسی کی طرف متوجہ ہوں۔ (ترمذی)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ اَبُوْٓءُ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْٓءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

ترجمہ: اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے نہیں کوئی معبود مگر تو ہی۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا غلام ہوں اور میں تیرے وعدہ اور اقرار پر ہوں۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے۔ اور اپنے کئے کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں، اور اپنے گناہوں کا میں معترف ہوں۔ تو مجھے بخش دے بے شک گناہوں کا بخشنے والا تو ہی ہے۔ (بزار۔ حصن حصین)

☆☆☆

''استغفارات''

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ.

ترجمہ: یا اللہ! تو بخش دے میری خطاؤں کو اور میری نادانی اور میری زیادتی کو میرے کام میں اور جس کام کو تو بخوبی جانتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَ خَطَآیِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ".

ترجمہ: اے اللہ! تو بخش دے میری واقعی بات کو اور ہنسی مذاق کی خطاؤں کو، اور

جو میں نے جان کر کیا ہو اور اس گناہ کو جو میرے پاس ہے۔ تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا اور ہر چیز پر تو ہی قادر ہے۔ (بخاری، حصن حصین)

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَتَقَبَّلْ مِنَّا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَاَصْلِحْ لَنَا شَانَنَا كُلَّهٗ.

ترجمہ: اے اللہ! تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور ہم سے خوش ہو جا اور ہماری دُعا قبول فرما اور ہم کو جنت میں داخل کر دے اور ہم کو دوزخ سے نجات دے اور ہمارے سب کاموں کو سنوار دے۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ.

ترجمہ: یا اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے عافیت دے اور روزی عطا فرما۔

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ بِهٖ نَبِیُّکَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِهٖ نَبِیُّکَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءَ رَبَّنَا اغْفِرْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ رَبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جس کو تیرے نبیؐ نے مانگی ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کی برائی سے جس سے تیرے نبیؐ نے پناہ مانگی ہے اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نہیں بخشے گا تو رحم نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے، اے میرے رب تو مجھ کو نماز پر قائم رکھنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی اور میری دُعا قبول فرما اے اللہ تو مجھے اور میرے ماں باپ کو اور تمام مسلمانوں کو قیامت کے دن بخش دے، اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم فرما جنہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پوسا ہے، اے ہمارے رب تو ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو معاف فرما دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ان ایمان والوں کا کینہ ہمارے دلوں میں نہ کر، اے ہمارے ربّ تو بڑا شفیق مہربان ہے۔ اے میرے رب تحقیق تو سننے جاننے والا ہے اور ہم پر توجہ فرما، تحقیق تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اور گناہوں سے پھرنے کی طاقت اور نیکی کی قوت نہیں ہے مگر اللہ بلند عظیم تر کی توفیق ہے۔

☆☆☆

☆ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَآءِ وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَا یَ بِمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَاْثَمِ.

ترجمہ: الٰہی! میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب اور آگ کے فتنہ اور قبر کے فتنہ سے، اور قبر کے عذاب اور مسیح دجال کے فتنہ کی برائی سے اور غنا کے فتنہ کی برائی ہے اور محتاجی کے فتنہ کی برائی سے اے اللہ! تو میرے گناہوں کو دھو دے برف اور اولے کے پانی سے اور میرے دل کو صاف کر دے جس طرح تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیتا ہے اور اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں سستی اور بڑھاپے اور قرضہ اور گناہ سے (نسائی)

☆☆☆

☆ اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" تُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی اللَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ.

ترجمہ: اے اللہ ملک کے مالک تو ہی بادشاہی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک کو جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو تو چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جس کو تو چاہتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے تو ہی ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تو ہی داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور تو ہی نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور تو ہی نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور روزی دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔

☆☆☆